هوالعلیم

نصاب علوم و معارف اسلام (۳)

معاد شناسی

دوسری جلد

تالیف

حضرت علامہ آیت اللہ حاج سید محمد حسین حسینی طہرانی

قدس اللہ نفسہ الزکیہ

ترجمہ

سید سبط حیدر زیدی

Presented by Ziaraat.Com

نام کتاب: معاد شناسی - دوسری جلد

تالیف: علامہ آیت اللہ سید محمد حسین حسینی طہرانی قدس اللہ نفسہ الزکیہ

ترجمہ: سید سبط حیدر زیدی

ناشر: شریعت کدہ

سال طبع: ۱۴۳۸ھ مطابق بہ ۲۰۱۷ء

تعداد: ایک ہزار۔ قیمت ۱۶۰ روپے

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

sibtezaidi@yahoo.com

0098-9359750753

ملنے کے پتے

- قائم بک ڈپو، مین بازار نوگانواں سادات ضلع جے پی نگر امروہہ، یوپی۔
- عباس بک ایجنسی، درگاہ حضرت عباس، رستم نگر لکھنؤ۔
- تنظیم المکاتب، لکھنؤ، یوپی۔
- حیدری کتب خانہ، بمبئی۔
- شریعت کدہ (منزل سید سبط حیدر زیدی) محلّہ کھڑاڑہ قصبہ شیر کوٹ ضلع بجنور، یوپی۔

Presented by Ziaraat.Com

فہرست

Presented by Ziaraat.Com

Presented by Ziaraat.Com

فہرست مطالب

معاد شناسی - دوسری جلد

عنوان	صفحہ

آٹھویں مجلس صفحہ ۱۳ سے ۶۶ تک

کامیابی؛ اختیاری طور پر خدا پر ایمان رکھنے اور تعبد احکام دین کی پیروی کرنے میں ہے

حالت احتضار اور سکرات موت کے وقت ایمان لانا بے فائدہ ہے	۱۸
سابقہ امتیں اپنے باطل علم و سرمایہ پر اعتماد کرتے ہوئے حق کے سامنے تسلیم ہونے سے انکار کرتی تھیں	۲۱
دین کے دستورات کی بنیاد تعبد پر ہے	۲۵
احکام شریعت کے تعبدی ہونے پر ملا صدرا کا کلام	۲۸
فرمان خدا کی اطاعت کے ضروری ہونے پر علامہ طباطبائی کا کلام	۲۹
اپنے علم پر مغرور قارون کی داستان	۳۲
عذاب کے نزول کے وقت توبہ کرنا بے فائدہ ہے	۳۴
غیبی حجاب کے بر طرف ہونے کے بعد ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہیں	۳۶

Presented by Ziaraat.Com

عنوان	صفحہ
عذاب کے نزول کے وقت ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہیں	۳۷
کمزور اور ناتوان افراد پر عذاب نہیں ہے	۴۰
جو لوگ ہجرت کر سکتے ہیں ان کا عذر قابل قبول نہیں	۴۳
کفار کی قبض روح میں سختی اور مومن کے لیے آسانی	۴۵
بندہ مومن کی قبض روح کے وقت پروردگار کا تامل	۴۶
بندہ مومن کی قبض روح کے وقت خدا کا لطف و کرم	۴۹
حالت احتضار میں آئمہ طاہرین علیہم السلام کا حضور	۵۶
جنت میں صرف نور و آزادی اور آرام ہی آرام ہے	۶۰
اصحاب سید الشہداء کا لقاء الٰہی کے لیے اشتیاق	۶۰
حضرت سید الشہداء کا کلمہ حق کی بلندی کے لیے موت کا اشتیاق	۶۴

نویں مجلس صفحہ ۶۷ سے ۱۳۲ تک

اولیاء خدا کو خوف وہراس نہیں اور نہ ہی ان کے لئے موت کی سختی ہے۔

ولایت کے معنی اور اس کے آثار	۶۹
اولیاء اللہ میں صفات الٰہی کی تجلی کی کیفیت	۷۱
عرفاء کی صفات کے بارے میں خواجہ نصیر الدین طوسی کا میں کلام	۷۶
اولیاء خدا، شیطان کی دسترس سے باہر ہیں	۷۹
اولیاء اللہ کے چہروں پر خوف وہراس کی گرد بھی نہیں بیٹھتی	۸۱
اولیاء اللہ کا ایمان مرحلہ کمال پر ہوتا ہے	۸۵

Presented by Ziaraat.Com

عنوان	صفحہ
اولیاء اللہ کو بشارت غیر اولیاء اللہ کے علاوہ ہے	۸۷
قرآن کریم میں نعمت سے مراد وہی ولایت ہے	۹۰
داستان غزوہ حمراء الاسداور مقام ولایت و علمبرداری	۹۱
قول ثابت سے مراد کلمہ توحید ہے	۹۸
حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا اولیاء خدا کی نشانی اور علامات میں خطبہ	۹۹
خدا کے خاص بندے ہدایت و معرفت کے چراغ جلاتے ہیں	۱۰۳
اولیاء خدا ہدایت کی نشانی اور پرچم ہیں	۱۰۴
اولیاء خدا براہ راست جنت میں جائیں گے	۱۰۷
امیر المومنین علیہ السلام کا اپنے برادر دینی کی توصیف میں کلام	۱۰۸
اولیاء خدا کی پیروی کرنے والے اولیاء خدا کے ساتھ	۱۱۳
اولیاء اللہ کی اطاعت عین اطاعت خدا ہے	۱۱۵
اولیااللہ کی پیروی کالازمہ ان سے ملحق ہونا ہے	۱۱۹
اولیاء خدا کے احتضار کے وقت آئمہ طاہرین علیہم السلام کا حاضر ہونا	۱۲۴
"جون" سیاہ غلام کا حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں شامل ہونا	۱۲۸
حضرت سید الشہداء علیہ السلام سے ان کے اصحاب کا ملحق ہونا	۱۲۹

دسویں مجلس صفحہ ۱۳۳ سے ۱۸۱ تک

مومنین کا اولیاء خدا اور منکرین کا اولیاء شیطان کے ساتھ محشور ہونا

مرنے سے پہلے انسان کو سعادت و شقاوت کا اختیار ہے	۱۳۵
موت کے وقت اچھائی و برائی اپنی اصل کی طرف پلٹ جاتی ہیں	۱۳۸

Presented by Ziaraat.Com

عنوان	صفحہ

مومنین کا اولیاء خدا اور منکرین کا اولیاء شیطان کے ساتھ محشور ہونے کے بارے میں امام محمد باقر علیہ السلام کی فرمائش ۱۴۴
مومن کا دنیوی بلاء و مصیبت میں گرفتار ہونا اس کے گناہوں کا کفارہ ہے اور کافر کا دنیوی لذتوں سے استفادہ اس کی نیکیوں کا بدلہ ہے ۱۴۹
شیطان؛ اچھائیوں کی برائیوں سے جدائی کا سبب ۱۵۱
مومن امتحان کے وقت پہاڑ کی طرح مضبوط ہیں ۱۵۵
حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کی خدمت میں حارث ہمدانی کا مشرف ہونا ۱۵۷
دین خدا لوگوں سے نہیں پہچانا جاتا بلکہ حق کی علامتوں سے پہچانا جاتا ہے ۱۶۲
حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کا اپنے بارے میں حارث ہمدانی سے کلام ۱۶۳
امیر المؤمنین علیہ السلام قسیم النار والجنہ ہیں ۱۶۵
امیر المؤمنین علیہ السلام کی حارث سے گفتگو کے متعلق سید حمیری کے اشعار ۱۶۹
سید حمیری کے اشعار کا ترجمہ ۱۷۱
سید حمیری کی زندگی پر ایک نظر ۱۷۲
سید حمیری کے وقت انتقال کے حالات و واقعات ۱۷۵

گیارہویں مجلس صفحہ ۱۸۳ سے ۲۲۶ تک

عالم طبعیت اور برزخ و قیامت کی خصوصیات

خصوصیات عالم برزخ ۱۸۵
عالم برزخ، عالم مادہ و دنیا سے اور عالم نفس و قیامت، عالم برزخ سے وسیع ہے ۱۹۰
عالم خیال کے تجرد کے بارے میں حکماء کے نظریات ۱۹۴
انسان کے تین عوالم؛ بدن، ذہن، نفس ۱۹۷

Presented by Ziaraat.Com

عنوان | صفحہ

حقیقت نفس کے بارے میں امیر المؤمنین علیہ السلام سے منسوب اشعار ۱۹۹
حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تینوں قوتیں ذات پروردگار کے لیے ۲۰۰
وجود انسان کی تینوں مراتب کا تذکرہ نیمہ شعبان کی مخصوص دعاؤں میں ۲۰۶
منکر و نکیر کے سوال وجواب کے بارے میں روایت ۲۰۸
مرنے کے بعد انسان کا عمل اس کا رفیق ہے ۲۱۲
مومن وکافر سے منکر و نکیر کے سوال وجواب ۲۱۴
کافر کی قبر پر عذاب کی سختی ۲۱۶
مردے کی مثالی صورت کے مشاہدے کی داستان ۲۱۷
جو لوگ اپنا محاسبہ رکھتے ہیں ان کی راہ بہت آسان ہے ۲۲۰
مومن کے انتقال کے وقت اس کی کامیابی پر ابلیس کا افسوس ۲۲۳
صبح عاشورا بریر بن خضیر ہمدانی کا واقعہ ۲۲۵

بارہویں مجلس صفحہ ۲۲۷ سے ۲۶۳ تک

عالم طبیعت اور برزخ وقیامت کی خصوصیات

انسان کا دنیا میں کردار بدن کا مثالی صورت سے اتحاد کے ساتھ ہے ۲۳۲
برزخی زندگی پر قرآنی آیات کی دلالت ۲۳۵
دنیا سے عبور کرکے بلافاصلہ برزخ میں داخلہ ہے ۲۳۹
رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قریش کی مقتولین جنگ بدر سے گفتگو ۲۴۱
حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی مقتولین جنگ جمل سے گفتگو ۲۴۲
امام جعفر صادق علیہ السلام کی بقاء نفس کے بارے میں زندیق سے گفتگو ۲۴۷
حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سعد بن معاذ کی تشیع جنازہ میں ۲۴۹

Presented by Ziaraat.Com

عنوان | صفحہ

ملا محمد ہادی نراقی کا وادی السلام میں ایک مردے سے گفتگو کرنے کا واقعہ ۲۵۱
حضرت مریم علیہا السلام کے لیے محراب میں ملکوتی دستر خوان ۲۵۶
حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے لیے آسمانی دستر خوان کا نازل ہونا ۲۵۷
حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملکوتی شربت علی اکبر علیہ السلام کو عطا فرمایا ۵۶۱

تیرہویں مجلس صفحہ ۲۶۵ سے ۳۰۷ تک

عالم برزخ میں دنیوی راہ سعادت و شقاوت ایک طرفہ ہو جاتی ہے

جن آیات میں سزا و جزا زمانے سے مخصوص ہیں وہ برزخی ہیں ۲۶۷
برزخ میں جنت و جہنم کے نمونے موجود ہیں ۲۷۱
برزخ میں قیامت کی جنت و جہنم کا دریچہ کھل جائے گا ۲۷۵
عالم برزخ کے وجود پر قرآنی آیات کی دلالت ۲۷۵
برزخ میں انسان کے باطن سے سوال ہوگا کہ جہاں جھوٹ کا امکان نہیں ہے ۲۷۸
"الہ" یعنی وہ جس کی طرف انسان کا قلب متوجہ ہے ۲۸۱
من ربک سوال پر جو جواب دیے جائیں گے ۲۸۴
موت کے بعد مومن و کافر کے حالات ۲۸۶
کافر کی قبض روح کی سختی کو حیوانات محسوس کرتے ہیں ۲۹۰
قرآن کریم میں معیشت ضنکا سے مراد عالم برزخ کا عذاب ہے ۲۹۱
وادی السلام سے متعلق سید جمال الدین گلپائگانی کی داستان ۲۹۴
مرحوم قاضی کی مرحوم عاملی کو نصیحتیں اور وادی السلام میں توقف ۲۹۵

Presented by Ziaraat.Com

عنوان	صفحہ
مردے کے بات کرنے کے سلسلے میں امام زین العابدین علیہ السلام کی فرمائش	۲۹۷
حضرت فاطمہ بنت اسد علیہا السلام کی حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں تجہیز و تکفین اور تدفین	۲۹۹
حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خدیجہ بنت خویلد اور حضرت فاطمہ بنت اسد علیہاالسلام کے لیے صدقات دیتے تھے	۳۰۲
حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی غیب کی خبریں اور آپ کی نماز جنازہ	۳۰۴

چودھویں مجلس صفحہ ۳۰۹ سے ۳۵۴ تک

برزخ میں انسان کا ملکوتی شکل و صورت میں ظاہر ہونا

برزخ میں انسان اور اس کے اعمال ملکوتی صورت میں نظر آئیں گے	۳۱۱
موجودات کی صورتوں میں ملکوتی روابط	۳۱۳
عالم طبع و مادہ، عالم ملکوت سے نچلا حصہ ہے	۳۱۷
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابو بصیر کو ملکوتی صورتیں دکھائیں	۳۲۲
ایک عارف کا ملکوتی صورت میں افراد کو دیکھنا	۳۲۴
حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معراج میں بعض افراد کو ملکوتی صورت میں دیکھنا	۳۲۵
عالم برزخ و قیامت میں اعمال ملکوتی صورت میں ہونے کے متعلق روایات	۳۲۹
جنت کی عمارتوں میں فرشتوں کے نفقہ کے متعلق روایات	۳۳۳
امت کے دس قسم کے لوگوں کی صورتیں تبدیل ہو جائیں گی	۳۳۴
مومن کلمہ طیبہ ہے	۳۳۸
کافر خبیث درخت کی مانند ہے کہ جو زمین سے اکھڑ چکا ہے	۳۳۹
کلم طیب روح مومن، اور عمل صالح اس کو بلند کرنے والا ہے	۳۴۱

Presented by Ziaraat.Com

عنوان	صفحہ
مردوں سے بات کرنا ان کی برزخی صورت میں ہے	۳۴۲
حضرت عیسی کے وصی شمعون کا جنگ صفین میں اپنی برزخی حالت میں آنا	۳۴۶
امیر المومنین علیہ السلام کے جنگ صفین میں وفادار اصحاب	۳۴۹
حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا اپنی شہادت سے ایک ہفتہ پہلے خطبہ	۳۵۰
روزہ عاشورا مسلم ابن عوسجہ کی شہادت	۳۵۲

Presented by Ziaraat.Com

هوالعلیم

نصاب علوم و معارف اسلام (۳)

معاد شناسی

دوسری جلد

تالیف

حضرت علامہ آیت اللہ حاج سید محمد حسین حسینی طہرانی

قدس اللہ نفسہ الزکیہ

ترجمہ

سید سبط حیدر زیدی

Presented by Ziaraat.Com

Presented by Ziaraat.Com

آٹھویں مجلس

کامیابی؛ اختیاری طور پر خدا پر ایمان رکھنے اور

تعبداً احکام دین کی پیروی کرنے میں ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

Presented by Ziaraat.Com

أَعُوذُ بِاللہِ مِنَ الشَّیطَانِ الرَّجِیمِ

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

الْحَمْدُ للهِ رَبِّ الْعالَمینَ و الصَّلَوۃُ و السَّلامُ عَلَی سَیِّدنا مُحَمَّد و آله الطّاهِرینَ وَ لَعْنَۃُ اللهِ عَلَی أَعْدائِهِمْ أَجْمَعینَ مِنَ الانَ إلَی قیامِ یَوْمِ الدِّینِ وَ لَا حَوْلَ و لا قُوَّۃَ إلَّا بِاللهِ الْعَلیِّ الْعَظیم[1]۔

قال اللہ الحکیم فی کتابہ الکریم:

"هَلْ یَنظُرُونَ إِلاَّ أَن تَأْتِیهُمُ الْمَلآئِکَۃُ أَوْ یَأْتِیَ رَبُّکَ أَوْ یَأْتِیَ بَعْضُ آیَاتِ رَبِّکَ یَوْمَ یَأْتِی بَعْضُ آیَاتِ رَبِّکَ لاَ یَنفَعُ نَفْسًا إِیمَانُهَا لَمْ تَکُنْ آمَنَتْ مِن قَبْلُ أَوْ کَسَبَتْ فِی إِیمَانِهَا خَیْرًا قُلِ انتَظِرُواْ إِنَّا مُنتَظِرُونَ"[2]۔

تمام مخلوقات کہ جن کو خداوند تبارک وتعالیٰ نے خلق کیا ہے(وہ مخلوقات علوی ہوں یا سفلی، مقرب فرشتے ہوں یا دوسری مخلوقات کہ جو عالم طبیعت و مادہ میں ہیں جیسے حیوانات) صرف انسان کے اندر ایک خاصیت پائی جاتی ہے کہ جو خود اسی سے مختص ہے اور وہ یہ کہ: خداوند عالم نے اس کو مختلف غرائز اور متضاد صفات کے ساتھ خلق کیا ہے اور اسی کے ساتھ اس کو

---

۱ - یہ مطالب آٹھویں ماہ رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ کو بیان ہوئے ہیں۔

۲ - سورہ انعام، آیت ۱۵۸۔

Presented by Ziaraat.Com

عقل اور اختیار بھی عطا کیا ہے کہ وہ جس طرف چاہے جا سکتا ہے۔ اور اسی بنا پر وہ خداوند عالم کی طرف سے مکلّف قرار دیا گیا ہے[۱]۔

فرشتوں کو خدا نے خلق کیا اور ان میں سے ہر ایک کو علم اور ایک خاص ذمہ داری دی ہے کہ وہ اس حکم سے تجاوز نہیں کر سکتے ہیں لہٰذا ان کے اندر ترقی اور تکامل نہیں ہے اور دوسری تمام مخلوقات بھی اسی طرح ہیں۔

مگر انسان مکلّف ہے اور اس پر (خداوند عالم کی طرف سے) کچھ تکلیفیں ہیں اور اس کے یہاں ارادہ، اختیار اور قابلیت واستعداد پائی جاتی ہے لہٰذا اگر اس کی صحیح اور درست تربیت کر دی جائے تو یہ ادب حقیقی سے مزین ہو کر کمال کے مقام کو طے کر سکتا ہے۔ اور دوسری طرف تربیت نہ ہونے کی بنا پر اپنے کمال جوہر اور استعداد کو ضائع کر دیتا ہے اور دنیا وآخرت میں خسران سے رو برو ہوتا ہے اور اس پر ہمیشہ کے لئے مہر ضلالت و گمراہی لگا دی جاتی ہے۔

حالت احتضار و سکرات موت کے وقت ایمان لانا بے فائدہ ہے

انسان کا اصل وجود، سعادت کی طرف حرکت کرنا اور شقاوت و بد بختی سے بچنا ہے لہٰذا اس بنا پر جنت و جہنم کہ جن کو خداوند عالم نے خلق کیا ہے ان انسانوں کے لئے ہیں کہ جو صاحب ارادہ و اختیار ہوں اور اپنی استعداد کو کمال تک پہونچانے کے لئے مقام فعلیت میں لا سکیں۔ یا اس کے برعکس کہ اپنی

۱۔ جن بھی گرچہ مکلّف ہیں اور بعض چیزوں میں صاحب اختیار ہیں مگر ان کا وجود انسان کی نسبت بہت ہی کمزور ہے لہٰذا ان کو بھی انسان کے تابع ہی فرض کیا جائے۔

Presented by Ziaraat.Com

استعداد اور اختیار کو اس طرح خراب اور ضائع کردیں کہ صرف اور صرف اس کو شہوات اور اوہام میں استعمال کریں اور اس کو متعفن و بدبودار بنادیں۔

لہٰذا اسی لئے جب تک انسان اختیار رکھتا ہے توبہ کا راستہ اس کے لئے کھلا ہوا ہے اور اس کا ایمان موثر و اثر انداز اور اس کے اعمال صحیح ہیں۔ لیکن جیسے ہی اس کا اختیار کا راستہ بند ہو جائے اور وہ خود کو کوئی ایک راستہ انتخاب کرنے پر مجبور پائے اس وقت اس سے تکلیف ساقط ہو جاتی ہے اس وقت اس کے ایمان کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور وہ ایمان اس کے کمال نفس میں کوئی بھی مثبت کردار ادا نہیں کرسکتا۔

انسان اپنے عمر کے تمام مدت و لحظات میں اختیار رکھتا ہے چاہے ایمان لائے یا نہ لائے، اعمال نیک و صالح بجالائے یا نہ لائے، درجات کو طے کرے اور جنت کی طرف قدم بڑھائے یا پھر اپنے آپ کو جہالت و گمراہی کے اندھیروں میں گم کردے اور حیوانی غرائز وصفات کو اپنا شیوہ بنا کر جہنم کا راہی ہو جائے۔

لیکن عمر کا وہ آخری وقت اور لحظہ کہ جب انسان حالت احتضاراور سکرات موت میں مبتلا ہوگا اور وہ لحظہ کہ جو اس دنیا میں آخری لحظہ اور آخرت کا سب سے پہلا لحظہ ہے کہ جس وقت پردے انسان کی آنکھوں پر سے اٹھالئے جاتے ہیں اور انسان حقائق کو درک کرنے لگتا ہے اس وقت انسان کا اختیار اس سے سلب ہوچکا ہوتا ہے اور اب اس کا خدا اور اس کے رسولوں اور قیامت پر ایمان لانا بے فائدہ اور بے ثمر ہوتا ہے کیونکہ اس کا ایمان اضطرار اور مجبوری

Presented by Ziaraat.Com

ہے اور اس کے اختیار سے باہر ہے اور اب یہ وہ وقت ہوگا کہ اس کا توبہ کرنا اور خدا کی طرف پلٹنا بھی قابل قبول نہیں ہوتا۔

اس آیہ شریفہ " هَلْ يَنظُرُونَ إِلاَّ أَن تَأْتِيهُمُ الْمَلآئِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لاَ يَنفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِن قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا قُلِ انتَظِرُواْ إِنَّا مُنتَظِرُونَ "[۱]۔ میں بھی کہ جس کو ابتدائے کلام میں ذکر کیا گیا ارشاد خداوندی ہے:

کیوں لوگ ایمان نہیں لاتے؟ اور کیوں اعمال صالح انجام نہیں دیتے؟ باوجود اس کے کہ ابھی صاحب ارادہ واختیار ہیں۔

وہ لوگ اس انتظار میں ہیں کہ فرشتے آسمان سے نازل ہوں تب ایمان لائیں گے، یا تمہارا خدا ان کی طرف آئے، یا بعض آیات غضب اور علامات عذاب خدا ان پر ظاہر ہوں تب وہ ایمان لائیں گے؟!

جب عالم غیب سے قہر وعذاب خداوندی کی بعض نشانیاں ظاہر ہونے لگیں تب کسی کے ایمان لانے کا یا جو ایمان لائے اور اپنے ایمان کے ساتھ عمل خیر انجام نہیں دیا تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

اس لئے کہ ان کا ایمان مجبوری اور اضطراری حالت کا ہے۔ وہ ایمان دنیا کے نابود ہونے اور اختیار کے سلب ہونے کے بعد کا ہے۔ ان کا وہ ایمان بدن کے خراب ہونے اور شہوات و غرائز اور ارادہ کے تمام ہونے کے بعد کا ہے۔

۱۔ سورہ انعام، آیت ۱۵۸۔

Presented by Ziaraat.Com

ہاں! یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے جب تک عالم غیب سے کسی چیز کا مشاہدہ نہ کرلیں، لیکن جس وقت وہ مشاہدہ کریں گے اور دیکھیں گے اس وقت انکا ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

قُلِ انتَظِرُواْ إِنَّا مُنتَظِرُونَ-اے پیغمبر ان سے کہدیجیے! تم انتظار کرو، ہم بھی انتظار کر رہے ہیں۔ تم ایمان نہ لاؤ اور نہ ہی عمل صالح انجام دو اور اس بات کے انتظار میں رہو کہ عالم غیب سے کسی چیز کا مشاہدہ کرو۔

ہم بھی انتظار میں ہیں کہ جس وقت تم عالم غیب سے کسی چیز کو دیکھو گے تو ہم بھی اس بات کا مشاہدہ کریں گے کہ تم اس وقت سمجھوگے کہ تمہارا اس وقت ایمان لانا بے فائدہ ہے اور وہ ایمان تمہارے کسی بھی کام نہ آئے گا۔

سابقہ امتیں اپنے باطل علم و سرمایہ پر اعتماد کرتے ہوئے حق کے مقابل تسلیم ہونے سے انکار کرتی تھیں

سورۂ غافر (کہ جو سورہ مومن کے نام سے بھی جانا جاتا ہے) کے آخر میں خداوند عالم گذشتہ امتوں کا حال بیان فرماتا ہے کہ انہوں نے اپنے زمانہ کے انبیاءؑ کی دعوت پر لبیک نہ کہا۔

انبیاءؑ جتنا بھی انہیں خدا کی طرف بلاتے اور انہیں اعمال نیک و صالح انجام دینے کی رغبت دلاتے تھے وہ یہی کہتے تھے کہ تمہاری یہ باتیں ہمارے کام کی نہیں ہیں ہم تب تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں۔ وہ غیب کہ جس کی تم باتیں کرتے ہو ہم کو آنکھوں سے دکھنا ہے مثلاً

Presented by Ziaraat.Com

عذاب کو، فرشتوں کو خدا کو ہم دیکھیں ورنہ ہم کبھی بھی ایمان نہ لائیں گے۔ اور یہ بات ہماری عقل و فہم اور علم سے بہت دور ہے کہ ہم جن چیزوں کو نہیں دیکھتے صرف ایک پیغمبر کے کہنے سے ان کا یقین کرلیں اور اپنا ایمان و عقائد اس پر استوار کرلیں۔

اور جس قدر بھی انبیاءؑ منطق اور دلیلوں کے ذریعے ثابت کرتے کہ جس طرح تم سوچ رہے ہو ویسا نہیں ہے؛خداوند عالم نے تم کو وجدان و فطرت اور عقل و درایت عنایت فرمائی ہے ہماری باتوں کو ان چیزوں پر پرکھو تب ہماری باتیں تمہاری سمجھ میں آئیں گی کہ کس درجہ یہ درست اور صحیح ہیں؛مگر ان باتوں کا ان پر کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔

یہاں تک کہ عذاب آپہونچتا تھا اور ان کا کام پوری طرح سے تمام ہوجاتا تھا (نیست و نابود ہوجاتے تھے)۔

امتی لوگ پیغمبروں کو اذیتیں پہونچاتے، قیدخانہ میں ڈالتے، ان کو شہروں سے باہر کردیا کرتے تھے، ان کو طرح طرح سے تکلیفیں اور اذیتیں دی جاتی تھیں مثلاً آرے سے چیر دیا جاتا تھا، پہاڑوں اور جنگلوں میں چھوڑ دیا جاتا تھا۔ مختلف انواع و اقسام کی زحمتیں اور مشقتیں انبیاءؑ کو دیتے تھے، مگر حق کے سامنے سر تسلیم خم کرنے اور اس کو قبول کرنے پر وہ لوگ تیار نہ ہوتے تھے اور کبھی بھی وہ لوگ جو انبیاءؑ کے مقابل آتے تھے تفکر و تعقل و تامل سے کام نہیں لیتے تھے اور عقل کو کبھی بھی اس بات کی زحمت نہیں دیتے تھے کہ انبیاءؑ کی باتوں پر غور و فکر کریں۔

Presented by Ziaraat.Com

یہاں تک کہ انبیاءؑ تھک ہار کر دعا کرتے تھے کہ خدایا ہم ان سرکشوں اور باغیوں سے تنگ آچکے ہیں خود تو جو چاہے ان کے ساتھ کر ہماری باتوں پر یہ کان نہیں دھرتے۔

اس وقت خدا اپنے عذاب کو ان پر مسلط کر دیتا تھا۔ مثلاً: آندھی، طوفان، مرض و بیماری، موت، شدید زلزلہ، زمین کا دھسنا اور پھٹنا، غرقابی اور مسخ ہونا۔اور دوسرے انواع و اقسام کے عذاب کہ جن کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔

تمام امتوں میں سے صرف ہمارے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت پر سے خدا نے عذاب کو اٹھایا ہے اور یہ آنحضرتؐ کے وجود کی برکت ہے کہ خدا نے ان کے طفیل عذاب آسمانی و زمینی سے اس امت کو محفوظ رکھا ہے۔ قرآن کریم میں خدا ارشاد فرماتا ہے: " وَ مَا كانَ اللهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ أنت فِيهِمْ وَ مَا كانَ اللهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَستَغْفِرُونَ "[۱]۔

اے پیغمبر! جب تک آپ اس امت میں ہیں خدا عذاب نہیں کرے گا اور اسی طرح جب تک وہ لوگ استغفار کرتے رہیں گے ان پر خدا عذاب نہیں کرے گا۔

ہاں! انبیاءؑ اور ان کی امتوں کے درمیان ہمیشہ اختلاف رہا ہے۔انبیاءؑ و پیغمبران الٰہی ہمیشہ انہیں عالم غیب اور حق کی طرف بلاتے تھے اور امتی لوگ

۱۔ سورہ انفال، آیت ۳۳۔

Presented by Ziaraat.Com

کہ جن کا سارا بھروسہ مال وثروت اور باطل غرور پر تھا، حق کی باتوں کو قبول کرنے اور حق سے سامنے تسلیم ہونے سے منع کردیتے تھے۔

" فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَتِ فَرِحُوا بِمَا عِندَهُم مِنَ الْعِلْمِ وَ حَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ * فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا ءَامَنَّا بِاللَّهِ وَحْدَهُ وَ كَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهِ مُشْرِكِينَ * فَلَمْ يَكُ يَنفَعُهُمْ إِيمَنُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا سُنَّتَ اللَّهِ الَّتِى قَدْ خَلَتْ فِى عِبَادِهِ وَ خَسِرَ هُنَالِكَ الْكَفِرُونَ "[۱]۔

خداوند عالم قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: جب ہماری شدت و سختی ان امتوں تک پہونچی اور انہوں نے اپنے آپ کو ہمارے عذاب وغضب میں مبتلا پایا تو کہنے لگے کہ ہم اب ایمان لے آتے ہیں اس خدا پر کہ جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور انہیں کہ جن کو خدا کا شریک ٹھہراتے تھے اور خدا کے مد مقابل اثر دار (موثر) سمجھتے تھے ان کا انکار کرتے ہیں۔

حالانکہ جب وہ ارادہ واختیار رکھتے تھے اور پیغمبران وانبیاءؑ ان کی طرف آتے تھے اور نرم وملائم زبان کے ذریعہ ان کو وعظ ونصیحت کرتے تھے، مگر وہ کبھی بھی ان کی باتوں کو سننے کے لئے تیار نہیں ہوتے تھے اور اپنے علم ودانش پر انہیں بڑا بھروسہ تھا۔ " فَرِحُوا بِمَا عِندَهُم مِّنَ الْعِلْمِ "

پیغمبروںؑ سے کہتے تھے: تمہاری باتیں کسی قابل نہیں ہیں، کہتے ہو: ہم خدا اور عالم غیب کی خبر رکھتے ہیں تو بتاؤ کہ عالم غیب کہاں ہے؟ خدا کون ہے؟

۱۔ سورہ غافر، آیت ۸۳ تا ۸۵۔

Presented by Ziaraat.Com

ہم خود صاحب علم ہیں، ہمارا اپنا مکتب ہے اپنی یونیورسٹی ہے، ہم ماہرین فن ہیں، ہم نے مہارت حاصل کی ہے، ہم نے ایٹم کو کشف کیا ہے، ہم نے تمام امراض وبیماری کی تحقیق کی ہے ہم نے میکروب کی حقیقت کو کشف کیا ہے، ہم نے تیسرے درجہ کے معادل کو حل کرلیا ہے ہم جتنی بھی قدرت وتوانائی اور علم رکھتے ہیں ان پر ہمارا بھروسہ اور یقین ہے۔

یہ افراد اس قدر اپنے علوم و فنون پر مغرور تھے اور اتنا ان پر خوش و مسرور تھے کہ اس کے ماوراء کا وہ تصور بھی نہیں کرتے تھے۔ اور ان کا غرور و تکبر ان کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا تھا کہ وہ اس بات کو سمجھ سکیں کہ ان کے علم سے بالاتر علم بھی موجود ہے اور وہ پیغمبروں کا علم ہے۔

یہ بے چارے اس بات کو درک نہیں کرپارہے تھے کہ ان کا علم پیغمبروںؑ کے علوم حضوری اور شہودی کے مقابل، دریاکے سامنے ایک قطرہ کی حیثیت رکھتا ہے ۔ان تمام علوم اور دانش کی پیغمبروںؑ کے علم کے سامنے ایسی حیثیت ہے جیسے بے نہایت عدد کے مقابل صفر۔

دین کے دستورات کی بنیاد تعبد پر ہے

حق کو مان لینا،علوم پیغمبران الہی کے سامنے تسلیم ہونا اور مقام عبودیت وبندگی کی طرف قدم بڑھانا چاہیے۔

یہ دانش اور علوم ظاہری، طبیعی اور مادی ہیں کہ جن کو بشر نے اپنی بصارت و سماعت اور اپنی استعداد ذھنی وفکری سے حاصل کیا ہے اور انسان اس پر بھروسہ اور تکیہ کئے ہوئے ہے مگر علوم انبیاءؑ عالم غیب اور عالم سر سے اخذ

Presented by Ziaraat.Com

کیا ہوا ہوتا ہے اور وہ علوم، تمام علوم طبیعت اور مادی علوم پر حاکم ہوتا ہے۔ وہ اعمال و افعال کہ جو انبیاءؑ انجام دیتے ہیں ان کا مقایسہ اور مقابلہ کسی بھی انسان کے افعال و اعمال کے ساتھ ممکن نہیں۔

بشر کو چاہئے کہ وہ پیغمبروں اور نبیوں کے سامنے خاضع اور خاشع رہے نہ یہ کہ ان سے کٹ حجتی کرے اور رکھے کہ قرآن مجید کی اس آیت کا فلسفہ کیا ہے؟ اگر میری سمجھ میں آیا تو قبول کروں گا ورنہ میں نہیں مانوں گا؛ یہ بات بالکل غلط ہے۔

اس لئے کہ اگر تم نے آیت کے فلسفہ کو جان کر اسے مانا اور قبول کیا تو پھر یہ آیت کو قبول کرنا نہ ہوا اور نہ ہی نبی خدا کی بات کو ماننا ہوا۔ بلکہ تم نے اپنی فہم و فراست کو مانا اور اس کو قبول کیا ہے اور تم نے اپنے نفس و ذات اور اپنی فکر پر بھروسہ کیا ہے۔

لہٰذا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم نے پیغمبر کے راز اور پیغمبر کے قلب سے تقویت حاصل نہیں کی ہے اور علوم باطنیہ کے عطر کی خوشبو تمہارے نفس و جان کے مشام تک نہیں پہونچی ہے۔

لیکن وہ کہ جو پیغمبرؐ کا مطیع اور ان پر اعتقاد رکھتا ہے کہ پیغمبرؐ کا رابطہ عالم غیب سے ہے اور جو کچھ بھی وہ کہتے ہیں عین حقیقت اور واقع ہے، خواہ میں اس بات کو سمجھ پاؤں یا نہ سمجھوں، وہ شخص ترقی کرتا ہے آگے بڑھتا ہے اور پیغمبرؐ کے باطن سے الہام حاصل کرتا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

اسی لئے دین کے دستورات اور احکامات کی بنا اور اساس تعبد اور بندگی پر ہے یہاں تک کہ وہ باتیں کہ جن کے فلسفہ اور منطق سے انسان آگاہ بھی ہے اگر ان کو بھی پیغمبروں سے بطور بندگی لیتا اور دل و جان سے اسے قبول کرتا ہے تو یہ انسان کے لئے بہت ہی بہتر ہے۔

اصل میں پیغمبروں کا مکتب، حقائق کی طرف لے جانا، عالم غیب و عالم باطن سے فیض حاصل کرنا اور واقعیات کی طرف بلانا اور دعوت دینا ہے اور ان کے دین و مذہب ومکتب کی اساس اور بنیاد یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کی خواہشات کی زنجیروں سے آزاد ہو کر اس خدا کا تابع اور فرمابردار ہو جائے کہ جو عین حق ہے۔

اور اگر یہ طے ہو کہ انسان تمام علوم انبیاءؑ کو اپنی فکر و نظر اور اپنے طریقہ سے ناپے تولے اور پھر جو اسے پسند آئے اسے قبول کرے اور جو پسند نہ آئے اسے رد کردے اور قبول نہ کرے تو، واویلا ہے۔

ہر انسان کا سلیقہ، طریقہ اور فکر و نظر جدا ہے لہٰذا جتنے لوگ ہیں اتنی ہی فکر و نظر بھی ہوں گی اس لیے کہ ہر آدمی کی فکر اور اس کا فلسفہ اور منطق تمام دیگر افراد کی افکار سے موافقت کرے یہ بات محال ہے۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ جنہوں نے دستورات واحکام خداوندی کو اپنی فکر و نظر پر پرکھنے کی سعی و کوشش کی اور اپنے علم و دانش کی بنا پر اسے سمجھنا چاہا وہ اپنے ہی غرور و تکبر میں رہ گئے اور اپنے باطل آراء و نظریات کے جہنم میں خود ہی جل گئے۔

Presented by Ziaraat.Com

مگر وہ افراد کہ جنہوں نے پیغمبروںؑ کے دستورات کو نورانیت سمجھا اور اسے تسلیم کرکے ان کے فرمانبردار رہے اور ان کے نقش قدم پر چلے ان کے لئے حقائق روشن ہو گئے اور انہوں نے اسرار احکام اور ان کے فلسفہ اور حکمت کو بھی عالم مبدا سے درک کرلیا۔

احکام شریعت کے تعبدی ہونے پر ملا صدرا کا کلام

مرحوم صدر المتألہین نے اس بارے میں کہ احکام شرعیہ تعبدی اور بر اساس بندگی ہیں اور ان کو بغیر کسی چوں وچرا اور ان کے فلسفہ اور اسباب کو سمجھے بغیر قبول کرلینا چاہئے، "اسفار" کے مقدمہ میں دلچسپ باتیں بیان فرمائی ہیں اور وہ یہ ہیں:

وَ انِّي لَأَستَغفرُ اللّٰهَ كَثيراً ممَّا ضَيِّعتُ شَطرًا من عُمرى فِي تَتَبُّعِ آرَاء المُتَفَلسَفَة وَ المُجَادلينَ منَ اَهلِ الكَلَامِ وَ تَدقيقَاتِهِم وَ تَعَلُّمِ جُرَبُزَتِهِم فِي القَولِ وَ تَفَنُّنِهِم فِي البَحثِ حَتَّى تَبَيَّنَ لِي آخرَ الأمرِ بِنُورِ الإيمَانِ وَ تَأييد اللّٰه المَنَّانِ أَنَّ قياسهُم عَقيمٌ وَ صراطَهُم غَيرُ مُستَقيمٍ.

فَألقَينَا زِمَامَ أَمرِنَا إِلَيهِ وَ إِلَى رَسُوله النَّذيرِ المُنذرِ، فَكُلُّ مَا بَلَغَنَا منهُ آمَنَّا بِه وَ صَدَّقنَاهُ وَ لَم نَحتَل اَن نُخَيِّلَ لَهُ وَجهًا عَقليًا وَ مَسلَكًا بَحثيًّا بَل اقتَدَينَا بِهُدَاهُ وَ انتَهَينَا بِنَهيِه امتثَالاً لِقَوله تَعَالَى: مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَ مَا نَهَاكُم عَنهُ فَانتَهُوا،[1] حَتَّى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَى قَلبِنَا مَا فَتَحَ فَأفلَحَ بِبَرَكَةِ مُتَابِعَتِه وَ أَنجَحَ[2]۔

۱۔ سورہ حشر، آیت ۷۔

۲۔ مقدمہ اسفار اربعہ، ملا صدرا، ج۱، ص ۴۔ (حقیقت میں خداوند عالم سے بہت ہی زیادہ عفو و بخشش کا طلبگار ہوں اس لئے کہ میں نے اپنی عمر کا ایک حصہ فلسفیوں کے آراء و نظریات کو سمجھنے اور اہل کلام سے جدال اور ان سے گفتگو اور بحث کرنے کا طریقہ سیکھنے میں گزار دیا، آخر کار ایمان کی روشنی اور خداوند عالم

Presented by Ziaraat.Com

فرمان خدا کی اطاعت کے ضروری ہونے پر علامہ طباطبائی کا کلام

اسی طرح علامہ طباطبائی (مدظلہ) سورہ اعراف کی اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں: " قَالَ مَا مَنَعَكَ أَلا تَسجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ قَالَ أَنَا خَيرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنى مِن نَّارٍ وَ خَلَقْتَهُ مِن طِينٍ "[۱]۔

وہ تحریر کرتے ہیں: " وَ بِالْجُمْلَةِ هُوَ سُبْحانَهُ اللهُ الَّذي مِنْهُ يُبْتَدى كُلُّ شَيْءٍ وَ إِلَيْهِ يَرْجِعُ كُلُّ شَيْءٍ، فَإِذا خَلَقَ شَيْئًا وَ حَكَمَ عَلَيْهِ بِالْفَضْلِ كانَ لَهُ الْفَضْلُ وَ الشَّرَفُ واقِعًا وَ بِحَسَبِ الْوُجود الْخارِجيّ؛ وَ إِذا خَلَقَ شَيْئًا ثانِيًا وَ أَمَرَهُ بِالْخُضوعِ لِلاوَّلِ كانَ وُجودُهُ ناقِصًا مَفْضولاً بِالنِّسْبَةِ إِلَى ذٰلِكَ الاوَّلِ فَإِنَّ الْمَفْروضَ أَنَّ أَمْرَهُ إِمّا نَفْسُ التَّكْوينِ الْحَقِّ أَوْ يَنْتَهي إِلَى التَّكْوينِ.

کے لطف و کرم سے میں اس نتیجہ پر پہونچا کہ ان کے قیاس و نظریات بے ثمر اور ان کی راہ و روش غلط ہے اور وہ گمراہ ہیں۔

بس اس وقت سے میں نے اپنے معاملات کو خدا اور اس کے بشیر و نذیر پیغمبرؐ کے حوالہ کر دیا اور جو کچھ بھی رسول اللہؐ پر نازل ہوا تھا اس پر دل و جان سے ایمان لے آیا۔ اور کبھی بھی رسول اللہؐ کی فرمائی ہوئی باتوں پر عقلی اور علمی توجیہ نہیں کی۔ بلکہ ان کے بتائے ہوئے راستہ پر عمل کرنے اور ان کے نواہی سے بچنے کو اپنا شیوہ بنا لیا جیسا کہ خود قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (کہ جو رسول تمھیں دے دیں اسے لے لو اور جس سے منع کر دیں اس سے رک جاؤ۔)

یہاں تک کہ خداوند عالم نے میرے قلب میں گشائش اور وسعت پیدا کر دی کہ جن کے ذریعہ سے کامیابی عطا کی اور متابعت رسول خداؐ کے نتیجہ میں میں نجات پا گیا۔)

۱۔ سورہ اعراف، آیت ۱۲۔ (خداوند عالم نے فرمایا: تجھ کو کس چیز نے منع کیا کہ میرے دستور کے باوجود بھی تم نے سجدہ نہیں کیا، شیطان نے کہا: میں آدم سے بہتر ہوں تو نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور آدم کو مٹی سے)

Presented by Ziaraat.Com

فَقَوْلُهُ الْحَقُّ وَ الْواجِبُ فِي امْتثالِ أمْرِه أنْ يُمْتَثَلَ لانَّهُ أمْرُهُ لا لانَّهُ مُشْتَمِلٌ عَلَى مَصْلَحَة أوْ جِهَة مِنْ جِهاتِ الْخَيْرِ وَ النَّفْعِ حَتَّى يُعْزَلَ عَنْ رُبوبِيَّتِه وَ مَوْلَوِيَّته، وَ يَعودَ زِمامُ الامْرِ وَ التَّأثيرِ إلَى الْمَصالِحِ وَ الْجِهاتِ وَ هِيَ الَّتي تَنْتَهِي إلَى خَلْقِهِ وَ جَعْلِهِ كَسائِرِ الاشْياءِ مِنْ غَيْرِ فَرْقٍ - انتهي. "[1]

کلی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ گذشتہ امتیں بھی اپنے انبیاءؑ کو اسی طرح کہتی تھیں؛ ان کا کہنا تھا کہ ہم صاحبان علم و دانش ہیں اور ہمارا اسی پر یقین ہے اور ہم اسی میں خوشحال ہیں۔ ہمیں تم سے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ اور وہ چیزیں جو پیغمبر حضرات لے کر آئے تھے ان کا مذاق اڑاتے تھے اور عالم غیب کی پیروی کرنے کے افکار و نظریات کو بچکانہ اور جاہلانہ افکار سے تعبیر کرتے تھے۔

۱۔ تفسیر المیزان، ج۸، ص ۲۴۔ (کہ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ خدا کہ جو ہر عیب اور برائی سے پاک ہے۔ وہ خدا کہ جس سے ہر چیز کی ابتدا اور ہر چیز کی انتہا بھی اسی پر ہے۔ جب وہ کسی چیز کو خلق کرتا ہے اور اس کی افضلیت کا حکم کر دیتا ہے تو وہ شی در حقیقت خارج میں با فضل و شرف ہو جاتی ہے۔

اور جو شیٔ مرتبۂ دوم میں خلق کرے اور اس کو بنسبت شیٔ اول خضوع اور خشوع کا حکم دے تو پھر وہ شیٔ دوم، اول شیٔ کے مقابلہ میں ناقص ہوگی اس لئے کہ خداوند عالم کا حکم اور امر یا خود واقعیت اور عالم تکوین ہے یا اس کی انتہا عالم واقعیت اور تکوین پر ہے۔

بس اس کا قول حق ہے اور ضروری ہے کہ اس کے حکم کی صرف اس جہت سے کہ یہ اس کا امر ہے اس کی اطاعت کی جائے نہ یہ کہ اس میں کسی مصلحت کو یا فائدہ کو مد نظر رکھا جائے۔ کیونکہ اس صورت میں پھر وہ حق تعالیٰ کی ربوبیت اور اپنے مولا ہونے سے دور کر دیتا ہے۔ اور تمام امور کی اصل اور تاثیرات کسی نہ کسی مصلحت اور جہت کی وجہ سے ہیں، کہ جو خود مخلوقات کی خصوصیات اور لوازم میں سے ہیں کہ جو جو تمام مخلوقات کے ساتھ بغیر کسی فرق کے یک درجہ میں ہیں، مخلوقیت و عدم استقلال کی حیثیت سے)

Presented by Ziaraat.Com

" وَ حَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِؤُنَ " اور اس عذاب نے ان کو اپنی گرفت میں لے لیا کہ جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے، اور خود ان کے ہی اعمال افکار کا عکس العمل ان کے سامنے آیا اور وہ غضب و عذاب خدا کے مستحق قرار پائے۔

عذاب خدا آیا؛ اور خداوند عالم نے ان سے کہا: آؤ اب اس عذاب کو اپنے علم اور غرور سے ٹال دو اور خود کو اس سے نجات دلاؤ۔

کس طرح اس سے اپنے آپ کو بچاؤ گے؟ وہ سارے عذاب کہ جو لوگوں پر آئے اور ان کو اپنی چپیٹ میں لے لیا، وہ ہوا کہ جو خداوند عالم کی طرف سے چلی اور اس کو حکم تھا کہ قوم عاد (کہ جو اپنے پیغمبر ہود علیہ الصلاۃ والسلام کا انکار کرتی تھی) کو ہلاک کر دے۔

سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَ ثَمَـٰنِيَةَ أَيَّامٍ حُسُومًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَىٰ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ * فَهَلْ تَرَىٰ لَهُم مِن بَاقِيَةٍ[۱]۔

خدا نے اس ہوا کو قوم عاد پر آٹھ شب و روز تک مسلط کر دیا، ان کو نیست و نابود کرنے اور ان کو سرے سے تباہ و برباد کرنے کے لئے۔ ہوا چلی اور اس نے تمام افراد کو خشک کھجور کی ٹہنیوں کی طرح جڑ سے نکال کر باہر زمین پر پھینک دیا۔ اس طرح سے ان کو ہلاک کر دیا کہ ان میں سے کوئی بھی فرد باقی نہ رہا۔

---

۱ - سورہ حاقہ، آیت ۷ و ۸۔

Presented by Ziaraat.Com

یہ لوگ کس طرح سے اپنے علم کے ساتھ خود کو اس زہریلی اور ہلاک کرنے والی ہوا سے بچائیں گے کہ جو مسلسل چل رہی ہے اور جب بدن سے ٹکراتی ہے تو انسان کو ہلاک کر دیتی ہے، وہ اللہ سے ڈریں؛ وہ ہوا کہ جو خداوند عالم کی طرف سے مامور ہے قوم عاد کو ہلاک و برباد کرنے کے لئے نہ کہ ان کے علاوہ کسی اور کو۔

کس طرح مقابلہ کریں گے؟ اپنی قدرت و طاقت اور علم پر بھروسہ کرکے کس طرح سے وہ حفظ وامان میں رہیں گے؟

اپنے علم پر مغرور قارون کی داستان

قارون، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے تھا اور خداوند عالم نے اسے اس قدر مال ودولت سے نوازا تھا کہ اس کے ذخیروں کی چابیاں بڑے بڑے طاقتور نہیں اٹھا پاتے تھے۔

لیکن اس شخص نے اپنی قوم پر ظلم کیا اور جتنا بھی لوگ اسے نصیحت کرتے تھے کہ اپنے غرور اور خود پسندی سے باہر نکل لوگوں کے ساتھ نیکی کر احسان کر، زمین پر فساد برپا نہ کر، کمزور وناتوان، فقراء، یتیموں اور حاجت مندوں کے ساتھ انفاق سے کام لے۔ تو وہ کہتا تھا کہ میں نے ان سارے اموال وثروت کو اپنے علم و دانش اور اپنی قدرت و طاقت سے حاصل کیا ہے۔" **قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَى عِلْمٍ عِندِی**"[۱]۔

۱۔ سورہ قصص، آیت ۷۸۔

اسے اس بات کا علم نہیں تھا کہ خدا ایسے علم وقدرت کو خاطر میں نہیں لاتا اور تکبر کرنے والوں کو ہلاک وبرباد کر دیتا ہے۔

" أَوَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ اللهَ قَدْ أَهْلَكَ من قَبْلِه مِنَ الْقُرُونِ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَ أَكْثَرُ جَمْعًا وَ لَا يُسْـَٔلُ عَن ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُون "[۱]۔

کیا وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ خدا نے پچھلی امتوں میں سے بہت سے افراد کہ جو قدرت اور مال و جماعت کے لحاظ سے بہت بڑے تھے جب انہوں نے جرم کیا اور خدا کے مقابل آئے اور اپنی بڑائی کا اعلان کیا تو خدا نے انہیں ہلاک کر دیا؟۔ گناہگاروں اور مجرموں سے ان کے گناہوں کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا کہ انہیں عذر پیش کرنے یا اظہار تذلّل کی مہلت مل سکے۔

اس نے اتنا تکبر کیا اور اسقدر اس کو نعمات اور قدرت ملی کہ لوگ اس سے غبطہ اور حسد کرنے لگے، عام لوگ اس کے جاہ وجلال اور مقام و منزلت کو دیکھ کر رشک کرتے تھے کہ ناگہان عذاب خدا نے اس کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور وہ اپنے تمام مال و متاع اور قصر شاہی کے ساتھ زمین میں دھنس گیا اور نا ہی اس کا علم و قدرت کام آیا اور نا ہی اس کے حوالی موالی، کوئی بھی اس بات پر قادر نہیں تھا کہ اس کو زمین سے باہر کھینچ لیتا۔

" فخَسَفْنَا بِهِ وَ بِدَارِهِ الأَرْض فَمَا كانَ لَهُ مِن فِئَةٍ يَنصرُونَهُ مِن دُونِ اللهِ وَ مَا كانَ مِنَ الْمُنتَصِرِينَ "[۲]۔

۱۔ سورہ قصص کی ۷۸ ویں آیت کا جز

۲۔ سورہ قصص، آیت ۸۱۔

Presented by Ziaraat.Com

اور ہلاکت وبد بختی اس طرح اس کا مقدر بن گئی کہ وہ افراد جو اس سے حسد کرتے تھے، آج وہ کہتے ہیں کہ خدا کا شکر ہے کہ ہم قارون کی جگہ پر نہیں تھے۔

عذاب کے نزول کے وقت توبہ کرنا بے فائدہ ہے

فرعون نے حضرت موسیٰؑ اور ان کے ساتھیوں کا پیچھا کیا اور کہا: دریائے نیل میں جو راستہ موسیٰؑ اور ان کی امت کے لئے بنا ہے وہ میرے لئے بھی ہے اور میں بھی اس پر سے گذر جاؤں گا اور موسیٰؑ اور ان کی قوم کو ہلاک کر دوں گا۔

اس کو اس بات کی خبر نہیں تھی کہ پانی کو حکم ہے کہ وہ صرف حضرت موسیٰؑ اور ان کی پیروی کرنے والوں کے لئے راستہ بنائے نہ یہ کہ فرعون اور اس کے لشکر والوں کے لئے، بلکہ یہاں معاملہ بر عکس ہے، پانی کو فرعون اور اس کے لشکر کو ڈبونے کا حکم ہے۔

لہٰذا پانی نے فرعون اور اس کے لشکر کو اپنی گرفت میں لے کر غرقاب کر دیا۔

جی ہاں! " فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا ءَامَنَّا بِاللهِ وَحْدَهُ "جس وقت عذاب خدا اس تک پہونچا اور راہ فرار اس پر بند ہو گئی، صرف ایک طرفہ راستہ تھا کروں یا نہ کروں نہیں تھا، اطاعت یا معصیت نہیں تھی، کفر یا ایمان کی بات نہیں تھی بلکہ اس وقت اپنے آپ کو صرف حق کو قبول کرنے میں مجبور پایا تو سب کہنے لگے: ہم خدائے وحدہ لاشریک پر ایمان لے آتے ہیں" قَالُوا ءَامَنَّا

Presented by Ziaraat.Com

بِاللهِ وَحْدَهُ "اور جن چیزوں کو ہم خدا کے مد مقابل لائے اور ان کو موثر جانتے تھے ان سب کا انکار کرتے ہیں" وَ كَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهِ مُشْرِكِينَ"۔

اس ایمان کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

" فَلَمْ يَكُ يَنفَعُهُمْ إِيمَـٰنُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا"جب عذاب آگیا اور تمام کام اپنے پایہ تکمیل تک پہونچ گئے تو اب ایمان کا کوئی بھی فائدہ ان کو نہیں پہونچے گا۔ کیونکہ اب ایمان لانے کے علاوہ ان کے پاس دوسرا چارا ہی نہیں بچا ان سے اب کوئی دوسرا کام نہیں ہو سکتا۔ (فرار کرکے جائیں تو کہاں جائیں)

جب تمام راستے انسان پر بند ہو جائیں اور انسان خود کو مجبور پائے اور ایمان لے آئے تو اب یہ ایمان اس کو جنت میں نہیں لے جائے گا۔ اس کا یہ ایمان اسے خداشناس نہیں بنائے گا یہ ایمان انسان کے وجود کو قوت اعتدال نہیں بخشتا، اس کو فضائل کے شہر میں داخل نہیں کرتا۔ یہاں پر عذاب خدا کہ جو خود اس کے اعمال کا نتیجہ ہے اس تک پہونچ چکا ہے اور اس کو نیست و نابود کردے گا۔

"سُنَّتَ اللهِ الَّتِى قَدْ خَلَتْ فِى عِبَادِهِ وَ خَسِرَ هُنَالِكَ الْكَـٰفِرُونَ" یہ خدائی قانون ہے تمام امتوں کے لئے کہ جو گذر گئیں۔ اور اس وقت زیان و خسران کافروں اور منکروں کے لئے ہے۔

زندگی کے آخری لمحات میں کہ جب اس کا اختیار و ارادہ اس سے چھین لیا جاتا ہے، پردے اس کی آنکھوں کے سامنے سے اٹھا دیئے جاتے ہیں۔ اس وقت بیچارگی کے عالم میں ایمان کا کوئی فائدہ نہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

غیبی حجاب کے بر طرف ہونے کے بعد ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہیں

جب پردے اٹھا دیئے جائیں اور انسان اپنے اعمال کا نتیجہ خود اپنی آنکھوں سے براہ راست ملاحظہ کرے، وہ وقت فعلیت کا وقت ہے اور استعداد و قابلیت تمام ہوچکی ہے، وہ پہلا موقع ہے کہ جب ساری چیزیں ظاھر اور روشن ہونے لگیں اور پوشیدگی وکتمان اپنے پایۂ تکمیل کو پہونچ چکے ہوں گے۔

اس وقت انسان کے اعمال مجسم ہو جائیں گے اور وہ دیکھے گا کہ کس جرائم اور جنایت کا مرتکب ہوا ہے۔ کیسی کیسی برائیاں اس نے انجام دی ہیں۔ اس نے پیغمبر کی کیسی کیسی مخالفتیں کی ہیں۔ اس نے کیسے کیسے ستم اور ظلم کئے ہیں اور اب اس کا نتیجہ یہ ہے کہ انسان سیاہ وتاریک راہوں کا راستہ طے کرے کہ جو بہت ہی ڈراؤنا اور وحشتناک ہے۔

عذاب کے فرشتے بھی موجود ہیں کہ جو اس بات پر آمادہ ہیں کہ سخت طریقہ سے روح قبض کریں اور بدترین جگہ پر اپنے ساتھ لے جائیں کہ جہاں پر اس کی فریاد سننے والا کوئی نہیں، انسان غریب و تنہا ہے۔

یہ وہ وقت ہوگا کہ انسان مجرم مختار (کہ جس نے اپنے اختیار سے جرم کو انجام دیا) کہ جتنا بھی اس کو ظلم سے منع کیا گیا وہ نہ مانا، خود کو قدرت خدا کے احاطہ میں پائے گا اور اپنے کو مقام قہر وجلال خداوندی میں مشاہدہ کرے گا۔ اس وقت وہ کہے گا: میں ایمان لے آیا، میں خدا پر ایمان لے آیا اور گواہی دیتا

Presented by Ziaraat.Com

ہوں کہ اس کا کوئی شریک نہیں۔" وَ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَ هُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ "

ملائکہ مسلسل اس پر آتش کا گُرز برسائیں گے اور اس سے کہیں گے: جنایت وہاں (دنیا میں) اور ایمان یہاں (آخرت میں)، خیانت وہاں اور ایمان یہاں؟ کفر و شرک والحاد وہاں اور ایمان یہاں؟!

جب تمہارے پاس سازوسامان تھے، بدن تھا، علم و قدرت تھی، سلامتی اور امنیت وفراغت بھی موجود تھی تب تو ایمان نہ لائے اور اب جب کہ تمام وسائل نے کام کرنا بند کر دیا، بدن لکڑی کی طرح خشک ہو گیا۔ فراموشی نے علم و دانش کی جگہ لے لی، توانمندی ناتوانی میں تبدیل ہو گئی، امراض نے چاروں طرف سے گھیر لیا اور خود کو قہر وعذاب میں پا رہا ہے تب ایمان لا رہا ہے؟! اس ایمان کا فائدہ نہیں ہے، تمہاری مشکل کو آسان نہیں کرے گا ذرہ برابر بھی یہ ایمان تمہارے عذاب میں کمی کا باعث نہیں ہوگا۔

تا ز دستت می رسد کاری بکن   پیش از آن کز تو نیاید هیچ کار

(جب تک تیرے بس کی بات ہے کچھ نہ کچھ انجام دیتا رہ، اس سے پہلے کہ پھر تجھ سے کوئی کام نہ ہو سکے)

عذاب کے نزول کے وقت ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہیں

" هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا أَن تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ ءَايَٰتِ رَبِّكَ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ ءَايَٰتِ رَبِّكَ لَا يَنفَعُ نَفْسًا إِيمَٰنُهَا لَمْ تَكُنْ ءَامَنَتْ مِن قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَٰنِهَا خَيْرًا "[۱]۔

۱۔ سورہ انعام، آیت ۱۵۸۔

Presented by Ziaraat.Com

جب فرعون اور اس کے لشکر نے حضرت موسیٰؑ اور ان کی پیروی کرنے والوں کا تعقب اور پیچھا کیا تاکہ ان کو پکڑ کر ان کا کام تمام کردے حضرت موسیٰؑ دریائے نیل کے کنارے پہونچے کہ جہاں سے اب ظاہراً راہ فرار نہیں تھی۔ اس لئے کہ پیچھے فرعون اور اس کا لشکر تھا اور آگے دریا۔

تو اس وقت پانی حکم خدا سے کنارے ہٹ گیا اور حضرت موسیٰؑ اور ان کی قوم پانی میں اتر گئی۔ پانی میں اس طرح شگاف ہوا کہ آدھا پانی اس طرف اور آدھا اس طرف ہوگیا اور ایک خشک و صاف راستہ بلند ہو کر سامنے آگیا۔

حضرت موسیٰؑ اور ان کی قوم ابھی دریا نیل ہی میں تھی کہ فرعون اور اس کا لشکر بھی وہاں آپہنچے جب ان لوگوں کو پار کرتا ہوا دیکھا تو اس نے کہا ہم بھی ان کے پیچھے چلتے ہیں اور ان کو گرفتار کرلیتے ہیں مگر جیسے ہی فرعون اور اس کا لشکر دریا میں وارد ہوئے دونوں طرف کا پانی آپس میں مل کر ایک ہوگیا اور وہ راستہ راستہ نہ رہا دریا ہوگیا۔

" حَتَّىٰ إِذَآ أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ ءَامَنتُ أَنَّهُ و لآ إِلَٰهَ إِلَّا الَّذِى ءَامَنَتْ بِهِ بَنُوا إِسْرَٰءِيلَ وَ أَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ"[۱]۔

وہ اس وقت مسلمان ہوا کہ جب پانی میں غوطہ کھانے لگا اور قریب تھا کہ غرق ہو جائے۔ کہتا ہے کہ میں ایمان لایا اس خدا پر کہ جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں، جس پر بنی اسرائیل ایمان رکھتے ہیں اور میں بھی مسلمین میں سے ہوں۔

۱۔ سورہ یونس کی آیت ۹۰ کا حصہ۔

Presented by Ziaraat.Com

جبرئیلؑ نے اسے دریا سے ذرا اوپر اٹھایا اور اس کے منہ پر زور سے ایک طمانچہ مار کر کہا:

" ءَآلْـٰـنَ وَ قَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَ كُنتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ "[۱]۔

اب ایمان لاتا ہے جبکہ پہلے گناہ کر چکا ہے اور روی زمین پر فساد کرنے والوں میں سے تھا؟!

" فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ ءَايَةً وَ إِنَّ كَثِيراً مِّنَ النَّاسِ عَنْ ءَايَـٰتِنَا لَغَـٰفِلُونَ "[۲]۔

آج ہم تیری جان کو نکال کر اپنے ساتھ اس جگہ پر لے جائیں گے کہ جو تیرا مقر اور جائگاہ ہے اور وہ اعمال کہ جو تو نے پہلے سے بھیج رکھے ہیں (یعنی ظلم و فساد) ان کا نتیجہ ہے۔ اور اب تو دیکھے گا کہ تیرے ساتھ کیا ہوتا ہے؟!

لیکن تیرے بدن کو دریا سے باہر نکال کر ساحل پر پھینک دیں گے تاکہ لوگ آئیں اور دیکھیں کہ تیرا بدن کس طرح ذلت اور پستی سے زمین پر پڑا ہوا ہے اور گمان نہ کریں کہ فرعون دریا سے غائب ہو گیا اور آسمان پر چلا گیا ہے۔

خداوند عالم ظالموں اور ستمگاروں کی قبض روح کی کیفیت کو قرآن مجید میں بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

" إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّيٰهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنتُمْ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الارْضِ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا فَأُولَـٰئِكَ مَأْوَيٰهُمْ جَهَنَّمُ وَ سَآءَتْ مَصِيراً "[۱]۔

۱۔ سورہ یونس کی آیت ۹۱ کا حصہ۔

۲۔ سورہ یونس کی آیت ۹۲ کا حصہ۔

Presented by Ziaraat.Com

وہ افراد کہ جو اپنے اوپر ظلم و ستم کرتے تھے جب ملک الموت ان کی روح کو قبض کرنے کے لئے ان کے پاس آتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ تم کہاں اور کس حال میں تھے؟ تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم روی زمین پر کمزور اور ناتوان تھے اور ظالموں کے قہر و ظلم کا شکار تھے اور ہمارے اختیار اور ارادہ میں نہیں تھا کہ ہم معارف الٰہی اور علوم حقہ کو حاصل کرسکیں اور حقیقی علوم و دانش تک ہماری رسائی ہو، تاکہ ہم اپنے اور دوسروں کے اوپر ظلم کرنے سے پرہیز کرسکتے۔

ملک الموت ان کے جواب میں کہیں گے: کیا خدا نے اس قدر زمین کو وسعت نہیں بخشی کہ تم اس جگہ سے ہجرت کرکے کسی دوسری جگہ چلے جاتے جہاں ظالموں کے تسلط اور ظلم سے اپنے آپ کو بچاکر امن و امان کی زندگی بسر کرتے اور معارف الٰہیہ کو حاصل کرکے عبادت کے درجات عالیہ کو طے کرتے؟ کیوں اپنی بستی سے باہر نہیں نکلے اور اس جگہ پر نہیں گئے کہ جہاں تم اپنے دین کا تحفظ کرسکتے تھے؟ کیونکہ اب ان کے پاس فرشتوں کے مد مقابل کوئی جواب نہ ہوگا اور وہ ان کے جواب سے خاموش ہوجائیں گے چنانچہ اب ان لوگوں کا ملجا و ماویٰ اور ٹھکانہ دوزخ ہوگا اور جہنم کتنی بری جائگاہ ہے۔

۱۔ سورہ نساء کی آیت ۹۷ کا حصہ۔

Presented by Ziaraat.Com

کمزور اور ناتوان افراد پر عذاب نہیں ہے

ہاں، کمزور اور ناتوان افراد کا وہ گروہ کہ جن کے پاس راہ فرار نہیں تھی اور ان کے پاس کوئی بھی چھٹکارے کا چارا موجود نہیں تھا، چاہے وہ مرد ہوں یا عورت یا بچے، ان کا عذر قابل قبول ہوگا اور امید ہے کہ ایسے افراد پروردگار عالم کی بارگاہ میں قابل عفو و بخشش قرار پائیں، البتہ یہ بات اپنی جگہ پر ہے کہ خداوند عالم ستار العیوب اور غفار الذنوب ہے۔

" إلا الْمُستَضعَفينَ منَ الرِّجَالِ وَ النِّساء وَ الْوِلْدَانِ لا يَستَطيعُونَ حِيلَةً وَ لا يهْتَدُونَ سبِيلاً * فَأُولئك عَسى اللهُ أَن يَعْفُوَ عَنهُمْ وَ كانَ اللهُ عَفُواً غَفُورا "[۱]۔

مگر وہ کمزور و ناتوان مرد کہ جو واقعاً قوت ادراک نہیں رکھتے، نہیں جانتے کہ کہاں جائیں یا نہ جائیں، ماں باپ کے تسلط اور اختیار سے سر پیچی کریں، استاد کی تعلیم اور ان کے تسلط کے مقابل وہ مخالفت کی قدرت نہیں رکھتے۔ یا عورتیں اور وہ بچے کہ جو شوہر اور اپنے مربی کے تحت تسلط ہیں جو کچھ انہوں نے چاہا ان کو سکھایا اور پڑھایا ہے لہٰذا اب یہ افراد اتنی عقل و درایت نہیں رکھتے کہ صحیح کو غیر صحیح سے الگ کر سکیں اور درست چیز کو تشخیص دے سکیں اور ان کی اندھی تقلید سے اپنے آپ کو نجات دے سکیں۔ چونکہ ایسے افراد اپنی راہ و روش پر غلطی کا احتمال بھی نہیں دیتے تا کہ ان سے چھٹکارے کا خیال ان کے دل میں آئے اور وہ صحیح راہ کی تلاش میں جائیں۔ ایسے افراد

۱۔ سورہ نساء، آیت ۹۸ و ۹۹۔

Presented by Ziaraat.Com

قرآن کی نظر میں ضعیف و ناتوان ہیں اور احتمال ہے کہ یہ لوگ معاف کردیئے جائیں اور خدا ان کے گناہوں سے صرف نظر کرے البتہ خداوند عالم معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

یہ ایسے افراد ہیں کہ جو خود اتنی قدرت و طاقت نہیں رکھتے کہ دین میں تحقیق و جستجو کرسکیں اور کتب حقہ کے مطالعہ سے بھی ان کے سمجھ میں کچھ نہیں آتا اور انہوں نے علماء پاک و صاف اور باعمل کی بھی صحبت اختیار نہیں کی تاکہ ان سے سیر و سلوک کی راہوں کو سیکھا ہوتا اور اس طرح راہ مستقیم کی طرف قدم بڑھا کر اپنے مقصود اصلی تک پہنچ جاتے۔

لیکن وہ افراد کہ جنہوں نے راہ مستقیم کو پالیا اور عالم ربانی و مربی الٰہی اور قرآن کریم و سنت نبویہ کا مطالعہ اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کی راہ و روش میں تدبر کرکے طاغوتی قوتوں کی اطاعت و بندگی اور ان کی کورکورانہ تقلید سے خود کو بچالیا اور مقام واقعی سے ملحق ہوئے یا علماء حقہ اور معلم الٰہی کی تقلید کرنے کے نتیجہ میں ان کے اندر استعداد و صلاحیت پیدا ہوگئی۔ مگر اس کے بعد ان کو غرور، غفلت، شہوت پرستی اور مادیت نے معنویت سے دور کردیا اور اس بنا پر وہ ضلالت و گمراہی میں مبتلا ہوگئے ایسے افراد ضعیف و ناتوان نہیں ہیں وہ ستمگر اور ظالم ہیں۔ وہ اہل جہنم ہیں اور ان سے مواخذہ اور سوال کیا جائے گا اور ایسے افراد اپنے باطل عقائد، صفات رذیلہ اور کیفر کردار تک پہونچیں گے اور جو ظلم و ستم انہوں نے انجام دیئے ہیں ان کا نتیجہ اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے اور

Presented by Ziaraat.Com

ملک الموت ایسے افراد کہ جو اپنے کو صف مستضعفین میں قرار دیتے ہیں، ان کے عذر کو قبول نہیں کرے گا اور ان کو جہنم میں لے جائے گا۔

خداوند عالم اس آیت کے آگے ارشاد فرماتا ہے: "وَ مَن يهَاجِرْ فِى سبِيلِ اللَّهِ يجِدْ فِى الْأَرْضِ مُرَغَماً كَثِيراً وَ سعَةً وَ مَن يخْرُجْ من بَيْتِه مُهَاجِراً إِلىَ اللَّهِ وَ رَسولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ المْوْت فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلى اللَّهِ وَ كاَنَ اللَّهُ غَفُوراً رَّحِيما"[۱]۔

جو لوگ راہ خدا میں زمین پر امن و امان کی زندگی کے لئے اور بغیر کسی خوف وہراس کے اپنے گھروں سے نکلتے اور ہجرت کرتے ہیں تاکہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکیں۔ان کی جگہ بہت ہی وسیع و عریض ہو گی۔

اور جو ہجرت کرنے کے لئے اپنے گھروں سے باہر آئے اور اس کی نیت یہ ہو کہ خود کو خدا اور رسولؐ کی راہ میں پہونچائے مگر وہ اپنے مقصد تک نہ پہنچ پائے اور درمیان راہ میں ہی انہیں موت آجائے تو ان کا اجر وثواب خدا کے اوپر ہے اور خدا بہت زیادہ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

جو لوگ ہجرت کر سکتے ہیں ان کا عذر قابل قبول نہیں

کوئی یہ نہیں کہہ سکتا میری زندگی گذارنے کی جگہ میری پیدائشگاہ ہے اور میں اس جگہ کو چھوڑ کر کہیں اور نہیں جاسکتا کیونکہ میرا خاندان اور قبیلہ دوست و یار، گھر،کاروبار وتجارت ، کھیتی باڑی، بیوی بچے ساری چیزیں یہیں ہیں درحالیکہ وہ جگہ فحشاء و فساد و منکرات کا مرکز ہو اور وہاں پر احکام ظالمانہ

۱۔ سورہ نساء، آیت ۱۰۰۔

Presented by Ziaraat.Com

جاری وساری ہوں اور انسان یہ کہے کہ ہمارا اس مقام پر رہنا ضروری ہے اور میں احکام الٰہیہ کی مخالفت بھی نہیں کر رہا ہوں کیونکہ میرے اختیار سے یہ بات خارج ہے۔

تو یہ منطق اور یہ بات غلط ہے، انسان متعہد اور ذمہ دار ہے، ہوشیار اور بیدار انسان کہ جو اپنی سعادت کو روح کے کمال اور ارتقاء کو انسانیت کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہونے کو سمجھتا ہے، اس کو چاہئے کہ اپنے محکم اور سچے ارادہ کے ساتھ اپنی مشکلات اولیہ کو حل کرے اور خود کو مناسب جگہ (کہ جہاں اس کی روح، کمال معنوی کو طے کرے وہ اور اس کے تمام وابستگان فساد اور خرابی سے محفوظ رہیں) قرار دیتا ہے اور کسی بھی رکاوٹ سے نہیں ڈرتا۔

اگر ایسا سچا اور مضبوط عزم وارادہ اس کے اندر پیدا ہو جائے تو پھر خداوند عالم اس کے لئے بہت ہی مناسب اور بہترین جگہ قرار دیتا ہے اور ہر طرح کی حیرانی وپریشانی سے اس کو بچالیتا ہے اور بالفرض اگر وہ اپنے مقصد تک نہ بھی پہونچے تب بھی اس کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ خدا کے لئے اپنے گھر سے باہر نکلا۔ اپنے نفس کے دباؤ سے خارج ہو کر اس کی راہ میں حرکت اور جستجو کی ہے۔ تعلیم کو حاصل کرنے میں ہے۔ اپنے محبوب کے شوق دیدار اور اس کی محبت تک پہنچنے کی راہ میں ہے۔

یہ مطالب اور باتیں ملک الموت ستمگاروں وظالموں سے بیان کرتے ہیں اس کے بعد ان کو موت دیدیتے ہیں کس طرح اور کس کیفیت سے؟

Presented by Ziaraat.Com

کفار کی قبض روح میں سختی اور مومن کے لیے آسانی

کتاب "عیون اخبار الرضاؑ" میں ایک روایت ہے کہ جس کو امام حسن عسکریؑ نے اپنے جد امام جعفر صادق علیہ السلام سے بیان فرمایا کہ: کفار کی قبض روح کس طرح ہوتی ہے:" كَلَسْعِ الافاعِي وَ لَدْغِ الْعَقَارِبِ أَوْ أَشَدَّ. قِيلَ: فَإِنَّ قَوْمًا يَقُولُونَ: إِنَّهُ أَشَدُّ مِنْ نَشْرٍ بِالْمَنَاشِيرِ، وَ قَرْضٍ بِالْمَقَارِيضِ، وَ رَضْخٍ بِالاحْجَارِ، وَ تَدْوِيرِ قُطْبِ الارْحِيَةِ عَلَى الاحْدَاقِ.

قَالَ: كَذٰلِكَ هُوَ عَلَى بَعْضِ الْكَافِرِينَ وَ الْفَاجِرِينَ، أَلَا تَرَوْنَ مِنْهُمْ مَنْ يُعَايِنُ[۱] تِلْكَ الشَّدَائِدَ؛ فَذٰلِكُمُ الَّذِي هُوَ أَشَدُّ مِنْ هٰذَا لَا مِنْ عَذَابِ الآخِرَةِ فَإِنَّهُ أَشَدُّ مِنْ عَذَابِ الدُّنْيَا ـ الحديث"[۲]۔

کافر کی موت زہریلے سانپوں اور بچھوؤں کے ڈسنے جیسی ہے یا اس سے بھی شدید تر۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا: بعض لوگ کہتے ہیں: کفار کے لئے جاں کنی کا عالم آرے سے ان کے بدن کاٹے جانے ، قینچی

۱۔ "بحار الانوار" کے نسخہ کمپنی، ج ۳، ص ۱۳۳ پر لفظ یُعانی مرقوم ہے۔

۲۔ "بحار" طبع حروفی، ج ۶، ص ۱۵۲ و ۱۵۳؛ و "عیون" چاپ سنگی، ص ۱۷۸ و ۱۷۹ شیخ صدوقؒ نے معروف مفسر ابی الحسن الجرجانی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہم سے احمد بن حسن الحسینی نے، انہوں نے حسن بن علی سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی امام رضاؑ سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار امام موسیٰ ابن جعفرؑ سے کہ فرمایا: آپ سے موت کی صفات کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا: موت مومن کے لئے ایسے ہی ہے جیسے پھول سے خوشبو کا نکلنا کہ وہ خوشبو کو استشمام کرتا ہے اور اس کے سارے رنج و غم دور ہو جاتے ہیں اور کافر کے لئے زہریلے سانپ اور بچھو کے ڈسنے جیسی ہے۔ الحدیث۔

Presented by Ziaraat.Com

سے کترے جانے، پتھروں کو ٹکڑے کئے جانے اور آٹے کا چکی میں پیسے جانے سے زیادہ سخت تر ہے؟!

حضرتؑ نے فرمایا: ہاں ایسا ہی ہے، مگر تمام کافروں کے لئے ایسا نہیں ہے بلکہ بعض کافروں اور بعض فاجروں کے لئے ہے کیا تم لوگ نہیں دیکھتے ہو کہ بعض کافر اور بعض فاجر کس قدر احتضار کے وقت موت کی شدت کو برداشت کرتے ہیں۔ وہ عذاب کہ جو موت کے فرشتے ان پر کرتے ہیں ان سے کہیں زیادہ ان پر سکرات موت کی سختی ہے۔ اس سے مراد وہ عذاب نہیں ہیں کہ جو آخرت میں ان پر ہوں گے بلکہ سکرات موت کی سختی دنیوی عذاب شمار ہوتا ہے اور بعض لوگوں کے لئے اس عذاب سے بدتر اور دشوار تر ہے۔

ہاں، اس طرح کے عذاب جو سکرات موت کے عالم میں ہوتے ہیں مخصوص ہیں ستمگر، حاکم و ظالم اور بے رحم و ناانصاف کافروں کے لیے۔

بندہ مومن کی قبض روح کے وقت پروردگار کا تامل

مگر مومنین کہ جن کے دل میں خدا رہتا ہے اور وہ اس کے حکم کے تابع ہیں اور جنہوں نے اپنے وجدان و آخرت کو اپنے لئے آباد کیا ہے اور انصاف کی سرحدوں سے آگے قدم نہیں بڑھایا ہے اور کسی کے حقوق پر تجاوز نہیں کیا ہے اور کلمہ حق کے اعلان کے لئے ہر ممکن کوشش انجام دی ہے اور محبان خدا میں سے ہو کر پاک و پاکیزہ اور مخلصین افراد میں سے قرار پائیں ہے، ان کے لئے قبض روح اس قدر آسان ہے کہ آسان سے بھی آسانتر ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

کتاب "امالی" میں شیخ طوسیؒ نے ایک روایت شیخ مفیدؒ سے نقل کی ہے کہ جنہوں نے عمرو بن محمد الصیرفی سے اور انہوں نے محمد بن ہشام سے اور انہوں نے فرازی سے انہوں نے سعید بن عُمر سے انہوں نے حسن بن ضوء سے اور انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: " قَالَ: قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ زَيْنُ الْعَابِدِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: قَالَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ: مَا مِنْ شَيْءٍ أَتَرَدَّدُ عَنْهُ تَرَدُّدِي عَنْ قَبْضِ رُوحِ الْمُؤْمِنِ يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَ أَنَا أَكْرَهُ مَسَاءَتَهُ؛ فَإِذَا حَضَرَهُ أَجَلُهُ الَّذِي لَا يُؤَخَّرُ فِيهِ، بَعَثْتُ إِلَيْهِ بِرَيْحَانَتَيْنِ مِنَ الْجَنَّةِ تُسَمَّى إِحْدَاهُمَا الْمُسْخِيَةَ وَالاخْرَى الْمُنْسِيَةَ؛ فَأَمَّا الْمُسْخِيَةُ فَتُسْخِيهِ عَنْ مَالِهِ وَ أَمَّا الْمُنْسِيَةُ فَتُنْسِيهِ أَمْرَ الدُّنْيَا "[۱]۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ خداوند عزوجل ارشاد فرماتا ہے: میں نے کسی بھی کام میں تردد وتامل نہیں کیا جیسا کہ مومن کی قبض روح کے بارے میں تردد کا شکار ہوا؛ کیونکہ مومن موت سے کراہت کرتا تھا اور میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کو پریشانی اور تکلیف پہونچاؤں۔

بس جب مومن کی اجل محتوم (موت حتمی) اس تک پہنچی تو میں نے اس کے لئے جنت سے پھول کی خوشبو دیتی ہوئی دو شاخیں بھیج دیں کہ جن میں سے ایک کا نام مسخیہ تھا اور دوسری کا منسیہ۔

مسخیہ نے اس کو اپنے مال ودولت سے بے بہرہ اور بے توجہ بنادیا اور منسیہ نے اس کو تمام دیگر امور دنیا کو فراموش کرنے میں اس کی مدد کی۔

۱۔ بحار الانوار، ج۶، ص۱۵۲؛ لیکن خود "امالی" شیخ طوسی، طبع نجف (۱۳۸۴ہجری) ج۲، ص۲۹ پر اس لفظ کے ساتھ وارد ہوئی ہے۔ حامن شی اتردّدِ فیه مثل ترددی عند قبض روح المومن۔ الحدیث۔

Presented by Ziaraat.Com

اسی روایت کا متن کتاب "کافی" اور کتاب "معانی الاخبار" میں بھی ہے کہ جس میں سند کو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا گیا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: " **قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِه: لَوْ أَنَّ مُؤْمِنًا أَقْسَمَ عَلَى رَبِّهِ عَزَّوَجَلَّ أَنْ لَا يُمِيتَهُ، مَا أَمَاتَهُ أَبَدًا؛ وَلَكِنْ إِذَا حَضَرَ أَجَلُهُ بَعَثَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ رِيحَيْنِ إِلَيْهِ ـ الحديث** "[۱]۔

ہاں، اس روایت میں تردد اور درنگ سے مراد اسماء جزئیہ کے مراتب میں خدا کی تردید ہے ورنہ خدا کی ذات مقدس میں تردد کا خیال بھی معقول نہیں، اور تردد اسماء جزئیہ میں یعنی مقام عمل اور اس کو مقام فعلیت میں قرار دینے میں تردد و درنگ کرنا۔

خلاصہ یہ کہ مومن چاہتا ہے کہ دنیا سے جائے مگر اس کا دل نہیں کرتا، خدا بھی نہیں چاہتا کہ بغیر اس کے اختیار اور رضایت کے اس کی روح قبض کی جائے۔

لہٰذا خدا ملک الموت کے ہاتھ جنت کی دو شاخوں کو بھیج دیتا ہے، مسخیہ مادہ "سخا" سے ہے چنانچہ اس بنا پر مسخیہ یعنی سخاوت کی حالت پیدا کرنا؛ اور جیسے ہی مومن انسان اس کو اپنے ہاتھ میں لیتا ہے اس کی خوشبو اس طرح اس کی مشام جان کو معطر اور مست کر دیتی ہے کہ وہ اپنے تمام مال و اسباب کو فراموش کر دیتا ہے اور پھر اس کو کسی چیز کی پرواہ نہیں ہوتی۔

۱۔ "فروع کافی" کتاب الجنائز، طبع حیدری، ج ۳، ص ۱۲۷؛ و "معانی الاخبار" طبع حیدری، ص ۱۴۲۔

Presented by Ziaraat.Com

دوسری شاخ منسیہ ہے یعنی حالت فراموشی میں قرار دینا، کیونکہ مادہ "نسیان" سے ہے اور جیسے ہی اس کو مومن کے ہاتھ میں دیا جاتا ہے اس کی خوشبو بھی اس کو غیر خدا سے بے گانہ بنا دیتی ہے چاہے وہ جو بھی ہو (دنیا، بیوی، بچے، خاندان واعزہ، جاہ وحشم وغیرہ۔)

ہاں، یہ دونوں شاخیں ان سے بوی خدا آتی ہے اور جس کے مشام میں عطر حرم خدا پہونچ جائے وہ اس قدر مدہوش ہو جاتا ہے کہ پھر جمال احدیت کے مقابل ہر چیز کا وجود اس کو بے اہمیت نظر آتا ہے اور اب ہر چیز کو وہ اپنے محبوب پر قربان اور فدا کر دینے کے لئے تیار ہے۔

اگر ز کوی تو بوئی بمن رساند باد
به مژده جان گرامی بباد خواهم داد

(اگر مجھ کو تیرے کوچہ سے کوئی خوشبو آئے، تو میں اپنی جان کو خوشخبری دوں گا)

بندہ مومن کی قبض روح کے وقت خدا کا لطف و کرم

اور "کافی" و "معانی الاخبار" کی روایت میں "رَیحانَتَیْن" کی جگہ "رِیحَیْن" آیا ہے، یعنی جس کا مطلب یہ ہے کہ جنت کی طرف سے دو قسم کی ہوا چلتی ہے، مگر کیسی ہوا؟ جانپرور، روح افزا، پر نشاط کہ ان ہوا کے وجود سے اور ان کے مشام وجود و نفس میں پہونچنے سے جو کچھ بھی ہے سب ختم ہو جاتا ہے۔

همای اوج سعادت به دام ما افتد
اگر ترا گذری بر مقام ما افتد
حباب وار براندام از نشان کلاه
اگر ز روی تو عکسی به جال ما افتد

Presented by Ziaraat.Com

شبی کہ ماہ مراد از افق شود طالع
بود کہ پر تو نوری بہ بام ما افتد
ز خاک کوی تو ہر دم کہ دم زند حافظ
نسیم گلشن جان در مشام ما افتد[۱]

(معراج کمال و سعادت کی روح ہمارے جال میں پھنس جائے، اگر آپ کا گذر ہمارے مقام سے ہو جائے۔ میں خوشی کے مارے آبلوں کی طرح اپنے تاج کو اچھال دوں گا، اگر آپ کے چہرے کی تصویر ہمارے جام پر پڑ جائے۔ جس رات میں ہماری مراد کا چاند طالع ہو، تو اس کے نور کا پرتو ہمارے چھت پر پڑنا چاہیے۔ تیرے کوچہ کی مٹی کو حافظ ہر وقت سر چڑھاتا ہے، کہ اس کی خوشبو ہمارے مشام میں آتی ہے اور جان میں جان آ جاتی ہے۔)

اسی روایت کو کتاب "محاسن" میں برقیؒ نے بھی دو سند کے ہمراہ اور تھوڑا اختلاف متن کے ساتھ ذکر کیا ہے:

روایت اول: ابن فضال نے ابن فضیل سے اور انہوں نے ابوحمزہ ثمالی سے نقل کیا ہے: **"قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِاللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ: قَالَ اللهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى: مَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ كَتَرَدُّدِي عَنِ الْمُؤْمِنِ فَإِنِّي أُحِبُّ لِقَاءَهُ وَ يَكْرَهُ الْمَوْتَ فَأَزْوِيهِ عَنْهُ. وَ لَوْ لَمْ يَكُنْ فِي الارْضِ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَاحِدٌ، لَاكْتَفَيْتُ بِهِ عَنْ جَمِيعِ خَلْقِي، وَ لَجَعَلْتُ لَهُ مِنْ إِيمَانِهِ أُنْسًا لَا يَحْتَاجُ مَعَهُ إِلَى أَحَدٍ"**[۲]۔

۱- دیوان حافظ، طبع پژمان، ص ۸۳۔

۲- محاسن برقی، کتاب الصفوة والنور والرحمہ من المحاسن، باب الانفراد، طبع رنگین، ج ۱، ص ۱۵۹ و ۱۶۰، حدیث ۹۹۔

Presented by Ziaraat.Com

ابو ہمزہ کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے میں نے سنا کہ آپؑ فرمارہے تھے: خداوند عالم فرماتا ہے: میں نے کبھی بھی کسی کام میں کہ جو میں نے انجام دیا ہے تردد و درنگ نہیں کیا کہ جس طرح مومن کے بارے میں کیا، کیونکہ میں اس کی زیارت اور دیدار کا مشتاق ہوں اور اسے محبوب رکھتا ہوں مگر وہ موت کو پسند نہیں کرتا؛ اس لئے میں ہمیشہ موت کو اس سے ٹالتا اور دور کرتا رہتا ہوں۔

اور اگر روی زمین پر کوئی بھی مخلوق نہ ہو مگر صرف ایک مومن ہو تو میں اپنی کسی اور مخلوقات پر توجہ کئے بغیر اسی پر اکتفا کرلوں گا اور اس کو اپنے لئے منتخب کرلوں گا۔ اور وہ ایمان کہ جو وہ اپنے دل میں میرے لئے رکھتا ہے اس کی بنا پر میں اس کو اپنا ایک ایسا خاص انس عنایت کروں گا کہ پھر وہ کسی دوسری مخلوقات سے انسیت پیدا نہ کرے گا اور اس کو کسی دوسرے کی ضرورت نہیں رہے گی۔

روایت دوم: ابن فضال سے انھوں نے ابو جمیلہ سے اور انھوں نے محمد بن علی حلبی سے منقول ہے: " قَالَ: قَالَ أَبُو عَبْدِاللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: قَالَ اللهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى: لِيَأْذَنْ بِحَرْبٍ مِنِّي مُسْتَذِلُّ عَبْدِيَ الْمُؤْمِنِ. وَ مَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ كَتَرَدُّدِي فِي مَوْتِ الْمُؤْمِنِ، إِنِّي لَأُحِبُّ لِقَاءَهُ وَ يَكْرَهُ الْمَوْتَ فَأَصْرِفُهُ عَنْهُ. وَ إِنَّهُ لَيَدْعُونِي فِي الأَمْرِ فَأَسْتَجِيبُ لَهُ لِمَا هُوَ خَيْرٌ لَهُ، وَ أَجْعَلُ لَهُ مِنْ إِيمَانِهِ أُنْسًا لَا يَسْتَوْحِشُ فِيهِ إِلَى أَحَدٍ"[۱]۔

---

۱ - محاسن برقی، کتاب الصفوة والنور والرحمہ من المحاسن، باب الانفراد، ج۱، ص۱۶۰، حدیث ۱۰۰۔

Presented by Ziaraat.Com

یہ روایت بھی پہلی والی روایت کی طرح ہے بس اتنا فرق ہے کہ اس کی ابتدا میں خدا فرماتا ہے: جو بھی میرے بندہ مومن کو پست، حقیر اور ذلیل و خوار سمجھے گا گویا اس نے میرے ساتھ اعلان جنگ کیا؛ اور جملۂ ما قبل آخر میں آیا ہے کہ جب بندہ مومن مجھ سے کسی چیز کا مطالبہ کرتا ہے تو میں اس کو اس شی سے بہتر چیز عطا کرتا ہوں جو وہ مجھ سے مانگ رہا ہے۔

ہاں، یہ روایت سند کے نقطہ نظر سے بھی اور متن کے لحاظ سے بھی بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔

اولا: سند کے لحاظ سے اس روایت کو شیخ مفید سے متعدد کتاب جیسے کتاب "محاسن"، "کافی"، "معانی الاخبار" اور امالی شیخ طوسیؒ میں مختلف سند کے ہمراہ مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، امام زین العابدین اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے نقل کیا گیا ہے۔

ثانیا: متن کے لحاظ سے اور یہ مومن کے مقام و مرتبہ پر قوی دلالت ہے اور وہ بھی کس بلند و بالا لحن اور لطیف عبارت کے ساتھ کہ جو دقیق معانی اور پوشیدہ اسرار کی حکایت و بیانی کرتے ہیں۔

یہ عبارت "لِیَاذَنْ بِحربِ منّی" اس بات پر دلالت ہے کہ مومن کی اہانت اور توہین خدا کی اہانت اور توہین ہے اور وہ بھی ایسی توہین کہ جس پر معافی نہیں ہے اور بہت بڑے گناہ میں شمار ہوتا ہے؟ گویا خدا کے ساتھ اعلان جنگ کے مترادف ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

یہ عبارت "و انّه لَيَدْعُوْنی فِی الْاَمْرِ" اس بات پر دلالت ہے کہ کبھی بھی مومن کی دعا رد نہیں ہوتی ہے اور مومن کی خداوند عالم کے نزدیک وہ اہمیت و قیمت ہے کہ جس حال میں بھی، جس طرح بھی اور جس مقدار میں بھی خدا سے کوئی شی طلب کرتا ہے خداوند عالم یا وہی یا اس سے بہتر شی اس کو عنایت فرماتا ہے۔

یہ عبارت "مَا تَرَدّدْتَ عن شیِ انا فَاعِلُه" ان عبارتوں میں سے ہے کہ سوائے مومن کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے خدا نے اس عبارت کا استعمال نہیں کیا یہ مومن کے اوپر خدا کے نہایت لطف و کرم کی علامت ہے۔ خدا اپنے بندہ مومن کے لئے اسی طرح سے ہے کہ جس طرح ایک عاشق اپنے معشوق کے لئے ہوتا ہے کہ وہ کبھی بھی نہیں چاہتا کہ تھوڑا سا بھی ضرر میرے معشوق کو پہونچے۔ اسی طرح خدا بھی اس بات پر راضی نہیں کہ تھوڑی سی مشکل اور پریشانی اس کے بندے کو رنجیدہ خاطر کرے۔ لہٰذا خداوند عالم اس کے لئے چارا تلاش کرتا ہے اور اس کو اپنے لفظوں سے بیان فرماتا ہے۔

مومن کہ جو ہمیشہ خدا کے لقاء کے لئے وادی مناجات میں وارد ہوتا اور اس کی رغبت اور راز و نیاز کے دائرے میں قدم رکھتا ہے اور اس کی محبت کے لوازمات و آثار میں سرگرم اور ہر چیز سے بے گانہ اور بے خبر ہو کر صرف خود کو محبوب کی زیارت اور اس کے دیدار میں لگائے ہوئے ہوتا ہے آخر کار وہ اس بات میں کامیاب ہو جاتا ہے کہ اپنے پروردگار سے رابطۂ خاص برقرار کرے اور اس سے خلوت کر کے مرحلہ بالا میں قدم رکھے اور اب وہ خدا کے نزدیک

Presented by Ziaraat.Com

اس قدر محبوب اور گرامی ہو جاتا ہے کہ خدا اس کا عاشق ہو جاتا ہے اور اب خدا اس کے ساتھ دقیق ترین اسرار و رموز محبت کے ذریعہ برتاؤ کرتا ہے یہ عبارت اس حدیث قدسی سے کتنی ملتی جلتی اور مشابہت رکھتی ہے: "اَنَا جَلِیْسُ من جَالَسَنِیْ، اَنَا ذَاکِرُ مَنْ ذَکَرَنِیْ، اَنَا غَافِرُ مَنِ اسْتَغْفَرَنِیْ، اَنَا مُطِیْعُ مَنْ اَطَاعَنِیْ"

میں اس کا ہمنشین ہوں کہ جو میرے ساتھ بیٹھے، میں اس کو یاد رکھتا ہوں کہ جو مجھے یاد رکھے، میں اس کو بخشنے والا ہوں کہ جو مجھ سے طلب استغفار کرے، میں اس کی اطاعت کرتا ہوں کہ جو میری اطاعت وفرمابرداری کرے[۱]۔

ستاره ای بدرخشید و ماه مجلس شد
دل رمیده ما را انیس و مونس شد
طرب سرای محبت کنون شود معمور
که طاق ابروی یار منش مهندس شد
نگار من که به مکتب نرفت و خط ننوشت

۱۔ اسرار الصلوٰۃ، حاج میرزا جواد آقا ملکی تبریزی، چاپ سنگی، ص۱۰؛ چاپ سربی، ص۱۹؛ لیکن ظاہراً ان مرحوم نے اس حدیث کو ملک داعی کی زبان سے نقل کیا ہے اور وہ حدیث کہ جس کو خود مرحوم نے کتاب "اعمال السّنہ" میں صفحہ ۳۶ پر مراقبات ماہ رجب کے موضوع کے ذیل میں ذکر کیا ہے وہ اصل میں سید ابن طاوسؒ نے "اقبال" میں بیان فرمایا ہے اور انہوں نے بھی اعمال ماہ رجب کے ضمن میں ذکر کیا ہے اور چاپ سنگی ص۲۹ پر مذکور ہے اور وہاں پر لفظ "انا ذاکر من ذکرنی" کو ذکر نہیں کیا ہے اور اصل حدیث کتاب "اقبال" کے مطابق اس طرح ہے: من کُتُبَ العبادات ، عن النبی صلوات اللہ علیہ ، انہ قال : ان اللہ تعالی نصب فی السماء السَابعة ملکا، یقال لہ الداعی، فاذا دخل شهر رجب، ینادی ذالک الملک کل لیلة منہ الی الصباح: طوبی للذاکرین طوبی للطاعین۔ و یقول اللہ تعالی: انا جلیس من جالسنی و مطیع من اطاعنی وغافر من استغفرنی۔ الحدیث۔

Presented by Ziaraat.Com

به غمزه مسئله آموز صدمدرس شد
به صدر مصطبه ام می نشاند اکنون دوست
گدای شهر نگه کن که میر مجلس شد[۱]

(ایک ستارہ چمکا اور محفل کا چاند بن گیا، ہمارے بے تاب دل کا مونس و ہمدم ہو گیا۔ محبت کا مست و ملنگ مقام اب تعمیر ہو رہا ہے، کہ جس میں ہمارا دوست تنہا انجینیر ہے۔ میرا محبوب نہ کسی مدرسہ میں گیا اور نہ کچھ لکھا، پر چشم زدن میں سیکڑوں اساتذہ کا استاد بن گیا۔ آج اس کو صدر مجلس میں بٹھایا جاتا ہے، تم شہر کے فقیر کو دیکھو کہ وہ میر مجلس بنا ہوا ہے)

اور یہ عبارت: ریحانَتَین یا رِیْحَین (مسخیه اور منسیه) دلالت ہے اس بات پر کہ خداوند عالم کی طرف سے دو نسیم جذبات جمال وجلال سے مومن کی طرف چلتی اور آتی ہیں اور اس کو یکبارگی جزیرۂ رحمت (کہ جو ہمیشہ رہنے والا ہے) میں وارد کردیتی اور اس سے انسیت پیدا کرادیتی ہے۔

مسخیہ وہی جذبہ جمال ہے کہ جس کے روشن ہونے کے بعد مومن کو پھر کچھ اور نظر نہیں آتا، تمام وہ مال وثروت کہ جس پر اس نے بھروسہ کیا ہوا تھا اس جذبہ کے ظاہر ہونے کے بعد سب سے دست بردار ہو جاتا ہے۔

منسیہ وہ جذبہ جلال ہے کہ جس کے ظہور کے بعد دنیا اور اس کے آثار کی قدر و قیمت اور اس سے وابستگی انسان کی نظروں میں بے اہمیت ہو جاتی ہے۔

"تَبَارَكَ اسمُ رَبِّكَ ذِی الجْلاَلِ وَ الاکْرَامِ"[۲]۔

۱۔ دیوان حافظ، طبع پژمان، ص ۱۶۲۔

۲۔ سورہ رحمٰن، آیت ۷۸۔

Presented by Ziaraat.Com

مرحوم ملا صدرا اپنی کتاب "اسفار" میں اس بات کی تصریح اور وضاحت فرماتے ہوئے کہ "اکرام" سے مراد اس آیہ شریفہ میں کیا ہے فرماتے ہیں: وہی مقام جمال ہے کہ جو جلال کا عدل اور مساوی قرار پایا ہے اور حامل عطا ورحمت پروردگار ہے[۱]۔

حالت احتضار میں آئمہ طاہرین علیہم السلام کا حضور

تفسیر فرات بن ابراہیم میں ابوالقاسم العلوی سے انہوں نے اپنے سلسلہ سند کے ہمراہ روایت کی ہے کہ ابو بصیر کہتے ہیں: میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: میری جان آپ پر قربان ہو جائے، یہ فرمایئے کہ کیا مومن قبض روح کے وقت پریشان ہوتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم ایسا نہیں ہے۔

میں نے پھر عرض کیا؟ کس طرح ہم یہ تصور کریں اور مان لیں کہ ایسا نہیں ہوتا؟

حضرتؑ نے فرمایا: جب مومن کے قبض روح کا وقت نزدیک آتا ہے تو اس وقت حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت امیر المومنینؑ، حضرت فاطمہؑ، حضرت حسنینؑ اور تمام دیگر آئمہ طاہرین علیہم السلام اس کے پاس تشریف لاتے ہیں۔

۱۔اسفار، طبع سنگی، ج۳، ص۲۴و۲۵اور اس کی عبارت اس طرح ہے: الصِّفَةُ إمّا إيجابيّةٌ ثبوتيّةٌ و إمّا سَلبيّةٌ تَقديسيّةٌ؛وقَدعبَّرالكِتابُ عَن هاتَين بِقولِه: تَبـٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلـٰلِ وَ الإكْرامِ الخ.

یہاں پر امام علیہ السلام نے فرمایا کہ تم فاطمہ زہرا علیہا السلام کا نام نہ لو اور اس کو نقل نہ کرو بلکہ اس کو پوشیدہ رکھو۔(شاید یہ اس وجہ سے ہو کہ تمام لوگ ان کے حضور کی کیفیت کو نہیں سمجھ پائیں گے اور اس کا انکار کردیں گے اور وہ کہیں گے کہ کیسے ممکن ہے کہ ایک عورت نامحرم کے سامنے حاضر ہو اور وہ بھی فاطمہ زہراؑ جیسی ذات گرامی)

امامؑ بات کو آگے بڑھاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ جو لوگ مومن کے پاس حاضر ہوتے ہیں وہ جبرئیل، میکائیل، اسرافیل اور عزرائیل ہیں اس کے بعد امام علیہ السلام فرماتے ہیں: اب یہ وہ وقت ہوتا ہے کہ جب امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام فرماتے ہیں: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ مومن وہ ہے کہ جو ہماری ولایت اور محبت کو دل میں رکھتا تھا لہٰذا میں اس سے محبت کرتا ہوں اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: اے جبرئیلؑ یہ مومن علی اور ان کی ذریت کی محبت دل میں رکھتا ہے لہٰذا میں بھی اس کو دوست رکھتا اور اس سے محبت کرتا ہوں۔

جبرئیل بھی ہو بہو یہی عبارت اور بات میکائیل اور اسرافیل سے کہتے ہیں: یعنی یہ شخص علیؑ اور ان کی آل و ذریت کی محبت دل میں رکھتا ہے اس لئے میں بھی اس سے محبت کرتا ہوں۔

اور پھر سب کے سب ایک زبان ہو کر ملک الموت سے کہتے ہیں: یہ شخص محمد وآل محمدؐ کی محبت اور علیؑ اور ان کی ذریت کی ولایت دل میں رکھتا ہے لہٰذا تم اس کے ساتھ سختی نہ برتو اور اس کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ۔

Presented by Ziaraat.Com

ملک الموت جواب میں کہتا ہے: قسم ہے اس خدا کی کہ جس نے آپ لوگوں کو منتخب کیا اور بلند و بالا مقام و منزلت عنایت فرمایا اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام مخلوقات میں نبوت کے لئے چنا اور ان کو رسول بنایا میں اس مومن کے ساتھ ایک باپ سے زیادہ مہربانتر ہوں اور میری محبت و شفقت اس کے لئے ایک بھائی سے بھی زیادہ ہے۔

اور پھر ملک الموت اس محتضر شخص کے سامنے آتا ہے اور اس سے کہتا ہے: کیا تم نے اپنی ذمہ داری کو ادا کر دیا اور وہ بار اور بوجھ کہ جو تمہارے اوپر لدھا ہوا تھا اس کو اتار دیا اور آزادی کی چابی کو حاصل کر لیا ہے؟ اور وہ چیز کہ جو تم نے اس امانت کے مقابل میں گروی رکھی تھی اس کو واپس لے لیا ہے؟ مومن جواب میں کہتا ہے: ہاں

ملک الموت پھر سوال کرتا ہے: کس طرح تم نے اپنی ذمہ داری کو ادا کیا؟ اور کس ذریعہ سے تم نے آزادی حاصل کی اور اپنی گروی شی کو واپس لے لیا، بتاؤ کس طرح؟ مومن جواب دیتا ہے: محبت محمد و آل محمدؑ اور ولایت علیؑ اور ان کی ذریت کے ذریعہ، تب ملک الموت کہتا ہے: خداوند عالم نے تم کو اس محبت اور ولایت کے بدلے دو چیزیں عنایت فرمائیں ہیں: پہلی یہ کہ جس چیز سے بھی تم ڈرتے ہو اس سے خدا نے تم کو امان میں رکھا ہے اور دوسری چیز یہ کہ تم جس چیز کی آرزو اور امید کرتے تھے خدا نے وہ بھی پوری کر دی ہے اپنی آنکھوں کو کھولو اور دیکھو کہ تمہارے سامنے کیا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

مومن اپنی دید باطن اور ملکوتی نگاہوں کو کھولتا ہے اور وہاں حاضر ہونے والے ایک ایک افراد (رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ائمہ طاہرینؑ اور ملائکۂ مقرب) پر غور سے نگاہ دوڑاتا ہے اور پھر اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور وہ اس کی طرف نظر کرتا ہے۔

ملک الموت اس سے کہتا ہے: یہ وہ جگہ ہے کہ جس کو خداوند عالم نے تمہارے لئے معین فرمایا ہے اور یہ تمام حاضر ہونے والے افراد رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آئمہ طاہرین اور مقرب فرشتے سب تمہارے ہمنشین ہیں۔

کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ ان سے جاملو اور انہیں کے ساتھ رہو یا پھر یہ چاہتے ہو کہ دنیا میں واپس پلٹا دیئے جاؤ؟

مومن کہتا ہے: نہیں میں یہ کبھی نہیں چاہوں گا کہ دنیا میں پلٹا دیا جاؤں۔ مجھے اب دنیا کی کوئی ضرورت نہیں اور اپنی آنکھ اور ابرو سے اشارہ کرتا ہے کہ نہیں میں نہیں چاہتا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: کیا تم نے مومن کو حالت سکرات میں نہیں دیکھا کہ وہ اس اپنے آخری لحظہ میں اپنی آنکھوں کو اوپر کی طرف کھولتا اور اپنی ابروؤں کو اوپر کی طرف لے جاتا ہے؟! اس وقت عرش الٰہی کے اندر سے صدا دینے والا ندا دیتا ہے کہ جس کی آواز کو تمام حاضرین سنتے ہیں:

Presented by Ziaraat.Com

"«يَـٰأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ» مُحَمَّد وَ وَصِيِّه وَالائمَّة مِنْ بَعْده «ارْجِعى إِلَى رَبِّكَ رَاضِيَةً» بِالْوَلَايَةِ «مَرْضِيَّةً» بِالثَّوابِ «فَأَدْخُلِي فِي عِبَـٰدِي» مَع مُحَمَّد وَ أَهْلِ بَيْتِه «وَادْخُلِي جَنَّتِي» غَيْرَ مَشُوبَة "[1]۔

اے وہ نفس کہ جس نے محبت اور ولایت محمد و آل محمدؐ کو قبول کرنے کے نتیجہ میں آرام اور سکون دل حاصل کیا ہے اور امن و امان کے مقام تک پہونچ گیا ہے۔ اپنے خدا کی طرف رجوع کر اس حالت میں کہ تو اس کی ولایت سے راضی ہے اور ثواب کے علاوہ خدا کے لیے پسندیدہ اور منتخب واقع ہوا ہے۔ بس میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا (محمد و آل محمدؐ)۔ اور میری جنت و بہشت کہ جو خالص اور پاک ہے اس میں بھی بغیر کسی رنج و غم کے داخل ہو جا۔

جنت میں صرف نور و آزادی اور آرام ہی آرام ہے

ہاں، اس جنت میں صرف نور ہی نور، صرف آزادی ہی آزادی اور صرف آسائش و آرام ہی ہے، دنیا میں انسان جتنا بھی راحت اور آرام میں رہے اس میں کسی نہ کسی طرح سے ایک قسم کا رنج اور پریشانی ہوتی ہے دنیا کی سلامتی بیماری کے ہمراہ ہے، راحت و آرام مشکلات کے ساتھ اور نور تاریکی کے ساتھ، امان و تحفظ نگرانی و بے چینی سے ملا ہوا ہے، اور اسی طرح فراغت ہے مگر اضطراب کے ہمراہ۔ لیکن جنت میں یہ تمام منفی چیزیں کہ جو عیش

۱۔ بحار الانوار، طبع آخوندی، ج ٦، ص ١٦٢ و ١٦٣۔

Presented by Ziaraat.Com

وآرام میں خلل ایجاد کریں ان کا وجود نہیں ، وہاں صرف اور صرف خالص راحت وآرام اور نور محض ہے۔

لہٰذا اسی بنا پر مومن دوبارہ دنیا میں پلٹنے کو تیار نہیں اور وہ نہیں چاہتا کہ وہ فراغت، انسیت و الفت کہ جو اس کو علیین کے ساتھ میسر ہونے والی ہیں ان کو گرفتار و پریشانی سے تبدیلی کرے۔

اصحاب سید الشہداء علیہ السلام کا لقاء الٰہی کے لیے اشتیاق

اصحاب سید الشہداءؑ نے کہا: کہ ہم واپس نہیں جائیں گے، حضرتؑ نے فرمایا کہ میں نے تمہارے اوپر سے اپنی بیعت کو اٹھالیا۔

"أَلَا وَ إِنِّي قَدْ أَذِنْتُ لَكُمْ فَانْطَلِقُوا جَمِيعًا فِي حِلٍّ؛ لَيْسَ عَلَيْكُمْ مِنِّي زِمَامٌ. هَذَا اللَّيْلُ قَدْ غَشِيَكُمْ فَاتَّخِذُوهُ جَمَلاً "[۱]۔

آگاہ ہو جاؤ! کہ میں نے تم لوگوں کو اجازت دے دی کہ تم سب جاؤ اور میں نے اپنی بیعت کو تم پر سے اٹھا لیا ہے اب کوئی بھی تعہد اور وعدہ میری نسبت سے تم پر نہیں۔ ابھی رات ہے اس کی تاریکی نے تم لوگوں کو ایک دوسرے سے چھپا رکھا ہے، اس سے فائدہ اٹھاؤ اور اونٹوں کی طرح شب کو استعمال کرلو اور آہستہ سے نکل جاؤ۔

ان میں سے ہر ایک نے چاہے وہ بنی ہاشم ہوں یا اصحاب کرام، کچھ نہ کچھ جواب دیا اور اظہار شرمندگی کی، زہیر قین کھڑے ہوتے ہیں اور کہتے

۱۔ ارشاد مفید، طبع سنگی، ص ۲۵۰۔

Presented by Ziaraat.Com

ہیں: " فَقَالَ: وَاللهِ لَوَدِدْتُ أَنِّي قُتِلْتُ ثُمَّ نُشِرْتُ ثُمَّ قُتِلْتُ حَتَّى أُقْتَلَ هَكَذا أَلْفَ مَرَّةٍ، وَ أَنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ يَدْفَعُ بِذَلِكَ الْقَتْلَ عَنْ نَفْسِكَ وَ عَنْ أَنْفُسِ هَؤُلَاءِ الْفِتْيَانِ مِنْ أَهْلِ بَيْتِكَ "[۱]۔

خدا کی قسم میں چاہتا ہوں کہ قتل کر دیا جاؤں۔ پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر قتل کر دیا جاؤں اور اسی طرح ہزار بار قتل کیا جاؤں، یہاں تک کہ خداوند عالم آپؑ کے اور ان جوانان اہل بیتؑ کے قتل کو اٹھالے (یعنی اگر آپ اور آپ کے اہلبیتؑ قتل نہ کئے جائیں تو میں ہزار بار مرنے اور قتل ہونے کو تیار ہوں) عاشورا کے روز ہر ایک فرزند پیغمبرؐ کے لئے جنگ پر ایک دوسرے پر سبقت کر رہا تھا (یعنی ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ پہلے میں میدان جنگ میں جاؤں اور اپنی جان اپنے مولا پر قربان کردوں) زندگی اور حیات ان کے لئے تلخ تھی، روح و جان کو وہ اپنے بدن میں سنگین محسوس کر رہے تھے اور ان میں سے بعض جنگ کا تقاضا اور اجازت کی تمنا کر رہے تھے کہ کس طرح ان کو جلدی سے جنگ کی اجازت مل جائے۔

تاریخ طبری میں ہے کہ: " فَوَقَفَ عابِسٌ أمامَ أَبِي عَبْدِاللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ و قالَ: ما أَمْسَى عَلَى ظَهْرِ الارْضِ قَرِيبٌ وَ لابَعِيدٌ أَعَزَّ عَلَيَّ مِنْكَ، وَ لَوْ قَدَرْتُ أَنْ أَدْفَعَ الضَّيْمَ عَنْكَ بِشَيْءٍ أَعَزَّ عَلَيَّ مِنْ نَفْسِي لَفَعَلْتُ. السَّلَامُ عَلَيْكَ أَشْهَدُ أَنِّي عَلَى هُداكَ وَ هُدَى أَبِيكَ.
وَ مَشَى نَحْوَ الْقَوْمِ مُصْلِتًا سَيْفَهُ وَ بِهِ ضَرْبَةٌ عَلَى جَبِينِهِ، فَنادَى: أَلارَجُلَ؛ فَأَحْجَمُوا عَنْهُ لانَّهُمْ عَرَفُوهُ أَشْجَعَ النّاسِ فصاحَ عُمَرُ بْنُ سَعْدٍ: ارْضَخُوهُ بِالْحِجارَةِ، فَرُمِيَ بِها فَلَمّا رَأَى ذَلِكَ أَلْقَى دِرْعَهُ وَ مِغْفَرَهُ

۱۔ ارشاد مفید، طبع سنگی، ص ۲۵۱۔

Presented by Ziaraat.Com

وَ شَدَّ عَلَى النّاسِ وَ إنَّهُ لَيَطْرُدُ[1] أكْثَرَ مِنْ مَأتَيْنِ ثُمَّ تَعَطَّفوا عَلَيْهِ مِنْ كُلِّ جانِبٍ فَقُتِلَ، فَتَنازَعَ ذَووا عِدَّةٍ فِي رَأسِهِ فَقالَ ابنُ سَعْدٍ: هَذا لَمْ يَقْتُلُهُ واحِدُ وَ فَرَّقَ بَيْنَهُمْ بِذَلِكَ"[2]۔

عابس بن شبیب شاکریؓ کہ جو اصحاب سید الشہداءؑ میں سے تھے، امامؑ کے سامنے آکر عرض کرتے ہیں: پوری زمین پر میرے نزدیک آپ سے زیادہ کوئی محترم اور عزیز نہیں ہے اور اگر میرے پاس اپنی جان سے عزیز تر اور کوئی چیز ہوتی تو اسے بھی آپ پر قربان کردیتا، مگر یہ ظلم جو یہ قوم جفاکار کررہی ہے وہ آپ پر نہ ہونے دیتا۔ سلام ہو آپ پر، میں گواہی دیتا ہوں کہ میں آپ کے پدر بزرگوار کے راستہ اور ہدایت پر ہوں اس وقت انہوں نے میدان کی طرف حرکت کی اس حالت میں کہ ایک شمشیر برہنہ کی ضربت ان کی پیشانی پر لگی ہوئی تھی اور آواز بلند کرکے کہہ رہے تھے: اَلَا رَجَل؟! کیا کوئی مرد ہے جو میرے سامنے اور میرے مد مقابل آئے؟!

سب ان سے دور ہوگئے کیونکہ ہر ایک جانتا تھا کہ وہ بہت بہادر انسان ہیں اور اس کا تجربہ بھی کرچکے تھے۔ عمر سعد نے کہا کہ اس پر پتھر برساؤ۔

تمام لشکر والوں نے ان پر ہر طرف سے پتھر برسانے شروع کردیئے اور مسلسل ان کی طرف پتھر پھینکے جارہے تھے، عابس نے جب یہ منظر دیکھا اپنی زرہ اور اپنے خَود کو سر سے اتار کر پھینک دیا اور ننگی تلوار لے کر ظالموں پر

۱۔ بعض نسخوں میں "یکرد" مذکور ہے کہ جس کے معنی بھی "یطرد" کے ہی ہیں۔

۲۔ "مقتل مقرّم" طبع نجف، ص۳۸۸ ۔ نقل از تاریخ طبری؛ وتاریخ طبری، طبع مصر ۱۳۵۷ھ، ج۲، ص۳۳۸ و ۳۳۹۔

ٹوٹ پڑے، اور دوسو سے زیادہ افراد کہ جوان پر حملہ کر رہے تھے سب کو پراکندہ اور فرار کرنے پر مجبور کر دیا اور ان کو زخمی بھی کر دیا۔

اور اب یہ وہ وقت تھا کہ جب پھر سے لشکر نے انھیں چاروں طرف سے گھیر لیا اور اتنے پتھر برسائے کہ وہ جاں بحق ہو گئے۔ (رضوان اللہ علیہ)

ان کے قتل ہونے کے بعد بہت سے افراد ان کے سر کو قلم کرنے کے لئے عجلت کرنے لگے اور ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ میں ان کے سر کو قلم کروں اور اس طرح ان میں نزاع ہونے لگا۔

عمر سعد نے جب یہ دیکھا تو کہنے لگا کوئی ایک شخص نہیں ہے جس نے ان کو قتل کیا ہے بلکہ تم سب ان کے قتل میں شریک ہو اور پھر اس طرح جھگڑا ختم ہو گیا۔

حضرت سید الشہداء علیہ السلام کا کلمہ حق کی بلندی کے لیے موت کا اشتیاق

خود وجود مقدس سرکار سید الشہداءؑ کس قدر موت کے عاشق ہیں، وہ خطبہ کہ جو آپؑ نے مکہ مکرمہ میں کوفہ کی جانب سفر کرتے وقت ارشاد فرمایا اس میں فرماتے ہیں: " وَ مَا أَوْلَهَنِي إِلَى أَسْلَافِي اشْتِيَاقَ يَعْقُوبَ إِلَى يُوسُفَ "[۱]۔

۱۔ لھوف، طبع سنگی، ص ۵۳۔

میں اس قدر اپنے گذشتگان سے ملنے کے لئے مشتاق ہوں کہ جیسے یعقوبؑ اپنے کھوئے ہوئے یوسفؑ سے ملنے کے لئے بے قرار اور بے چین تھے۔

اور جس وقت حر بن یزید ریاحیؒ نے حضرتؑ کا راستہ روکا اور ان کو کسی اور طرف جانے سے منع کیا تو اس وقت امامؑ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا: " فَقَامَ الْحُسَيْنُ خَطِيباً فِي أَصْحَابِهِ فَحَمِدَاللهَ وَ أَثْنَى عَلَيْهِ وَ ذَكَرَ جَدَّهُ فَصَلَّى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ:

إِنَّهُ قَدْ نَزَلَ بِنَا مِنَ الأَمْرِ مَا قَدْ تَرَونَ؛ وَ إِنَّ الدُّنْيَا قَدْ تَغَيَّرَتْ وَ تَنَكَّرَتْ، وَ أَدْبَرَ مَعْرُوفُهَا وَ اسْتَمَرَّتْ حَذَّاءً، وَ لَمْ تَبْقَ مِنْهَا إِلَّا صَبَابَةٌ كَصُبَابَةِ الإِنَاءِ، وَ خَسِيسُ عَيْشٍ كَالْمَرْعَى الْبِيلِ؛ أَلَا تَرَوْنَ إِلَى الْحَقِّ لَا يُعْمَلُ بِهِ، وَ إِلَى الْبَاطِلِ لَا يُتَنَاهَى عَنْهُ؛ لِيَرْغَبَ[1] الْمُؤْمِنُ فِي لِقَآءِ رَبِّهِ مُحِقًّا. فَإِنِّي أَرَى الْمَوْتَ إِلَّا سَعَادَةً وَالْحَيَوةَ مَعَ الظَّالِمِينَ إِلَّا بَرِمَا "[2]۔

پہلے حمد و ثنائے خدا بجالائے اور پھر اپنے جد کا اسم گرامی لے کر ان پر درود وسلام بھیجا پھر فرمایا: تم سب لوگ جانتے ہو کہ جو وقایع اور حوادث ناگوار ہم پر وراد ہوئے ہیں، اور دنیا نے اپنا برا اور مکروہ چہرہ ہمیں دکھایا ہے۔ اچھائیاں اور خوبیاں پشت پردہ چلی گئ ہیں اور یہی روش اور طریقہ چلا آرہا ہے واقعیت اور حقیقت بہت ہی کم رہ گئیں ہیں ہو بہو اس پانی کی طرح کہ جو کسی

---

۱ - بعض حضرات نے "لِیرْغَبِ" کو فعل امر جانا ہے اور اس کو مجزوم قرار دیا ہے کہ جو التقاء ساکنین کی وجہ سے مکسور ہو گیا اور اس بنا پر معنی اس طرح ہوں گے مومن کو چاہیئے کہ اس صورت میں حق کے ساتھ اپنے پروردگار سے ملنے کی تمنا میں رہے۔

۲۔ لہوف، طبع سنگی، ص۶۹۔

Presented by Ziaraat.Com

ظرف یا کوزہ کو خالی کرنے کے بعد اس کے تہ میں رہ جاتا ہے اور زندگی پست و ذلیل ہے مثل اس کھیت کے کہ جہاں سبزے اور دانے کاشت کئے جاتے ہیں مگر وہاں کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔

کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ حق پر عمل نہیں کیا جارہا اور باطل سے لوگوں کو منع نہیں کیا جارہا ہے تاکہ مومن لقاء خدا کی خاطر حقانیت پر باقی رہے اور اس کی طرف رغبت پیدا کرے۔

بس ایسی صورت میں اور ان شرائط کے ہوتے ہوئے میں موت کو سوائے سعادت کے اور کچھ نہیں سمجھتا اور زندگی وحیات کو ظالمین کے ساتھ بسر کرنے کو سوائے ذلت وخواری کے اور کچھ نہیں پاتا۔

Presented by Ziaraat.Com

نویں مجلس

اولیاء خدا کو خوف وہراس نہیں اور نہ ہی ان
کے لئے موت کی سختی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

Presented by Ziaraat.Com

أعوذُ بِاللهِ منَ الشَّيطانِ الرَّجيم

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ للهِ رَبِّ الْعالَمينَ و الصَّلوٰةُ و السَّلامُ عَلَي سَيِّدنا مُحَمَّد و آلِه الطّاهِرينَ و لَعْنَةُ اللهِ عَلَي أعْدآئِهِمْ أجْمَعينَ مِنَ الآنَ إلَي قيامِ يَوْمِ الدّينِ و لا حَوْلَ و لا قُوَّةَ إلاّ بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظيم[1]۔

ولایت کے معنی اور اس کے آثار

قال اللهُ الحكيمُ في كتابِه الكريم:

أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ اللهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُونَ * الَّذِينَ ءَامَنُوا وَ كَانُوا يَتَّقُونَ * لَهُمُ الْبُشْرَي فِي الْحَيوٰةِ الدُّنْيَا وَ فِي الاخِرَةِ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَـٰتِ اللهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ[2]۔

یہ آیات کریمہ سورۂ یونس کی ہیں کہ جو قرآن کریم کا دسواں سورہ ہے۔ اس کی آیت نمبر ۶۲ سے ۶۴ تک، کہ جو بہت ہی غور و خوض کا مقام ہے۔ اس میں خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

۱۔ موصوف نے یہ مطالب نویں ماہ رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ کو بیان فرمائے۔

۲۔ سورہ یونس، آیت ۶۲ تا ۶۴۔

Presented by Ziaraat.Com

آگاہ ہو جاؤ! کہ اولیاء خدا کے لئے کسی بھی طرح کا نہ خوف ہے اور نہ ہی غم۔ اولیاء خدا وہ ہیں کہ جو ایمان لے آئے اور مقام تقویٰ تک پہونچ چکے ہیں۔ ان لوگوں کے لئے دنیا اور آخرت کی زندگی میں بشارت ہے اور خدا کی باتوں میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

اولیاء، ولی کی جمع ہے؛ وَلی، یَلی، وِلایَۃً اور وَلایۃً. ولایت کے معنی صاحب اختیار اور صاحب ارادہ کے ہیں کہ جس کا لازمہ سرپرستی اور تمام شئون زندگی میں تصرف کرنا ہے اس طرح سے کہ جس نے بھی کسی کی سرپرستی اور ولایت کو قبول کرلیا اس کے لیے اپنا کوئی بھی اختیار اور ارادہ نہیں رہ جاتا۔

ولیّ فعیل کے وزن پر والی کے معنی میں اور مُوَلّیٰ علیہ (جس کی سرپرستی کی جائے) کے معنی میں ہے۔ لہٰذا یہ اسم فاعل بھی استعمال ہوتا ہے اور اسم مفعول بھی۔ اس شخص کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے کہ جو مقام ولایت و سرپرستی رکھتا ہے اور مالک و صاحب اختیار و ارادہ ہونے کے ساتھ ساتھ زندگی کے تمام مراحل میں تصرف کا حق رکھتا ہے، اسے بھی ولی کہا جاتا ہے اور اس شخص کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے کہ جس نے اپنے تمام تر اختیارات مندرجہ بالا صفات رکھنے والے شخص کے سپرد کر دیئے ہوں اور اس کے ما تحت اور سرپرستی میں زندگی گزار رہا ہو۔

اس بنا پر خود ذات مقدس پروردگار کو بھی ولی کہا جاتا ہے مثلًا: "اللّٰہُ وَلِيُّ الَّذِينَ ءَامَنُوا يُخْرِجُهُم مِنَ الظُّلُمَٰتِ إِلَى النُّورِ"[۱]۔

۱۔ سورۂ بقرہ، آیت ۲۵۷ کا ابتدائی حصہ۔

Presented by Ziaraat.Com

(خدا ان کا ولی ہے کہ جو ایمان لے آئے ہیں ان کو ظلمات سے نکال کر نور کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔)

اور ان افراد کو بھی ولی کہا جاتا ہے کہ جنہوں نے خود کو خدا کے اختیار وارادہ کے تحت قرار دے دیا ہے اور اسی کو وہ اپنی زندگی کے تمام امور میں تصرف کرنے کا حق دیتے ہیں جیسے خود یہی مورد بحث آیت کریمہ :

" أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ اللهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔

اولیاء اللہ میں صفات الٰہی کی تجلی کی کیفیت

لہٰذا اس بنا پر اولیاء اللہ سے مراد وہ افراد ہیں کہ جو اپنی زندگی کے تمام شعبوں میں خود مختاری سے باہر نکل آئیں اور اپنا پورا ارادہ واختیار اس ذات مقدس ازلی کے حوالہ کردیں۔اور اس کو اپنی ذات میں تصرف کرنے اور مالک الارادہ سمجھیں۔

تمام موجودات،خداوند عالم کے تکوینی ارادہ واختیار کے ما تحت ہیں یہاں تک کہ ایک ذرہ بھی ایسا نہیں کہ جو اس قانون سے جدا ہو۔ مگر ہماری بحث ولایت تشریعی کے بارے میں ہے۔ حس ووجدان کے ذریعہ اس معنی کو سمجھنا اور اس کو درک کرنا آسان نہیں ہے کہ خداوند عالم کے علاوہ کوئی ولایت کا حق نہیں رکھتا۔

جو اس ولایت کو درک کرے اور اپنے تمام وجود کو خدا کے ارادہ واختیار میں فنا کردے اور اپنی مرضی واختیار سے خود کو اسی کے ارادہ واختیار کے ما تحت قرار دے اس کو ولی اللہ کہا جاتا ہے، اور اس درجہ تک پہونچنے کا راز یہ ہے

Presented by Ziaraat.Com

کہ بعض مومن افراد اس کی اطاعت اور معصیت کے ترک کرنے کے نتیجہ میں مقام قرب پر فائز ہو جاتے ہیں، اور اس کے بعد مقام کمال اخلاق تک پہونچ جاتے ہیں۔ چونکہ محبت پروردگار ان کے دل میں روز بروز بڑھتی جاتی ہے ان کی آرزو بھی مقام قرب و عزت کو حاصل کرنے کی بڑھتی ہے کہ جو ان کے وجود کو روشن کرتی ہے، اور تمام برائی اور رذیلہ صفات واخلاق کو سوکھی گھاس پھوس کی طرح جلا کر ختم کردیتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ محبت کی سرحد پر استقرار پیدا کرلیتے ہیں اور اس پر ثابت قدم رہتے ہیں۔ اور یہ بات ہر ایک جانتا ہے کہ محبت کے آثار میں سے ایک یہ ہے کہ محب بہترین اخلاق سے مزین ہو جاتا ہے اور جتنا ہی اس کا شوق محبت بڑھتا ہے اتنا ہی اخلاق خدائی افزون تر ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا نفس ہر قسم کی برائی اور انانیت سے پاک ہو جاتا ہے، اس طرح سے کہ وہ اب اپنی ذات اور نفس میں برائی کی نیت بھی نہیں کرتا۔ لہٰذا اب اس کا سامنا برے حادثوں سے بھی نہیں ہوتا کیونکہ اصل نفس پاک وطاہر اور اس کا تصفیہ ہو چکا ہے۔

اور اگر اس صورت میں بھی اس مرحلہ میں خداوند کی بیشتر عنایت اور توفیق اس کے شامل حال ہو جائے تو وہ اسماء و صفات پروردگار کے مقام تک پہنچ جاتا ہے اور وہ تمام موجودات میں اس کے تمام اسماء اور صفات عامہ کو سمجھنے اور درک کرنے لگتا ہے اور اس مرحلہ کے بعد اگر عنایت و توفیق خداوندی بیشتر اس کے شامل حال ہوتی رہے تو وہ اپنے وجود کو پروردگار کی

Presented by Ziaraat.Com

عظمت و قدرت اور اس کے جمال و جلال کے سامنے پیش کر دیتا ہے اور مقام توکل و تفویض (سپردگی) سے گزرتا ہوا مقام رضا و تسلیم تک پہنچ جاتا ہے۔

اب ایسے موقع پر خدا ان کے امور کا اختیار رکھتا ہے وہ اپنا کچھ بھی ارادہ و اختیار نہیں رکھتے ان کے وجود اور تمام چیزوں میں خداوند عالم تصرف کرتا ہے۔ ایسے لوگوں کو " اولیاء اللہ " کہا جاتا ہے۔

یہ وہ افراد ہیں کہ جو قوت علامہ و عقل نظری کہ جو وہی عقل ہیولانی اور عقل بالملکہ اور عقل بالفعل و عقل مستفاد ہے، کے آخری مرتبہ تک پہنچ چکے ہیں اور اس کے پہلے تین مرحلوں سے گذر چکے ہیں اور ان کو علوم و معارف، ذات مقدس حضرت احدیت سے عقل فعّال کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے؛ یا یہ کہ وہ خود عقل فعال سے بھی گزر چکے ہیں اور عقول کے مراتب کو طے کر چکے ہیں اب انہیں بلاواسطہ مستقیماً خداوند عالم سے علم عطا ہوتا ہے۔

اسی طرح قوت عمّالہ اور عقل عملی کے مراتب کہ جو وہی تجلیہ، تخلیہ، تحلیہ اور فنا ہے اس کے بھی آخری مرتبہ پر فائز ہو چکے ہیں اور اس کے پہلے کے تین مرحلے ان کی ذات اور وجود میں متحقق ہو چکے ہیں۔

آیات مبارکۂ قرآن کریم کے لحاظ سے کہ شاید بعض مطالب کہ جو بعد میں بیان ہوں گے ان سے مناسبت بھی رکھتی ہیں۔ اور خصوصیات اولیاء خدا یہ ہیں کہ شیطان اولیاء خدا تک دسترسی نہیں رکھتا۔ ان سے اس کی امید قطع ہو چکی ہے کیونکہ انہوں نے اپنا ارادہ و اختیار خدا کے سپرد کر دیا ہے خداوند عالم ان کے وجود میں ارادہ و اختیار رکھتا ہے۔ لہٰذا اس صورت میں کس طرح

Presented by Ziaraat.Com

تصور کیا جا سکتا ہے کہ شیطان خدا کے ارادہ و اختیار پر غالب آجائے اور ان کو فریب و دھوکہ دیدے؟!

شیطان کی امید ان لوگوں سے ہے کہ جو اپنی ذات اور ارادہ میں خود تصرف رکھتے ہیں اور وہ ان کو شہوات و غفلت کی طرف دعوت دیتا ہے اور وہ خداوند عالم سے غافل ہو جاتے ہیں۔

لیکن وہ کہ جو راہ خدا میں اپنے وجود سے گذر چکا ہو اور اپنی انانیت کو خدا کے سپرد کرکے اپنے اختیار کو خدا کے اختیار میں فنا کر دیا ہو۔ وہ "وما تشاءون الّا ان یشاء الله"[1] کو چھوتا اور لمس کرتا ہے اس نے خدا کو اپنے دل میں بسالیا ہے۔ اب وہ خدا کی آنکھ سے دیکھتا ہے، خدا کے کان سے سنتا ہے، خدا کی زبان سے کلام کرتا ہے اور خدا کے دست کرم سے عطا کرتا ہے۔ اب عالم ہستی میں سے اس کے وجود میں کچھ ایسا نہیں بچا ہے کہ جس پر شیطان اپنا تسلط و تصرف کر سکے۔ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ: " وَ مَا يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ عَبْدٌ مِنْ عِبَادِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُهُ عَلَيْهِ؛ وَ إِنَّهُ لَيَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّي أُحِبَّهُ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَ بَصَرَهُ الَّذِي يَبْصُرُ بِهِ، وَ لِسَانَهُ الَّذِي يَنْطِقُ بِهِ، وَ يَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا؛ إِنْ دَعَانِي أَجَبْتُهُ، وَ إِنْ سَأَلَنِي أَعْطَيْتُهُ"[2]۔

۱۔ سورۂ انسان کی آیت نمبر ۳۰ کا ابتدائی حصہ اور سورۂ التکویر کی آیت نمبر ۲۹ کا ابتدائی حصہ۔

۲۔ اس حدیث کو کتاب "حکمۃ اللہ" صفحہ ۶۸ پر بیان کیا گیا ہے۔ اور اسی کتاب کے صفحہ ۵۱۹ پر کہا گیا ہے کہ اصل میں یہ حدیث پہلی بار (محاسن) برقی میں ذکر ہوئی انہوں نے عبد الرحمٰن بن حماد سے انہوں نے حنان بن سدیر سے اور انہوں نے امام جعفر صادقؑ سے نقل کی ہے۔ اور پھر کتاب کافی (محمد بن یعقوب کلینی) جلد دوم ص ۳۵۲ پر ۳ سند کے ساتھ آئی ہے:

Presented by Ziaraat.Com

کبھی بھی میرا کوئی بھی بندہ میرا تقرب اس چیز کے ذریعہ سے حاصل نہیں کر سکتا کہ جو میں نے اس کے اوپر واجب قرار دی ہے اور اس کے ذمہ لگا دی ہے۔ بلکہ وہ میرا تقرب ان بہترین اور خوب چیزوں کے ذریعہ سے حاصل کر سکتا ہے کہ جو میں نے اس کے اوپر واجب قرار نہیں دیں بلکہ وہ بعنوان نفل و مستحب ہیں اور مورد رضا اور میری محبت کا باعث ہیں۔ میرا بندہ مومن ان کو انجام دیتا ہے اور میں اس کو چاہنے لگتا ہوں۔

سند اول: ابو علی اشعری نے محمد بن عبد الجبار سے انہوں نے محمد بن یحییٰ سے انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے اور ان دونوں نے ابن فضّال سے انہوں نے علی بن عقبہ سے انہوں نے حماد بن شبیر سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے اور آپؑ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت بیان فرمائی ہے۔

سند دوم: ہماری جماعت میں سے چند افراد نے ہمارے اصحاب سے (یہ افراد مشخص ہیں مجہول نہیں اس کی تفاصیل کافی میں موجود ہے) انہوں نے احمد بن محمد بن خالد برقی سے انہوں اسماعیل بن مہران سے انہوں نے ابو سعید حمّاط سے انہوں نے ابان بن تغلب سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے۔

سندم سوم: ہمارے بعض اصحاب سے (یہ اصحاب بھی مشخص ہیں جس کی تفاصیل کافی میں دیکھی جا سکتی ہے) انہوں نے سہل بن زیاد سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے ہشام بن سالم سے انہوں نے مُعلّی بن خُنیس سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اور آپؑ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت بیان فرمائی ہے۔

اور اس روایت کو بہت ساری کتابوں میں ذکر کیا گیا ہے اور اہل سنت نے بھی مختلف الفاظ کے ساتھ اس روایت کو نقل کیا ہے۔

مرحوم میرزا جواد آقا ملکی تبریزی رضوان اللہ علیہ کتاب "لقاء اللہ" میں صفحہ ۲۹ پر بیان فرماتے ہیں کہ: یہ حدیث قدسی تمام اہل اسلام کے مابین متفق علیہ ہے۔ اور غزالی نے "احیاء العلوم" میں کتاب محبت و شوق نسبت بہ خدا میں جلد ۴ صفحہ ۲۶۳ پر اس روایت کو نقل کیا ہے اور عراقی نے فوق الذکر صفحہ پر ہی اس حدیث کو بخاری سے بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ انہوں نے ابوہریرہ سے اس کی روایت کی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

بس جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں کہ جس سے وہ سنتا ہے۔ اس کی آنکھ بن جاتا ہوں کہ جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کی زبان بن جاتا ہوں کہ جس کے ذریعہ سے وہ گفتگو کرتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں کہ جس سے وہ چیزوں کو اٹھاتا ہے؛ اگر وہ مجھ سے دعا کرتا ہے میں اس کو قبول کرتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے کوئی چیز طلب کرتا ہے تو میں اس کو عطا کرتا ہوں۔

عرفاء کی صفات کے بارے میں خواجہ نصیر الدین طوسی کا شرح اشارات میں کلام

خواجہ نصیر الدین طوسیؒ "شرح اشارات" کے نویں حصے کی انیسویں فصل میں فرماتے ہیں کہ: " إنَّ الْعارفَ إذا انْقطَعَ عَنْ نَفْسه وَ اتَّصَلَ بِالْحَقِّ، رَأي كُلَّ قُدْرَة مُسْتَغْرِقَةً في قُدْرَته الْمُتَعلِّقَة بِجَميع الْمَقْدورات، وَ كُلَّ عِلْمٍ مُسْتَغرِقًا في عِلْمه الَّذي لا يَعْزُبُ عَنْهُ شَيْءٌ مِنَ الْمَوْجودات، وَ كُلَّ إرادَة مُسْتَغْرِقَةً في إرادَته الَّتي يَمْتَنِعُ أنْ يَتَأَبّي عَلَيْها شَيْءٌ مِنَ الْمُمْكنات.

بَلْ كُلُّ وُجود وَ كُلُّ كَمالِ وُجود فَهُوَ صادرٌ عَنْهُ فآئضٌ منْ لَدُنْهُ.

صارَ الْحَقُّ حينَئذ بَصَرَهُ الَّذي بِهِ يَبْصُرُ، وَ سَمْعَهُ الَّذي بِهِ يَسْمَعُ، وَ قُدْرَتَهُ الَّتي بِها يَفْعَلُ، وَ عِلْمَهُ الَّذي بِهِ يَعْلَمُ، وَ وُجودَهُ الَّذي بِهِ يوجَدُ.

فَصارَ الْعارِفُ حِينَئذٍ مُتَخَلِّقًا بِأخْلاقِ اللهِ تَعالَي بِالْحَقيقَةِ"[1]۔

۱۔ شرح اشارات بو علی سینا، طبع مصر، ج ۴، ص ۹۷ و ۹۸ اور طبع سنگی میں صفحہ ۱٦۔

Presented by Ziaraat.Com

خدا کا عرفان رکھنے والا شخص چونکہ اپنے نفس سے باہر نکل آتا ہے اور خدا کے وجود سے وابستہ ہو جاتا ہے وہ تمام قدرت کو خدا کی قدرت میں غرق پاتا ہے کہ جس میں تمام ممکنات و مقدورات جمع ہو گئے ہیں۔ وہ تمام علوم کو خدا کے علم میں غرق پاتا ہے کہ کوئی بھی موجود شئ اس سے پنہان اور پوشیدہ نہیں۔ اور اسی طرح وہ تمام ارادوں کو خدا کے ارادہ میں غرق پاتا ہے کہ ہر ممکن شئ اس کے ارادہ کے ماتحت ہے اور اس کی سرپیچی و نافرمانی کی طاقت ان میں نہیں بلکہ وہ تمام وجود کہ جو عالم ہستی میں ہے اور تمام کمالات کو خداوند عالم کی طرف سے نگاہ کرتا ہے کہ ان سب کا ملجا و ماوا وہی ذات باری تعالیٰ ہے اور وہیں سے سب کو فیض حاصل ہوتا ہے۔

اور اب یہ وہ موقع ہوتا ہے کہ جب پروردگار عالم اس عارف کی آنکھ بن جاتا ہے کہ اس کے ذریعہ سے وہ دیکھتا ہے اس کا کان ہو جاتا ہے کہ اسی سے وہ سنتا ہے، اس کی قدرت و طاقت بن جاتا ہے جس کے ذریعہ وہ کام کو انجام دیتا ہے، اس کا علم بن جاتا ہے جس سے وہ ہر چیز کو جانتا اور سمجھتا ہے، تاہم اس کا وجود بن جاتا ہے کہ جس کے ذریعہ وہ ہستی پیدا کرتا ہے۔

بس ایسے میں وہ عارف در حقیقت کامل طور سے اخلاق خدا کا مرقع اور نمونہ بن جاتا ہے۔

اور اسی حصہ کی اکیسویں فصل میں بو علی سینا فرماتے ہیں کہ: " **الْعارِفُ هَشٌّ بَشٌّ، بَسّامٌ، يُبَجِّلُ الصَّغيرَ مِنْ تَواضُعِه كَما يُبَجِّلُ الْكَبيرَ، وَ يَنْبَسِطُ مِنَ الْخامِلِ مِثْلَ ما يَنْبَسِطُ مِنَ النَّبيه.**

وَ كَيْفَ لا يَهِشُّ وَ هُوَ فَرْحانٌ بِالْحَقِّ وَ بِكُلِّ شَيْءٍ، فَإِنَّهُ يَرَي فيهِ الْحَقَّ.

Presented by Ziaraat.Com

وَ كَيْفَ لا يُسَوّي، وَ الْجَميعُ عِنْدَهُ سَواسِيَةٌ أَهْلُ الرَّحْمَةِ قَدْ شُغِلوا بِالْباطِلِ"[۱]۔

ان فقروں کی شرح میں مرحوم خواجہ نصیر الدین فرماتے ہیں: " وَ هَذانِ الْوَصْفانِ أَعْني الْهَشاشَةَ الْعامَّةَ وَ تَسْوِيَةَ الْخَلْقِ فِي النَّظَرِ، أَثَرانِ لِخُلْقٍ واحِدٍ، يُسَمّي بِالرِّضا وَ هُوَ خُلْقٌ لا يَبْقَي لِصاحِبِهِ إِنْكارٌ عَلَي شَيْءٍ وَ لا خَوْفٌ مِنْ هُجومِ شَيْءٍ وَ لا حُزْنٌ عَلَي فَواتِ شَيْءٍ، وَ إِلَيْهِ أَشارَ عَزَّ مِنْ قائِلٍ: وَ رِضْوانٌ مِنَ اللهِ أَكْبَرُ؛ وَ مِنْهُ تَبَيَّنَ تَأْويلُ قَوْلِهِمْ: خازِنُ الْجَنَّةِ مَلَكٌ اسْمُهُ رِضْوانٌ"[۲]۔

یہ دو صفات کہ جو عارف کے اندر ہیں یعنی نرمی و تمام موجودات کے ساتھ ملائمت، اور تمام مخلوقات کو مساوی سمجھنا، یہ دو ایسے اثر ہیں، ایک ایسی صفت اور ایک ایسے اخلاق کے لئے کہ جس کو "رضا" کہا جاتا ہے اور یہ "رضا" ایک ایسی صفت ہے کہ جس کے اندر بھی پیدا ہو جائے تو پھر وہ کسی بھی چیز کو رد اور انکار نہیں کرتا اور پھر زندگی میں پیش آنے والے ناگوار حادثوں کے

۱۔ شرح "اشارات" بو علی، طبع مصر، ج ۴، ص ۱۰۱؛ اور طبع سنگی، ص ۱۵؛ اور بو علی کی عبارت کا یہ مطلب ہے: عارف کشادہ رو، اخلاق کے لحاظ سے نرم و ملائم، خوش رو اور ہمیشہ اس کا چہرہ متبسم ہے؛ تواضع اور فروتنی کہ جو اس کے دل میں خلق خدا کے لئے ہے اس کی وجہ سے وہ چھوٹے اور بڑوں سب کو محترم جانتا اور ان کی تعظیم و تکریم کرتا ہے اور اسی طرح وہ کم عقل و کم خرد افراد سے بھی کشادہ روئی سے پیش آتا ہے اور کس طرح وہ نرم و ملائم نہ رہے جبکہ وہ خداوند عالم سے اور اس کی ہر چیز سے خوشحال ہے۔ کیونکہ وہ ہر چیز میں خدا کو دیکھتا ہے اور وہ کس طرح مخلوقات کے درمیان فرق کرے جبکہ ہر ایک اس کے نزدیک مساوی اور برابر ہے اور سبھی اس کی رحمت کے مشمول ہیں یہ اور بات ہے کہ بعض باطل کی راہ میں کام کر رہے ہیں۔

۲۔ شرح اشارات، ص ۱۰۲

Presented by Ziaraat.Com

خوف وہراس سے اس کو بچالیتی ہے۔اور وہ کسی محبوب شئی کے فقدان پر غم و غصہ سے دچار نہیں ہوتا اور وہ درجہ کہ جو صفات رضا کے مقام میں سے ہے اس کی طرف خداوند کریم قرآن کریم میں اشارہ فرمایا ہے: " وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللهِ أَكْبَرُ"[1]۔

یعنی مقام رضا پروردگار عالم کی طرف سے ہے اس میں وہ جنتیں ہیں کہ جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور پاک و پاکیزہ گھر ہیں۔

اور یہیں سے اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ جنت کا ایک فرشتہ کہ جو دربان جنت ہے اس کو رضوان کیوں کہا جاتا ہے۔

اولیاء خدا، شیطان کی دسترس سے باہر ہیں

ہاں اولیاء خدا چونکہ انہوں نے اپنی ولایت کے رشتہ کو شیطان سے قطع کرلیا اور خدا سے جا ملے ہیں۔شیطان ان کی قوت متخیلہ پر تصرف نہیں کرسکتا۔سورۂ نحل میں خدا فرماتا ہے کہ:"إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَ عَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ * إِنَّمَا سُلْطٰنُهُ عَلَى الَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَهُ وَ الَّذِينَ هُم بِهِ مُشْرِكُونَ"[2]۔

یقیناً شیطان ان لوگوں پر کہ جو صاحبان ایمان ہیں اور خدا پر توکل کرتے ہیں، تسلط کی قدرت و طاقت نہیں رکھتا، بلکہ وہ صرف انہیں پر تسلط

۱۔سورۂ توبہ،آیت ۷۲ کا حصہ۔

۲۔سورۂ نحل،آیت ۹۹و۱۰۰۔

Presented by Ziaraat.Com

کرسکتا ہے کہ جو شیطان کے تحت اختیار و ولایت زندگی بسر کرتے ہیں اور اس کو خداوند عالم کے مقابل صاحب اثر جانتے ہیں۔

اور سورۂ صٓ میں ارشادفرماتا ہے کہ: "فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ * إِلا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ"[۱]۔

شیطان نے جب آدمؑ کو فریب دیا اور خدا کی رحمت سے دور ہوا تو اس نے خدا سے عرض کیا کہ: تیرے مقام عزت کی قسم اے میرے پروردگار میں تمام بنی آدم کو گمراہ اور اغواء کروں گا، مگر سوائے ان افراد اور بندگان کے کہ جو مقام مخلَصین تک پہنچے ہوئے ہوں گے۔

مخلَصین اولیاء خدا میں سے ہیں، اور ان کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے موت کی سختی (سکرات موت) عالم قبر و برزخ، عالم حشر و نشر، قیامت، صراط و میزان، اعمال کا پیش کیا جانا، سوال و جواب اور جنت و جہنم کی منزلوں کو اسی دنیا میں طے کرلیا ہے اور ان تمام مراحل سے گزر چکے ہیں۔ (اور اگر ان مراحل کو طے نہ کیا ہوتا تو مقام ولایت کہ جو مقام خلوص کا لازمہ ہے اس تک نہ پہونچتے) لہٰذا اب ان کے لئے موت کے وقت عذاب یا اس کے بعد اس کے کوئی معنی نہیں ہیں۔

وہ عذاب کہ جو انسان کو سکرات موت، یا قبر میں سوال منکر و نکیر کے وقت، یا صراط و میزان اور دوزخ میں لاحق ہوتا ہے وہ خود انسان کے اپنے ہی

۱۔ سورۂ ص، آیت ۸۲ و ۸۳۔

Presented by Ziaraat.Com

برے اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے کہ جو اس نے انجام دیئے ہیں اور نفس امارہ کی پیروی واطاعت کی ہے۔

اولیاء خدا طہارت و پاکیزگی کے اس مرحلہ اور مقام تک پہونچ چکے ہوتے ہیں کہ اب محال ہوتا ہے کہ کوئی برا عمل ان سے سرزد ہو، انہوں نے اپنا حساب خود ہی دنیا میں کیا ہوتا ہے اور اپنے نامہ اعمال کو دیکھ کر تزکیہ و تہذیب نفس کرکے عالم صورت ومثال سے عبور کرکے اپنے نفس کے قیامت کبریٰ سے گزرے ہوئے ہوتے ہیں اور اپنا رابطہ آسمان کے فرشتوں اور انبیاءؑ اور آئمہ علیہم السلام کی ارواح طیبہ سے برقرار کرلیتے ہیں اور عظمت علم قدرت اور حیات کے معدن و مخزن یعنی ذات مقدس حضرت حق جل جلالہ تک پہونچ جاتے ہیں اور وہ وجدان و تحقق کے اس مرحلے تک پہونچے ہوئے ہوتے ہیں کہ جہاں خوف وہراس اور غم وغصہ کا گزر نہیں۔

اولیاء اللہ کے چہروں پر خوف وہراس کی گرد بھی نہیں بیٹھتی

"أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ اللهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُونَ"

انسان کو خوف وہراس اس چیز کے نسبت پیدا ہوتا ہے کہ جسے وہ محبوب رکھتا ہے اور اس کے فقدان اور ختم ہونے کا احتمال دیتا ہے کہ وہ اسے اپنے ہاتھوں سے کھو بیٹھے گا۔

حزن وملال انسان کو اس چیز کی نسبت پیدا ہوتا ہے کہ جو اس کے پاس موجود تھی اسے چاہتا تھا مگر اب وہ شی اس کے پاس نہیں، لہٰذا اس کے نہ ہونے پر غمگین واندوہ گین ہوتا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

سبھی لوگ چونکہ ان کا تعلق مادی اور دنیا کی اعتباری چیزوں سے ہے اور اپنی زندگی کو خود اپنی مصلحت اور اپنی تخیلی آرزوؤں پر استوار کر رکھا ہے اس لئے ہمیشہ خوف واندوہ میں زندگی گزارتے ہیں اور کوئی بھی وقت ایسا نہیں گزرتا کہ جب ایک طرف سے دہشت واضطراب اور دوسری طرف سے غم و اندوہ ان پر احاطہ نہ کرے اور اگر وہ اپنے آپ کو کسی چیز میں مشغول کرکے اسے بھولنا بھی چاہیں تو ذہن سے وہ بات آسانی سے نہیں نکلتی اور پھر انسان اس کو بھولنے اور رفع کرنے کے مختلف چارے تلاش کرتا ہے کہ جو خود ایک رنج و مصیبت ہے اور اسی طرح زندگی بسر کرتا رہتا ہے۔

انسان کبھی بھی ایسا کام نہیں کر سکتا کہ جس کی وجہ سے خوف اور حزن کا مادہ اس کے وجود سے جدا ہو جائے اور ہمیشہ شاد و خرم رہے، تمام تفریحات اور دنیا کی لذتیں کہ جس سے انسان مزا لیتا ہے اور اس کو حاصل کرتا ہے صرف اس لئے ہے کہ خود کو اسی ہم و غم سے دور کرے اور جیسے ہی وہ لذت انسان کو حاصل ہوتی ہیں وہ خوف و حزن کہ جو پنہان ہے پھر ظاہر ہو جاتا ہے اور انسان کو ناراحت و مغموم کر دیتا ہے، اس بات کی وجہ یہ ہے کہ انسان اس دنیا میں اور اپنی زندگی میں بہت سے تعلقات رکھتا ہے اور چونکہ عالم دنیا مادہ اور طبیعت کے محور پر گھومتی ہے اور مادہ ہمیشہ حالت تبدل و تغیر اور کون و فساد (ہونا اور نہ ہونا) میں ہے۔ اس لئے انسان کے تعلقات قلبی بھی حالت تحول و تغیر میں رہتے ہیں اور پھر ان کے فقدان (نہ ہونے) پر غصہ کرتا ہے اور آئندہ میں نہ ہونے کے احتمال پر ہر اس وحشت اس کے وجود کا احاطہ کر لیتا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

مگر اولیاء خدا کہ جو خلوص کے اعلیٰ درجہ تک پہونچے ہوئے ہوتے ہیں اپنے دامن کو ان سارے تعلقات سے چھڑا لیتے ہیں لہٰذا زمان ومکان کا تبدل و تغیر اور دیگر مادّے کے آثار ان کی فکروں پر اثر انداز نہیں ہوتے اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اپنے بدن کے ساتھ دنیا سے باہر نکل گئے ہیں اور خود کو پیش آنے والے حوادث سے مصون و محفوظ کرلیا ہے نہیں اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اپنے دلوں سے دنیا کی محبت کو باہر نکال پھینکا ہے اور اپنے خیمہ کو اس ذات قدوس کے حرم امان میں لگایا ہے اور اپنا سارا ساز وسامان اسی کے آستانہ پر اتارا ہے۔

انہوں نے اپنے وجود جزئی کو اس وجود کلی سے ملادیا ہے، وہ عالم غروب سے حق کی طرف چلے گئے اور خود کو گزر جانے والے امور سے ابدیت کی طرف ملحق کردیا ہے؛ انہوں نے اپنے دلوں کو دونوں عالم سے خارج کرلیا اور اپنا رخت سفر باندھ کر خداوند عالم کے دریائے عظمت و قدرت میں وارد ہوگئے۔ وہ سمندر کی طرح ہوگئے ہیں ان کا وجود بہت وسیع اور لا محدود ہے۔

اگر کوئی سمندر سے تھوڑا سا پانی نکال لے یا اس میں ڈال دے تو اس کی کیفیت و کمیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

لیکن ہاں اگر محدود ظرف میں جیسے مشک یا پیالہ میں تھوڑا پانی ڈالا یا نکالا جائے تو ہر ایک اس کی کمی اور زیادتی کو محسوس کرے گا۔

ایک عام انسان کی مثال بھی اسی محدود ظرف کی طرح ہے کہ اس نے اپنے نفس کو عالم طبیعت اور مادہ کے حدود اور خواہشات و روابط میں منحصر

Presented by Ziaraat.Com

کرلیا ہے؛ عورت یا فرزند یا مال یا قوم وقبیلہ کے چھوٹ جانے یا جاہ و حشم کے چلے جانے پر اس قدر ماتم و گریہ کرتا ہے کہ خود کو دہشت زدہ پاتا ہے صرف اور صرف اولیاء خدا ہیں کہ جنہوں نے اپنے نفس کو طبیعت، مادہ، آثار اور تعلقات کے تمام مراحل و منازل سے باہر کرلیا ہے اور عالم تجرد و ملکوت کی طرف چل پڑے ہیں۔ وہ دریا اور سمندر کی مانند ہوگئے ہیں جن کا وجود مختلف پہلو رکھتا ہے لہٰذا ماضی میں ان چیزوں کے چھوٹ جانے یا آئندہ زمانہ میں ان کے ختم ہونے کے احتمال پر ان کے اندر تنزلزل و تغیر ایجاد نہیں ہوتا اور ان کے سر پر خوف واندوہ کی گرد وخاک نظر نہیں آتی۔

اور یہی معنی ہیں وسعت نفس اور اس کی محدودیت سے باہر آنے کے کہ جس کو خداوند عالم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے اور حضرت امیر المومنینؑ نے اس کلام الٰہی کو بعنوان معنی زہد تفسیر فرمایا ہے:

"الزُّهْدُ كُلُّهُ بَيْنَ كَلِمَتَيْنِ مِنَ الْقُرْءَانِ، قَالَ اللهُ سُبْحَانَهُ: لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَي' مَا فَاتَكُمْ وَ لَا تَفْرَحُوا بِمَآ ءَاتَيكُمْ"[1]۔

"وَ مَنْ لَمْ يَأْسَ عَلَي الْمَاضِي وَ لَمْ يَفْرَحْ بِا لاتِي، فَقَدْ أَخَذَ الزُّهْدَ بِطَرَفَيْهِ"[2]۔

حضرت نے فرمایا: خداوند عالم نے زہد کی حقیقت کو قرآن مجید میں دو لفظوں میں بیان فرمادیا ہے؛ اور وہ یہ ہیں کہ: اس چیز پر افسوس نہ کرو جو

۱۔ سورۂ حدید، آیت ۲۳ کا ابتدائی حصہ۔

۲۔ شرح نہج البلاغہ باب الحکم، طبع محمد عبدہ، مصر (مطبعہ عیسی البابی الحلبی) ج ۲، ص ۲۳۸۔

Presented by Ziaraat.Com

تمہارے ہاتھ سے نکل گئی ہے اور اس چیز پر خوش نہ ہو کہ جو تمہیں دی گئی ہے۔

پس جو شخص بھی گذشتہ امور کے جانے پر افسوس نہ کرے اور آئندہ جو اس کو دیا جائے گا اس پر خوشحال نہ ہو بس اس نے حقیقت زہد کے دونوں پہلوؤں کو حاصل کر لیا ہے۔

اولیاء اللہ کا ایمان مرحلہ کمال پر ہوتا ہے

اولیاء خدا کون ہیں؟

" الَّذِينَ ءَامَنُوا وَ كَانُوا يَتَّقُونَ"

وہ ہیں کہ جو ایمان لے آئے ہیں اور تقویٰ اختیار کیا ہے یعنی وہ ایمان رکھتے ہیں اور ایمان کی اصل واساس پر عمل کرکے متقی ہوئے ہیں اور ان کا وہی ایمان اور تقویٰ ان کے ایمان اور تقویٰ کے اور بہتری کا سبب بنا ہے اور ہمیشہ ان کا ایمان اور تقوی بلند درجہ کا ایمان اور تقویٰ اور اس کے قوی ہونے کا سبب بنتا ہے تاہم ان کا ایمان اعلیٰ درجہ تک پہونچ گیا اور ان کا سابق تقویٰ اس ایمان کے پیدائش کا سبب ہوا ہے۔

سورۂ صف میں آیا ہے کہ :"يَأَيهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا هَلْ أَدُلُّكمْ عَلى تجَرَةِ تُنجِيكم مِّنْ عَذَابِ أَلِيمِ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَ رَسولِه"[1]۔

۱۔ سورۂ صف آیت نمبر ۱۰ اور آیت نمبر ۱۱ کا ابتدائی حصہ۔

Presented by Ziaraat.Com

اے صاحبان ایمان کیامیں تمہاری راہنمائی کروں اس تجارت کی طرف کہ جس کے ذریعہ تم عذاب الیم سے بچ جاؤ تو خدااور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ۔

اور سورۂ نساء میں آیا ہے کہ: " يَأَيهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا ءَامِنُوا بِاللّٰهِ وَ رَسولِهِ"[۱]۔

اے وہ افراد کہ جو ایمان لائے ہو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کے درجات ہیں لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم ابتدائی مراتب سے گزر کر ایمان کے عالی درجہ تک پہونچیں۔

یہ ایمان سابق ایمان سے جدا ہے، یہ ایسا ایمان ہے کہ جس میں شرک پورے طریقہ سے دل سے نکل چکا ہے اور توحید کا نور کلمہ کے تمام معنی کے اعتبار سے انسان کے قلب و وجدان میں طلوع کر چکا ہے۔

لہٰذا اس بنا پر خدا فرماتا ہے کہ "الَّذِينَ ءَامَنُوا وَ كَانُوا يَتَّقُونَ"وہ یہ نہیں فرماتا ہے کہ "الذين آمنوا و اتقوا"وہ کہ جو صاحب ایمان ہیں اور با تقویٰ ہیں۔

"لَهُمُ الْبُشْرَيٰ فِي الْحَيوٰةِ الدُّنْيَا وَ فِي الاخِرَةِ"

ان افراد کو اس دنیا اور آخرت کی زندگی میں خدا کی رحمت کے فرشتے بشارت دیتے ہیں۔

۱۔ سورۂ نساء آیت نمبر ۱۳۶ کا ابتدائی حصہ۔

Presented by Ziaraat.Com

"لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمٰتِ اللهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ"

اس دنیا میں بشارت دیتے ہیں امور واقعیہ ،سکون و اطمینان وآرام قلب کی، عطایائے الٰہیہ سے بہرہ مند ہونے اور خدائی سرمایہ وثروت سے کما حقہ استفادہ کرنے کی، وہ بشارت دیتے ہیں پیغمبروں ، آئمہؑ کی ارواح اور ملائکہ سے ملاقات اور ان سے انس برقرار کرنے کی، وہ بشارت دیتے ہیں خدا کے اسماء اور اس کے تمام صفات تک پہونچنے کی، وہ بشارت دیتے ہیں خدا کے لقاء اور اس کی ذات میں فنا ہونے کی اور مقام توحید کے تمام مراتب اور اس کے درجات کے طلوع ہونے کی۔

اور آخرت میں وہ جنت کی بشارت دیتے ہیں اس میں ہمیشہ رہنے اور مغفرت کی، صراط سے عبور ہونے اور نعیم و کوثر سے ہوتے ہوئے شفاعت سے بہرہ مند ہونے اور پیغمبروں کی ارواح طیبہ سے ملحق ہونے اور پاک و پاکیزہ افراد کی ہمراہی اور مقام امن و امان و سلامتی اور خدا کے جمال تک پہونچنے کی۔

اولیاء اللہ کو بشارت غیر اولیاء اللہ کے علاوہ ہے

اور دوسری طرف سورۂ فصلت میں کہ جو سورہ حم سجدہ ہے فرماتا ہے: " إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللهُ ثُمَّ اسْتَقَمُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَئِكَةُ أَلا تَخَافُوا وَ لا تَحْزَنُوا وَ أَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِى كُنتُمْ تُوعَدُونَ "[۱]۔

۱۔ سورہ فصلت، آیت ۳۰۔

Presented by Ziaraat.Com

جن لوگوں نے کہا کہ خدا میرا رب ہے اور پھر اپنی اس بات پر استقامت دکھائی تو ان پر ملائکہ کا نزول ہوتا ہے اور وہ ملائکہ ان سے کہتے ہیں کہ تم کسی بات کا خوف و حزن نہ کرو تمہارے لئے بشارت ہے اس جنت کی کہ جس کا وعدہ تم سے پہلے کیا گیا تھا۔

یہ خوشخبری دنیا میں ان افراد کو نہیں سنائی جاتی ہے کہ جو اپنے ایمان پر استوار و پائیدار رہیں۔ بلکہ یہ بشارت ان کو موت کے وقت دی جاتی ہے، لہٰذا اس بنا پر اس طرح کی آیات جیسے یہ آیت: " أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ اللهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُونَ " ہماری مورد بحث نہیں ہے۔

اس لئے کہ بشارت ایک حتمی الوقوع امر ہے کہ جو اس امر سے تعلق رکھتا ہے لہٰذا جس امر کے واقع ہونے یا نہ ہونے کا احتمال پایا جائے اس کو بشارت نہیں کہتے مثلاً اگر ایک عورت حاملہ ہو تو اس کو یہ کہہ کر مبارکباد نہیں دی جاتی کہ تمہیں مبارک ہو کہ خدا نے تم کو لڑکا عنایت فرمایا ہے۔ اس لئے کہ معلوم نہیں کہ بچہ جو اس کے شکم میں ہے وہ لڑکا ہے یا لڑکی۔ لیکن جب بچہ پیدا ہو جاتا ہے تب اس طرح مبارک باد دی جاتی ہے کہ تمہیں فرزند مبارک ہو جو خدا نے تمہیں مرحمت فرمایا ہے۔

انسان بھی جب تک مرحلہ ولایت یا مرحلہ موت تک نہیں پہونچتا اس کی راہ ایک طرفہ نہیں ہے بلکہ وہ ہمیشہ خوب و بد، سعادت و شقاوت اور جنت و جہنم کے دوراہے پر کھڑا ہوتا ہے اس کے جنت میں وارد ہونے کی بشارت یا

Presented by Ziaraat.Com

اس کے اوپر سے خوف وہراس اور غم واندوہ کے اٹھائے جانے کی بشارت بے معنی ہے۔

بشارت اولیاء خدا کے لئے صحیح اور درست ہے کہ جنہوں نے حرم خدا میں آرام وسکون حاصل کیا اور اپنے وجود سے ہر طرح کے خوف وہراس اور غم وغصہ کو دور کر دیا ہے۔ چاہے وہ بشارت دنیوی ہو یا اخروی؛ کیونکہ ان کا کام ایک طرفہ ہو گیا ہے اور اب عالم خلوص میں داخلہ کے بعد شیطان کو بھی ان سے امید نہیں رہی لیکن نسبت بہ غیر اولیاء خدا اگرچہ وہ صاحبان ایمان بھی ہوں اور اپنے اس ایمان پر محکم اور اس راہ میں قدم بھی آگے بڑھاتے ہوں، مگر چونکہ وہ ابھی مقام خلوص تک نہیں پہونچے اور ان کا کام ابھی بھی سعادت محض میں تبدیل نہیں ہوا ہے اور وہ خیر وشر کے اختیار سے باہر نہیں نکلے ہیں لہٰذا ان کی سعادت وشقاوت اور جنت و جہنم میں ورود کا احتمال ابھی بھی برابر ہے۔

اس بنا پر دنیا میں بہشت اور جنت کی بشارت لا حاصل ہے اور اس قرینہ کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ ملائکہ کی بشارت حالت مرگ میں ہوتی ہے کہ جس وقت انسان اپنے اختیار سے بے اختیار ہو گیا ہے اور اس کا دوراہہ ایک راستہ میں تبدیل ہو گیا ہے۔

اس کی دوسری دلیل کہ بشارت حالت مرگ میں ہوتی ہے آیت کریمہ کا یہ جملہ ہے:

"وَ أَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ"

Presented by Ziaraat.Com

بشارت ہو تم کو اس جنت کی کہ جس کا وعدہ تم سے پہلے کیا گیا تھا؛ یعنی وہ جنت کہ جس کا وعدہ تم سے دنیا میں کیا گیا تھا اور چونکہ اب حالت مرگ یا موت کے قریب پہنچ گئے اور دنیا کو اپنے پس پشت چھوڑ آئے ہیں۔ لہٰذا اب ان سے کہا جاتا ہے کہ "کنتم توعدون"

مگر اولیاء خدا کے لئے ایسا نہیں بلکہ ان کو اس دنیا میں بشارت دی جاتی ہے، کیونکہ وہ مقام ولایت تک پہنچ چکے ہیں اور خوف و حزن ان کے اوپر سے اٹھایا جاچکا ہے۔ وہ تمام بندوں سے جدا، خاص بندے ہیں؛ ان پر ولایت خدا کی مہر لگی ہوئی ہے اور ان کو "ولی اللہ" کہا جاتا ہے۔

قرآن کریم میں نعمت سے مراد وہی ولایت ہے

اور قرآن مجید کی متعدد آیات میں ولایت کے یہی معنی بہت تاکید کے ساتھ بیان ہوئے ہیں: جیسے یہ آیہ کریمہ کہ اس میں ولایت کو لفظ نعمت سے تعبیر کیا گیا ہے؛ ارشاد ہوتا ہے: "الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاس إِنَّ النَّاس قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَاناً وَ قَالُوا حَسبُنَا اللهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيلُ * فَانقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللهِ وَ فَضلٍ لَّمْ يَمْسسهُمْ سوءٌ وَ اتَّبَعُوا رِضوَنَ اللهِ وَ اللهُ ذُو فَضلٍ عَظِيمٍ"[۱]۔

ان آیات کا مختصر اور اجمالی مفہوم یہ ہے کہ:

جب غزوۂ احد تمام ہوا تو رسول اللہ ﷺ اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ مدینہ واپس تشریف لائے۔ زخمی افراد اپنے زخم کے مداوا اور آرام کے لئے

۱۔ سورۂ آل عمران، آیت ۱۷۳ و ۱۷۴۔

Presented by Ziaraat.Com

اپنے اپنے گھروں میں چلے گئے۔ اور اب یہ وہ وقت تھا کہ جب کفار کا رعب مسلمانوں پر طاری تھا اور مسلمانوں کی عظمت پائمال ہو رہی تھی اور کفار اس تاک میں تھے کہ مدینہ پر حملہ کرکے رسول اللہ ﷺ کو قتل کر دیں اور مسلمانوں کو اسیر بنالیں۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا کہ تمام وہ افراد کہ جو جنگ احد سے واپس آئے ہیں سب تیار ہو جائیں اور مشرکین کا تعقب اور پیچھا کریں۔

امیر المومنینؑ کہ جن کے جسم مبارک پر اسّی زخم لگے تھے اور ان میں سے بعض زخم بہت زیادہ گہرے بھی تھے جن کے درمان اور علاج کی اشد ضرورت تھی لہٰذا مولائے کائنات بھی اپنے بیت الشرف میں ان زخموں کے مندمل کرنے اور ان کے علاج میں مصروف تھے کہ ناگہان رسول خدا ﷺ آئے منادی نے اعلان کر دیا اور تمام مجاہدین احد کو مشرکین کا پیچھا کرنے کی دعوت دے دی۔ تمام مسلمان جو ابھی جنگ احد کی خستگی کو دور بھی نہ کر پائے تھے رسول اللہ ﷺ کا حکم پاتے ہی آپ ﷺ کی دعوت پر لبیک کہا اور مشرکین کے تعقب میں گھروں سے نکل پڑے۔

داستان غزوہ حمراء الاسد اور مقام ولایت و علمبرداری

رسول اللہ ﷺ نے جنگ کا ایک علم بنایا اور اسے امیر المومنینؑ کے ہاتھوں میں دیدیا اور بذات خود امیر المومنینؑ اور تمام مسلمانوں کے ہمراہ حمراء الاسد کہ جو مدینہ سے آٹھ میل دوری پر ہے وہاں تک تشریف لائے۔

Presented by Ziaraat.Com

اور دوسری طرف مشرکین "روحاء" کہ جو مدینہ سے تیس یا چالیس میل کی دوری پر ہے، تک پھونچے تھے اور اس بات پر افسوس کر رہے تھے کہ کیوں جنگ میں پیغمبرﷺ کو نہیں مار سکے اور کہہ رہے تھے: لا غداً قتلتم ولاالکواعب اَرْدَفْتُمْ نہ محمدؐ کو قتل کیا اور نہ ہی ان کی جوان لڑکیوں کو اسیر کر پائے۔

وہ خود کو امادہ کر رہے تھے کہ مدینہ پر حملہ کریں اور اسی بحث و گفتگو میں تھے۔

حمراء الاسد کے مقام پر معبد خزاعی نے رسول اللہﷺ کا دیدار کیا درحالیکہ وہ مشرک تھا۔ لیکن قبیلہ خزاعہ ان کے مسلمان اور کافر بھی رسول اللہﷺ کے صاحب اسرار تھے کیونکہ اس سے پہلے انہوں نے "تہامہ" کے مقام پر رسول اللہﷺ کے ساتھ عہد و پیمان باندھا ہوا تھا اور اسی وجہ سے وہ کسی بھی چیز کو رسول اللہﷺ سے پنہان اور پوشیدہ نہیں کرتے تھے۔

معبد خزاعی نے کہا: اے محمدﷺ خدا کی قسم جو کچھ بھی آپ اور آپ کے اصحاب پر جنگ میں وارد ہوا ہے یہ ہمارے لئے بہت ہی گران اور سخت ہے اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ خدا اس مصیبت کو آپ پر سے اٹھالے۔

معبد رسول اللہﷺ کی خدمت سے خارج ہوا اور "روحاء" کے مقام پر ابوسفیان اور اس کے ہمراہیوں سے ملاقات کی اور اس نے سنا کہ وہ آپس میں گفتگو کر رہے ہیں کہ ہم نے رسول اللہﷺ کے ایک بہت ہی اچھے سپہ

Presented by Ziaraat.Com

سالار امیر حمزہ کو قتل کر دیا ہے مگر اس سے پہلے کہ ان کی بنیاد کو ہلاتے ہم پلٹ آئے۔

جب ابو سفیان نے معبد کو دیکھا تو اس سے کہا کہ تم مدینہ سے آرہے ہو وہاں کی کیا خبر ہے؟

معبد نے کہا: محمدؐ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مدینہ سے خارج ہو چکے ہیں اور ان کے ساتھ ایک ایسا لشکر کا سیلاب ہے کہ جس کے مانند میں نے کبھی نہیں دیکھا اور وہ تمہارے تعاقب میں آرہے ہیں اور ان کے اصحاب اس قدر غضبناک ہیں کہ جیسے آگ کا ایک ٹکڑا۔

ابو سفیان نے کہا: وای ہو تجھ پر یہ کیا کہہ رہا ہو؟ معبد نے کہا: خدا کی قسم تم یہاں سے کوچ نہیں کروگے مگر اس سے پہلے مسلمانوں کے گھوڑوں کی آواز سن لوگے۔

ابو سفیان کہتا ہے: خدا کی قسم ہم سب اس بات پر متفق ہیں کہ محمد اور ان کے ساتھیوں پر حملہ کریں اور ان کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں۔

اس پر معبد نے کہا کہ خدا کی قسم میں اس بارے میں تم کو کوئی صلاح نہیں دیتا۔

اس کی یہ بات سن کر ابو سفیان گھبرا گیا اور مکہ کی طرف پلٹ گیا اور اس نے حملہ اور ثابت قدمی کی جگہ فرار کو اختیار کیا۔ اس کے بعد وہ نعیم بن مسعود اشجعی کے پاس گیا کہ جو مدینہ کی طرف عازم سفر تھا اور اس کو بہت سارے مال و دولت کی لالچ دے کر کہا کہ مدینہ جاکر محمدؐ اور ان کے اصحاب کے

Presented by Ziaraat.Com

درمیان جتنا ہوسکے ہماری قدرت وطاقت سے ان کو خوف دلاؤاور ان سے کہو کہ ابوسفیان اور اس کے ساتھی پوری آمادگی کے ساتھ محمدؐ اور ان کے اصحاب کو قتل اور عورتوں کو اسیر کرنے آرہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تمہیں پوری طرح نیست و نابود کردیں۔

نعیم بن مسعود کہ جو منافقین مدینہ میں سے تھا اور اس نے ظاہراً اسلام کا لبادہ زیب تن کیا ہوا تھا، رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کے پاس آیا اور جس قدر بھی اس نے چاہا کہ اپنی بے بنیاد باتوں کے ذریعہ ان کے دل میں مشرکین کا رعب و دبدبہ بٹھادے اور ان کو خوف وہراس میں مبتلا کردے تا ہم ان کو کفار پر حملہ کرنے سے منصرف کردے مگر وہ اپنی اس ناکام کوشش میں کامیاب نہ ہوسکا اور اس کی ان باتوں کا کوئی بھی اثر نہ ہوا اور رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امیر المومنینؑ اور دیگر زخمی و مجروح اصحاب کے ساتھ اپنے اس عزم وارادہ پر باقی رہے انہوں نے خود کو خدا کے حوالہ کردیا تھا اور کہہ رہے تھے: ہم کسی بھی چیز کے پیش آنے پر قدم پیچھے نہیں ہٹائیں گے ہمارے پاس جو کچھ بھی ہے وہ خداوند عالم کی طرف سے ہے اور وہ ہمارا بہترین کفیل و وکیل ہے۔

یہ فداکاری جو انہوں نے انجام دی اس کے نتیجہ میں دشمن مرعوب و دہشت زدہ ہوگیا۔ وہ یکبارگی اپنے ارادہ واختیار سے باہر آگئے اور انہوں نے خود کو اپنے پروردگار کے حوالہ کردیا؛ خدا نے بھی ان کی تدبیر کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور ان کے ایمان میں زیادتی بخشتے ہوئے ان کو ایک عظیم نعمت کہ جو مقام ولایت ہے انہیں عنایت فرمایا۔

Presented by Ziaraat.Com

"الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَـٰنًا وَ قَالُوا حَسْبُنَا اللهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيلُ"

وہ لوگ (امیر المومنینؑ کی ذات والا صفات مراد ہے کہ جنہوں نے زخموں سے چور چور ہونے کے بعد بھی جنگ کے پرچم کو اٹھایا، اور اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صادق و باوفا اصحاب مراد ہیں) کہ جن سے کہا گیا (مراد نعیم بن مسعود اشجعی منافق ہے کہ جس نے ان لوگوں سے کہا تھا کہ ابو سفیان اور اس کے ہمنوا) سب تم لوگوں پر حملہ کرنے کے لئے ایک جٹ ہوگئے ہیں لہٰذا تم خوف کھاؤ اور جنگ و حملہ کا ارادہ چھوڑ دو لیکن یہ بات ان کے ایمان میں پختگی اور قوت کا سبب بنی اور انہوں نے اس کے جواب میں کہا کہ خدا ہمارے لئے کافی ہے، اور وہ بہترین وکیل ہے کہ وہ جس طرح چاہے اپنے ارادہ واختیار سے ہمارے امور میں تصرف کرے۔

"فَانقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللهِ وَ فَضْلٍ لَمْ يَمْسَسْهُمْ سُوٓءٌ وَ اتَّبَعُوا رِضْوَانَ اللهِ وَ اللهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ"

وہ لوگ جنگ سے واپس آئے اس حالت میں کہ خدا نے ان کو نعمت ولایت عنایت فرمائی ہوئی تھی اور اپنے فضل و کرم سے ان کو سرشار کیا ہوا تھا اور انہوں نے اپنے نفس کی اتباع نہیں کی بلکہ انہوں نے رضائے خدا کی پیروی کی اور خداوند عالم بہت بڑا صاحب فضل ہے۔

ایسے میں خداوند عالم نے پیغمبرؐ کی نصرت اور مدد کی اور بغیر کسی برے اثر کے (نہ دشمن کی طرف سے اور نہ ہی زخم کے لحاظ سے جنگ احد میں)،

Presented by Ziaraat.Com

عافیت کے ساتھ قلب میں قوت ایمان و فضل و شرف لئے ہوئے اور اس کے ساتھ دشمنوں کے دل میں اپنا رعب و دبدبہ بناتے ہوئے واپس آئے[1]۔

البتہ یہ نعمت ولایت تمام وہ اصحاب کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ حمراء الاسد کی طرف گئے تھے سب کو عطا نہیں ہوئی تھی بلکہ ان افراد کو دی گئی تھی کہ جنہوں نے اپنے وجدان و دل سے کہا تھا کہ حَسْبُنَا اللهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيلُ اور اس بات کی دلیل یہ ہے کہ اس سے پہلے والی آیت میں ہے کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے: "الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَ الرَّسُولِ مِن بَعْدِ مَآ أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَ اتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيمٌ"[2]۔

(وہ لوگ کہ جنہوں نے مشرکین کا پیچھا کرنے کے سلسلہ میں دعوت خدا اور رسولؐ پر لبیک کہا باوجود اس کے کہ انہوں نے جنگ احد میں زخم

۱۔ بہت سے مفسرین نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے؛ جیسے تفسیر المیزان، ج ۴، ص ۶۵ تا ۷۷۔ تفسیر مجمع البیان، طبع صیدا، ج ۱، ص ۵۲۸ تا ۵۳۱۔ تفسیر برھان، طبع سنگی، ج ۱، ص ۲۰۱۔ تفسیر ابو الفتوح رازی، طبع مظفری، ج ۱، ص ۶۸۷ تا ۶۹۱ و طبع اسلامی ہمراہ با تصحیح آیۃ اللہ شعرانی، ج ۳، ص ۲۵۴ تا ۲۶۰۔ تفسیر بیان السعادہ، طبع سنگی، ص ۱۷۱ اور ۱۷۲۔ تفسیر صافی، طبع اسلامی، ج ۱، ص ۳۱۴ تا ۳۱۶۔ اور بحار الانوار، جلد ۶ ص، ۵۰۶ طبع کمپانی۔

اور اسی طرح بہت سے مورخین نے بھی اس کو ذکر کیا ہے جیسے واقدی نے کتاب "مغازی" میں ہمراہ با تحقیق مارسڈن جونس، جلد اول، ص ۳۳۴ تا ۳۴۰۔ "روضۃ الصّفا" جلد دوم غزوۂ حمراء الاسد کے عنوان کے تحت۔ "تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس" جلد اول، ص ۴۴۷ تا ۴۴۹۔ "تاریخ طبری" طبع مصر، مطبعۃ الاستقامۃ (۱۳۵۷ ھجری) جلد دوم، ص ۲۱۱ تا ۲۱۳۔ "اور منتہی الآمال" طبع رحلی، علمیۃ الاسلامیہ، جلد اول، ص ۷۴ پر۔

۲۔ سورۂ آل عمران / ۱۷۲

Presented by Ziaraat.Com

کھائے تھے، ان لوگوں میں سے وہ افراد کہ جنہوں نے احسان اور تقویٰ اختیار کیا ہے ان کے لئے بہت بڑا اور عظیم اجر ہے)

یہاں پر اس بات کو ملاحظہ کیا جاسکتا ہے کہ ان لوگوں میں سے خاص طور پر اہل احسان و تقویٰ کے لئے یہ اجر عظیم معین فرمایا گیا ہے اور پھر خود صاحبان احسان و تقوی کو بھی آیات میں پہچنوادیا گیا کہ وہ وہ افراد ہیں کہ جنہوں نے ایسے حساس اور سخت موقع پر کہا: "حسبنا الله و نعم الوكيل" انہوں نے خود کو خدا کے سپرد کردیا اور اپنے ارادہ واختیار کو خدا کے ارادہ و اختیار میں فنا کردیا۔ یہ معنی ہیں ولایت کے۔

اور اسی جیسی تعبیر سورۂ فتح کے آخر میں بھی ہے۔ وہاں پر کہ جہاں خداوند عالم نے ان لوگوں کی صفات کو مفصل بیان فرمایا ہے کہ جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ہیں۔ اس کے آخر میں فرمایا ہے: " وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ ءَامَنُوا وَ عَمِلُوا الصلِحَتِ منهُم مَّغْفِرَةً وَ أجْراً عَظِيمَا "[۱]۔

(خداوند عالم نے ان لوگوں سے کہ جو ایمان لائے اور اعمال صالح انجام دیتے ہیں مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔) اسی طرح وہ آیات کہ جو معنائے ولایت پر دلالت کرتی ہیں یہ ہیں: " يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِينَ ءَامَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِى الحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِى الاَخِرَةِ وَ يُضِلُّ اللّٰهُ الظلِمِينَ وَ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشاءُ * أ لَمْ تَرَ إلى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْراً وَ أحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ * جَهَنَّمَ يَصلَوْنَهَا وَ بِئْسَ الْقَرَارُ "[۲]۔

۱۔ سورۂ فتح کی آخری آیت کا حصہ۔

۲۔ سورۂ ابراہیم، آیت ۲۷ تا ۲۹۔

(خدا ان لوگوں کو دنیا اور آخرت میں ثابت قدم رکھتا ہے کہ جو قول ثابت پر ایمان لائے ہیں، اور ظالمین کو گمراہ کرتا ہے اور جو بھی چاہتا ہے انجام دیتا ہے، اے پیغمبرؐ! کیا تم نے نہیں دیکھا ان اشخاص کو کہ جنہوں نے نعمت خدا کو کفر میں تبدیل کر دیا اور اپنی قوم اور اپنی پیروی کرنے والوں کو جہنم لے گئے وہ دوزخ کہ جہاں وہ آگ میں جلیں گے اور وہ ان کے لئے بہت بری جگہ ہے۔)

قول ثابت سے مراد کلمہ توحید ہے

یہاں پر قول ثابت سے مراد وہی کلمۂ توحید ہے کہ جو دنیا اور آخرت میں ثابت و استوار ہے کیونکہ توحید کے علاوہ جو کچھ بھی ہو وہ متزلزل ہے، جو کچھ بھی ہو وہ قابل رنگ اور اس میں تغییر و تبدیلی واقع ہو سکتی ہے وہ قابل تردد اور تامل بھی ہے۔ لیکن قول ثابت دنیا اور آخرت میں بدل نہیں سکتا؛ اور بندہ توحید کے اس درجہ پر اس وقت پہنچتا ہے کہ جب وہ اپنا سارا اختیار رب الارباب کے اختیار میں دیدیتا ہے۔ یہ ہے ولایت کے معنی اس کے بعد فرماتا ہے: کیا تم نے نہیں دیکھا ان لوگوں کو کہ جنہوں نے ولایت کہ جو نعمت ہے اس کو قبول نہیں کیا اور توحید کو بھی نہیں مانا، اس کے نتیجہ میں وہ انانیت اور اپنی شخصیت پر بھروسہ کرنے لگے اور اس بات پر تیار نہیں ہوئے کہ اپنی زندگی کے امور کو خدا کے حوالہ کریں، لہٰذا وہ خدا کا انکار کر بیٹھے اور اس نعمت کو کفر سے تبدیل کر دیا۔ تاہم ایسے افراد و اشخاص متکبر کا ٹھکانہ دار البوار اور جلانے والا جہنم ہوگا۔

Presented by Ziaraat.Com

بس تمام وہ افراد کہ جو مقام ولایت رکھتے ہیں وہ شیطان کی دسترس سے باہر اور مراحل سکرات ، قبر ، برزخ و قیامت سے گزر چکے ہیں اور نفس امارہ سے مجاہدت کے نتیجہ میں ان تمام منازل کو اسی دنیا میں طے کرلیا ہے لہٰذا موت کے وقت وہ بغیر کسی حساب وکتاب کے بہشت وجنت میں کہ جس کا وعدہ ان سے کیا گیا تھا اپنے پروردگار کے اذن سے منتقل ہو جائیں گے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا اولیاء خدا کی نشانی اور علامات میں خطبہ

حضرت امیر المومنین علیہ السلام اولیاء خدا کی نشانی اور علامات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ: انَّ اَولِيَاءَ اللهِ[۱] هُمُ الَّذِينَ نَظَرُوا إِلَي بَاطِنِ

۱۔ابن ابی الحدید "شرح نہج البلاغہ "کہ جو بیس جلدوں پر مشتمل ہے اس کی بیسویں جلد، صفحہ ۷۷ پر اور وہ شرح کہ جو چار جلدوں پر مشتمل ہے، طبع مصر اس کی چوتھی جلد، ص ۴۴۴ پر کہتے ہیں کہ یہ تعبیرات کہ جن کا استعمال امام علیؑ نے صفات اولیاء کے بارے میں کیا ہے اس کے اندر یہ صلاحیت پائی جاتی ہے کہ امامیہ (شیعہ اثنا عشری) اس کو اپنے ائمہ معصومینؑ کی شرح حال زندگی اور اپنے مذہب پر قرار دیں، کیونکہ وہ فرماتے ہیں: فوق ما يرجونَ، بهم عُلِمَ الكتاب و به عُلِمُوا؛ لیکن ہم اس کو عارفین علماء کی شرح حال زندگی میں قرار دیتے ہیں کہ وہ وہی اولیاء خدا ہیں کہ جن کا ذکر امیر المومنینؑ نے بیان فرمایا ہے کہ جب لوگ دنیا کی ظاہری زینت، لباس اور حسّی شہوات پر نگاہ کرتے ہیں تو وہ دنیا کے باطن پر نظر کرتے ہیں وہ علوم ومعارف کو حاصل کرنے اور عبادت وزہد کی جسمانی لذت میں مشغول ہو جاتے ہیں، میں کہتا ہوں: کہ کوئی بھی لزوم نہیں کہ امامیہ ان صفات کو ائمہ معصومینؑ میں منحصر کردیں اگرچہ ائمہ علیہم السلام کے اندر یہ صفات اکمل واتم طور پر پائی جاتی ہیں اور وہ ان صفات کے حامل ہیں۔ لیکن ان کی پیروی کرنے والے افراد کے اندر بھی یہ خوبی اور صفات دیکھنے میں آتی ہیں اور وہ مرحلہ مخلصین تک پہونچے ہیں۔ وہ سوائے خدا کے کسی سے امید نہیں رکھتے وہ ہمیشہ قرآن کی حفاظت کرتے ہیں اور

Presented by Ziaraat.Com

الدُّنْيَا إِذَا نَظَرَ النَّاسُ إِلَيٰ ظَاهِرِهَا، وَ اشْتَغَلُوا بِـآجِلِهَا إِذَا اشْتَغَلَ النَّاسُ بِعَاجِلِهَا؛ فَأَمَاتُوا مِنْهَا مَا خَشُوا أَنْ يُمِيتَهُمْ، وَ تَرَكُوا مِنْهَا مَا عَلِمُوا أَنَّهُ سَيَتْرُكُهُمْ، وَ رَأَوُا اسْتِكْثَارَ غَيْرِهِمْ مِنْهَا اسْتِقْلَالاً، وَ دَرَكَهُمْ لَهَا فَوْتًا؛ أَعْدَآءُ مَا سَالَمَ النَّاسُ، وَ سِلْمُ مَا عَادَي النَّاسَ.
بِهِمْ عُلِمَ الْكِتَابُ وَ بِهِ عُلِمُوا، وَ بِهِمْ قَامَ الْكِتَابُ وَ بِهِ قَامُوا، لَا يَرَوْنَ مَرْجُوًّا فَوْقَ مَا يَرْجُونَ، وَ لَا مَخُوفًا فَوْقَ مَا يَخَافُونَ"[۱]۔

اولیاء خدا حقیقت میں وہ ہیں کہ جو اپنی توجہ کو باطن دنیا کی طرف لگاتے ہیں حالانکہ عام لوگوں کی توجہ ظاہر دنیا کی طرف ہوتی ہے اور وہ خود کو ہمیشہ اور باقی رہنے والے امور میں مصروف رکھتے ہیں حالانکہ لوگ وقتی اور گزر جانے والے کاموں میں مشغول ہوتے ہیں۔

بس وہ ان چیزوں کو نابود اور ہلاک کر دیتے ہیں کہ جس کے بارے میں انہیں خوف ہوتا ہے کہ وہ ان کو ختم اور تباہ کر دے گا اور دنیا کی اس چیز کو چھوڑ دیتے ہیں کہ جس کے بارے میں وہ فکر کرتے ہیں کہ وہ انہیں تنہا چھوڑ دے گی اور وہ لوگوں کی دنیا طلبی اور مال کی زیادتی کو بہت ہی حقیر اور پست سمجھتے ہیں وہ اس بات کو دیکھتے ہیں کہ لوگ جس چیز کو پانا چاہتے اور اس کو اپنے لئے غنیمت جانتے ہیں اس میں ان کے لئے ضرر ہے اور وہ ایک نہ ایک دن ان کے ہاتھ سے نکل جائے گی۔

قرآن بھی ان کو پہچنواتا ہے بس جو بات ابن ابی الحدید نے امامیہ کے ائمہؑ کے سلسلہ میں اختصاص دیتے ہوئے کہی ہے وہ محل اشکال واعتراض ہے۔

۱۔ "نہج البلاغہ "اواخر باب الحکم، طبع عمدہ، مصر، ج ۲، ص ۲۳۷۔

اولیاء خدا کی ان چیزوں سے دشمنی ہے کہ جس کے ساتھ عام لوگوں کی دوستی ہے اور ان کی ان چیزوں سے دوستی ہے کہ جسے عام لوگ دشمن رکھتے اور اس کے ساتھ سلامتی کا احساس نہیں کرتے ہیں۔انہیں کے دم سے کتاب خدا پہچانی جاتی ہے اور کتاب خدا بھی انہیں کا تعارف کراتی ہے،انہیں کے وجود سے کتاب خدا قائم ہے اور اس کو حیات ملتی ہے اور اسی طرح وہ کتاب خدا کے سہارے قائم رہتے اور اس سے انہیں زندگی ملتی ہے۔

اس پوری کائنات میں ان کی سب سے بڑی امید وہ خود ہوتے ہیں اور کسی بھی کام میں وہ اپنے سے زیادہ کسی اور سے نہیں ڈرتے۔

اسی طرح آنحضرت اس آیہ کی تفسیر میں: "رِجَالٌ لا تُلْهِيهِمْ تجَارَةٌ وَ لا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ الله"[1] کہ جب آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی تو نہج البلاغہ میں آپ کا اس سلسلہ میں مفصل کلام مرقوم ہے کہ آپؑ نے فرمایا: "إنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ جَعَلَ الذِّكْرَ جلَآءً لِلْقُلُوبِ، تَسْمَعُ بِهِ بَعْدَ الْوَقْرَةِ، وَ تُبْصِرُ بِه بَعْدَ الْعُشْوَةِ[2] وَ تَنْقَادُ بِه بَعْدَ الْمُعَانَدَة.

وَ مَا بَرِحَ لله - عَزَّتْ ءَالَآؤُهُ - فِي الْبُرْهَة بَعْدَ الْبُرْهَة وَ فِي أَزْمَانِ الْفَتَرَات، عبَادٌ نَاجَاهُمْ فِي فكَرِهِمْ وَ كَلَّمَهُمْ فِي ذَاتِ عُقُولِهِمْ، فَاسْتَصْبَحُوا بِنُورِ يَقْظَة فِي الاسْمَاعِ وَ الابْصَارِ وَ الافْئدَة.

يُذَكِّرُونَ بِأَيَّامِ الله، وَ يُخَوِّفُونَ مَقَامَهُ بِمَنْزِلَةِ الادِلَّةِ فِي الْفَلَوَاتِ.

۱۔ سورۂ نور، آیت ۳۷ کا ابتدائی حصہ۔

۲ - ابن ابی الحدید نے اس کو زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

مَنْ أخَذَ الْقَصْدَ حَمِدُوا إلَيْهِ طَرِيقَهُ وَ بَشَّرُوهُ بِالنَّجَاة، وَ مَنْ أخَذَ يَمِينًا وَ شِمَالاً ذَمُّوا إلَيْهِ الطَّرِيقَ وَ حَذَّرُوهُ مِنَ الْهَلَكَة، وَ كَانُوا كَذَلِكَ مَصَابِيحَ تِلْكَ الظُّلُمَات وَ أدِلَّةَ تِلْكَ الشُّبُهَات.

وَ إنَّ لِلذِّكْرِ لَأهْلاً أخَذُوهُ مِنَ الدُّنْيَا بَدَلاً، فَلَمْ تَشْغَلْهُمْ تِجَارَةٌ وَ لَا بَيْعٌ عَنْهُ؛ يَقْطَعُونَ بِهِ أيَّامَ الْحَيَوَة، وَ يَهْتِفُونَ بِالزَّوَاجِرِ عَنْ مَحَارِمِ اللهِ فِي أسْمَاعِ الْغَافِلِينَ.

وَ يَأمُرُونَ بِالْقِسْطِ وَ يَأتَمِرُونَ بِهِ، وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يَتَنَاهَوْنَ عَنْهُ.

فَكَأنَّمَا قَطَعُوا الدُّنْيَا إلَي الاخِرَةِ وَ هُمْ فِيهَا، فَشَاهَدُوا مَا وَرَآءَ ذَلِكَ.

فَكَأنَّمَا اطَّلَعُوا غُيُوبَ أهْلِ الْبَرْزَخِ فِي طُولِ الإقَامَة فِيه، وَ حَقَّقَت الْقِيَامَةُ عَلَيْهِمْ عِدَاتِهَا، فَكَشَفُوا غِطَآءَ ذَلِكَ لِاهْلِ الدُّنْيَا، حَتَّي كَأنَّهُمْ يَرَوْنَ مَا لَا يَرَي النَّاسُ وَ يَسْمَعُونَ مَا لَا يَسْمَعُونَ.

فَلَوْ مَثَّلْتَهُمْ لِعَقْلِكَ فِي مَقَاوِمِهِمُ الْمَحْمُودَة وَ مَجَالِسِهِمُ الْمَشْهُودَة، وَ قَدْ نَشَرُوا دَوَاوِينَ أعْمَالِهِمْ، وَ فَرَغُوا لِمُحَاسَبَة أنْفُسِهِمْ عَنْ كُلِّ صَغِيرَة وَ كَبِيرَة أُمِرُوا بِهَا فَقَصَّرُوا عَنْهَا، أوْ نُهُوا عَنْهَا فَفَرَّطُوا فِيهَا، وَ حَمَّلُوا ثِقَلَ أوْزَارِهِمْ ظُهُورَهُمْ فَضَعُفُوا عَنالاسْتِقْلَالِ بِهَا فَنَشَجُوا نَشِيجًا وَ تَجَاوَبُوا نَحِيبًا، يَعِجُّونَ إلَي رَبِّهِمْ مِنْ مَقَاوِمِ نَدَمٍ وَ اعْتِرَاف؛ لَرَأيْتَ أعْلَامَ هُدًي وَ مَصَابِيحَ دُجًي، قَدْ حَفَّتْ بِهِمُ الْمَلَئِكَةُ، وَ تَنَزَّلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ، وَ فُتِحَتْ لَهُمْ أبْوَابُ السَّمَآء، وَ أُعِدَّتْ لَهُمْ مَقَاعِدُ الْكَرَامَاتِ فِي مَقَامٍ اطَّلَعَ اللهُ عَلَيْهِمْ فِيهِ، فَرَضِيَ سَعْيَهُمْ وَ حَمِدَ مَقَامَهُمْ.

يَتَنَسَّمُونَ بِدُعَآئِهِ رَوْحَ التَّجَاوُز، رَهَآئِنُ فَاقَةٍ إلَي فَضْلِه، وَ أُسَارَي ذِلَّة لِعَظَمَتِه.

جَرَحَ طُولُ الاسَي قُلُوبَهُمْ، وَ طُولُ الْبُكَآءِ عُيُونَهُمْ. لِكُلِّ بَابِ رَغْبَة إلَي اللهِ مِنْهُمْ يَدٌ قَارِعَةٌ، يَسْألُونَ مَنْ لَا تَضِيقُ لَدَيْهِ الْمَنَادِحُ وَ لَايَخِيبُ عَلَيْهِ الرَّاغِبُونَ.

Presented by Ziaraat.Com

فَحَاسِبْ نَفْسَكَ لِنَفْسِكَ، فَإِنَّ غَيْرَهَا مِنَ الانْفُسِ لَهَا حَسِيبٌ غَيْرُكَ"[۱]۔

خداوند عالم نے اپنی یاد اور ذکر کو دلوں کے زنگ اور شک سے پاک ہونے کا سبب قرار دیا ہے، دل روشن اور شفاف ہوتے ہیں، یاد خدا کے ذریعہ سے دل،آیات خدا کو سننے اور اس کے درک کرنے کے قابل ہوجاتا ہے۔ قلب کی آنکھیں بصیرت کی تاریکی اور پنہانی کے بعد بینا اور روشن ہوجاتی ہیں وہ آیات الٰہیہ کو دیکھتی اور ان کے حقائق و اسرار کو سمجھنے لگتی ہیں اور قلوب سرکشی کے بعد رام ہو کرآرام وسکون حاصل کرتے ہیں۔

خدا کے خاص بندے ہدایت و معرفت کے چراغ جلاتے ہیں

ہمیشہ تاریخ میں ایک زمانے کے بعد دوسرے زمانے اور اسی طرح ایام فترت میں یعنی دو بڑے پیغمبروں کے قیام کے مابین خداوند عالم کے کچھ خاص اور صالح بندے رہے ہیں کہ خداوند عالم نے ان پر الہام کے ذریعہ اہم مطالب ارسال فرمائے، ان سے ان کے افکار کے مطابق بطور راز گفتگو بھی فرمائی اور ان کی عقلوں اور نفسوں کے ذریعہ کلام فرمایا ہے۔

بس انہوں نے اپنی بصیرت اور نور بیداری کے ذریعہ اپنی سماعت وبصارت اور اپنے دل میں معرفت وہدایت کا چراغ روشن کرلیا۔

۱۔ نہج البلاغہ، طبع عبدہ، مصر، ج۱، ص۴۴۶تا۴۴۸۔ شرح نہج البلاغہ، ملا فتح اللہ کاشی، خطبہ ۲۵۰، ص۳۶۱ تا ۳۶۳۔

Presented by Ziaraat.Com

روز قیامت کو یاد کرکے اعمال کو غنیمت جانتے اور حساب وکتاب کے موقف پر مقام حق تعالیٰ سے خوف کھاتے ہیں یہ افراد ان راہنماؤں کی طرح ہیں کہ جو لوگوں کو تاریک وادی سے عالم نور کی طرف ہدایت کرتے ہیں۔

جس نے بھی معتدل طریقہ اور درست ومستقیم راستہ اختیار کیا اس کو سراہتے اور اس کی اس بات پر دستخط وتائید کرتے اور اس کو راہ نجات وکامیابی کی بشارت دیتے ہیں؛ اور جو بھی راہ مستقیم سے منحرف ہو کر الٹے راستہ پر جاتا ہے اس کی مذمت کرتے اور اس کو ہلاکت و نابودی سے ڈراتے اور ہوشیار کرتے ہیں۔

یہ بندگان خدا ایسے ہی ہیں جیسے وادی ظلمت و تاریکی میں روشن چراغ اور لوگوں کے درمیان شبہ اور شک کے وقت راہنما۔

اولیاءِ خدا ہدایت کی نشانی اور پرچم ہیں

ہاں، خداوند عالم کا ذکر اور اس کی یاد کے لئے کچھ خاص بندے ہیں جو دنیا اور اس کی زینت میں مشغول ہونے کے بجائے ذکر خدا میں مشغول رہتے ہیں اور انہوں نے اس ذکر کو دنیوی چیزوں کا بدل قرار دیا ہوا ہے اور کوئی بھی تجارت ومعاملہ ان کو خدا اور اس کے ذکر سے غافل نہیں کرتا۔

وہ یاد خدا کے سہارے زندگی بسر کرتے ہیں لوگوں کو باآواز بلند معاصیت اور گناہ سے منع کرتے ہیں اور ان کے کانوں تک اس کی آواز کی پکار کو پہونچاتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

لوگوں کو عدل وانصاف کا حکم دیتے اور خود بھی عدالت کے ساتھ عمل کرتے ہیں، لوگوں کو برے کام سے روکتے اور خود بھی برے کاموں سے آلودہ نہیں ہوتے ہیں۔

اس طرح محکم ومتقن ارادہ کے ساتھ خدا کے مقام قرب کی راہ میں قدم آگے بڑھاتے ہیں کہ گویا تمام زندگی و دنیا کو باندھ دیا ہے اور دل کو صرف آخرت میں لگادیا ہے، اور ایسا لگتا ہے کہ جو کچھ بھی دنیا کے بعد، آخرت میں ہے (مثلاً جنت و دوزخ) سب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اہل برزخ کی پنہانی اور پوشیدہ چیزوں اور اس درمیان روکنے والی شئی سے بھی مطلع ہیں اور قیامت اپنی تمام تر خصوصیات اور وعدہ و وعید کے ساتھ ان پر متجلی ہو کر متحقق ہو گئی ہے۔ اور اب وہ پردۂ غیب کی کہ جو دنیا کے پس پشت ہے اور امر واقعی ہے اس کی خبر لوگوں کو دیتے ہیں۔ بالکل ایسے ہی کہ جیسے وہ دیکھ رہے ہوں مگر دوسرے لوگ نہیں دیکھتے جیسے کہ وہ سن رہے ہوں مگر دوسرے لوگ نہیں سنتے۔

اگر تم ان کی اپنی عقل و فکر میں تصویر کشی کرو، ان کی پسندیدہ مقام و موقف اور ان کی شائستہ مجالس و عبادات کی تصویر کشی کریں تو ایسا لگے گا کہ جیسے انہوں نے اپنے اعمال کے دیوان کو خود اپنے ہی سامنے کھول کر رکھا ہوا ہے اور انہوں نے خود کو محاسبہ نفس کے لئے آمادہ کر رکھا ہے۔ ہر چھوٹا اور بڑا کام کہ جو ان سے سرزد ہوا اور ہر وہ امر کہ جس کی کوتاہی ان سے ہوئی یا وہ امر کہ جس کی ممانعت تھی اور اس میں ان سے تقصیر ہوئی وہ اپنے گناہ کے سنگین

Presented by Ziaraat.Com

بار کو اپنے دوش پر اٹھائے ہوئے اور اس کے تحمل سے باز آئے ہوئے ہیں۔ ان کی آواز گریہ بلند ہو کر ان کے گلوگیر ہو گئی اور انہوں نے ایک دوسرے کو گریہ وزاری سے جواب دیا۔ اپنی فریاد و بکا کو اپنی ندامت و پشیمانی اور اقرار و اعتراف کا پروردگار عالم کی بارگاہ میں وسیلہ قرار دیا ہے؛اس عقلی تمثیل اور فکری تصویر کشی سے تم کو معلوم ہوگا کہ واقعاً وہ ہدایت کے نشان اور پرچم ہیں۔

حقیقتاً وہ جہالت کی تاریکیوں میں درخشندہ اور روشن چراغ کے مانند ہیں کہ رحمت الٰہی کے فرشتوں نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے اور ان پر مقام اطمینان وسکون اور امن وامان قرار پایا ہے، آسمان کے دروازے ان پر کھول دیئے گئے ہیں اور درجات عالیہ کے وصول کے مراتب اور کامیابی و کرامت کے منازل نعمتوں کے مقام میں کہ خداوند عالم ان مقامات سے ان کے بارے میں مطلع ہے ان کے لئے مہیا کردیے گئے ہیں۔

پس اس سعی و کوشش کی خاطر کہ جو انہوں نے دنیا میں انجام دیں ہیں خدا ان سے راضی ہوگیا ہے اور اس کو پسند آئی ہیں لہٰذا خدا نے ان پر امضاء (دستخط) کرکے ان کے لئے مقام محمود قرار دے کر ان کو سراہا ہے۔

انہوں نے جو دعائیں خدا سے کیں اور جو عفو کی امید خدا سے کی تھی، اس کی نسیم رحمت کو محسوس کیا ہے اور عفو و مغفرت کو حاصل کرلیا ہے؛ان میں سے ہر ایک فضل ورحمت خدا کا نیاز مند اور اس کا فقیر ہے، اس کی عظمت کے مقابل سبھی اسیر ذلت ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

غم ہجراں کے مدت طولانی و دراز نے ان کے دل کو تار تار کر دیا۔ محبوب کے فراق میں طول گریہ نے ان کی آنکھوں کو زخمی کر ڈالا، ہر وہ دروازہ اور ہر وہ جگہ کہ جہاں سے خداوند عالم کا پتہ ملتا تھا انہوں نے اس کو کھٹکھٹایا تاکہ ان کی دعا اجابت کو پہونچے اور اس کا فضل و کرم عطا ہو۔

سوال اور درخواست کرتے ہیں اس سے کہ جس کے یہاں وسعت میں کبھی تنگی واقع نہیں ہوتی، مقام قرب اور اس تک پہونچنے اور اس سے رغبت و امید لگانے والے کبھی بھی ناامید نہیں ہوتے۔

پس اے انسان تو اپنے نفس کا محاسبہ کر اور اپنی طہارت کا سامان خود ہی کر اس لئے کہ تیرے علاوہ بھی اس کا محاسبہ کرنے والے موجود ہیں اور جب وہ محاسبہ کریں گے تو تجھ پر سخت و گراں گذرے گا لہٰذا کیا بہتر ہے کہ تو اپنے نفس کا محاسبہ خود ہی کر لے۔

اولیاء خدا براہ راست جنت میں جائیں گے

حقیقت میں امیر المومنینؑ کا یہ کلام اولیاء اللہ کے حالات کے بارے میں ہے مگر ایک پوری حکمت کی کتاب ہے اور پھر کتاب کی شرح بھی ہوتی ہے۔ ان فقرات و جملات پر غور وخوض کرنے سے یہ بات واضح اور روشن ہو جاتی ہے کہ کس طرح اولیاء خدا ایک دفعہ میں اچانک جنت میں داخل ہو جائیں گے نہ ہی ان کا کوئی حساب وکتاب ہوگا اور نہ ہی ان کے لئے سکرات موت، قبر، برزخ اور قیامت کی منزلیں ہونگی کیونکہ ان پر سے یہ ساری

Presented by Ziaraat.Com

مشکلات اٹھالی گئی ہیں اس لئے کہ یہ ساری منزلیں وہ دنیا میں طے کر چکے ہیں۔

امیر المومنین علیہ السلام کا اپنے برادر دینی کی توصیف میں کلام

اسی طرح مولا امیر المومنینؑ اپنے ایک با وفا اور بزرگ صحابی عثمان بن مظعون[۱] کی شرح حال کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ:" كَانَ لِي فِيمَا مَضَي

۱۔ عثمان بن مظعون کی حالات زندگی کو بہت سے بڑے بڑے اہل حدیث و تاریخ اور ترجمہ نگاروں نے بیان فرمایا ہے، مگر ہم اس جگہ اس کو تین کتابوں سے ذکر کر رہے ہیں: کتاب اول: "طبقات "ابن سعد ج ۳، ص ۳۹۳؛ کتاب دوم: استیعاب، ج ۳، ص ۱۰۵۳؛ کتاب سوم: "اسد الغابہ" ج ۳، ص ۳۸۷ (ابن حجر عسقلانی نے بھی کتاب "اصابہ" ج ۲، ص ۴۵۷ پر احوالات عثمان بن مظعون کو ذکر کیا ہے)

خلاصہ یہ کہ: عثمان بن مظعون رسول اللہ ﷺ کے بزرگ اور با وفا اصحاب میں سے تھے، مکہ مکرمہ میں ۱۳ افراد کے بعد ایمان لے آئے تھے اور حبشہ و مدینہ کی طرف دو ہجرتیں بھی کی تھیں، رسول خدا ﷺ نے ان کے اور ابی الھیثم بن التیھان کے مابین عقد اخوت بر قرار کیا تھا، غزوۂ بدر میں بھی حاضر تھے آپ نے ماہ شعبان ۳ ہجری میں مدینہ منورہ میں رحلت فرمائی اور یہ سب سے پہلے مہاجر ہیں کہ جنہوں نے مدینہ میں رحلت فرمائی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مومنین کے دفن کے لئے جنت البقیع کو انتخاب کیا اور یہاں سب سے پہلے دفن ہونے والے بھی عثمان بن مظعون ہیں، تاہم رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ اپنی بیٹی زینب یا رقیہ کو ان کی قبر کے نزدیک دفن کیا جائے اور آپؐ نے اپنی تازہ متوفا بیٹی سے یہ جملے فرمائے: الحقی بسلف الصالح عثمان بن مظعون.

یعنی اے دختر گزرے ہوئے ایک نیک اور صالح بندۂ خدا سے ملحق ہو جاؤ اور اپنے بیٹے ابراہیم کہ جو بچپن میں ہی رحلت کر گئے تھے ان سے بھی فرمایا تھا کہ ہمارے سلف صالح عثمان بن مظعون سے ملحق ہو جاؤ۔

آنحضرتؐ نے عثمان بن مظعون کی رحلت کے بعد یہ جملہ ارشاد فرمایا: ذَهَبْتَ و لم تلبّسْ منها بشيِ (طبقات کی عبارت)؛ خرجتَ منها ولم تلبّسْ منها بشيِ (اسد الغابہ کی عبارت)

یعنی اے عثمان تم اس دنیا سے چلے گئے مگر تم نے اپنے دامن کو دنیا سے آلودہ نہیں کیا۔

Presented by Ziaraat.Com

أخٌ[1] فِي اللهِ، وَ كَانَ يُعْظِمُهُ فِي عَيْنِي صِغَرُ الدُّنْيَا فِي عَيْنِه، وَ كَانَ خَارِجًا مِنْ سُلْطَانِ بَطْنِه فَلَا يَشْتَهِي مَا لَايَجِدُ، وَ لَا يُكْثِرُ إِذَا وَجَدَ.

وَ كَانَ أَكْثَرَ دَهْرِهِ صَامِتًا؛ فَإِنْ قَالَ، بَذَّ الْقَآئِلِينَ وَنَقَعَ غَلِيلَ السَّآئِلِينَ.

وَ كَانَ ضَعِيفًا مُسْتَضْعَفًا، فَإِنْ جَآءَ الْجِدُّ فَهُوَ لَيْثُ غَابٍ وَ صِلُّ وَادٍ. لَا يُدْلِي بِحُجَّةٍ حَتَّي يَأْتِيَ قَاضِيًا. وَ كَانَ لَا يَلُومُ أَحَدًا عَلَي مَا يَجِدُ الْعُذْرَ فِي مِثْلِه حَتَّي يَسْمَعَ اعْتِذَارَهُ.

وَ كَانَ لَا يَشْكُو وَجَعًا إِلَّا عِنْدَ بُرْئِه. وَ كَانَ يَفْعَلُ مَا يَقُولُ، وَ لَايَقُولُ مَا لَا يَفْعَلُ. وَ كَانَ إِذَا غُلِبَ عَلَي الْكَلَامِ لَمْ يُغْلَبْ عَلَيالسُّكُوتِ. وَ كَانَ

۱۔اس بارے میں کہ "اخ" سے کون مراد ہے نہج البلاغہ کی شرح کرنے والوں میں اختلاف ہے؛ابن میثم بحرانی نہج البلاغہ کی شرح ج۵، ص۳۹۰ اور ملا فتح اللہ کاشانی اپنی شرح کے صفحہ ۵۸۱ میں کہتے ہیں کہ : اس سے مراد ابوذر غفاری ہیں اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد عثمان بن مظعون ہیں۔ابن ابی الحدید اپنی شرح کی جلد۱۹، ص ۱۸۳ و۱۸۴ پر کہتے ہیں کہ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اس برادر سے مراد رسول خداؐ ہیں؛مگر یہ بہت بعید ہے اس لئے کہ عبارت میں ہے کہ : وکان ضعیفاً مستضعفاً اور یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت نہیں تھی، بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس سے مراد ابوذر غفاری ہیں مگر اس کو بھی بہت سے لوگوں نے بعید جانا ہے اس لئے کہ عبارت میں آیا ہے کہ : فان جآء الجدُّ فهوليثٌ عادٍ و صلٌّ وادٍ. اور ابوذر غفاری معروف شجاع افراد میں سے نہیں تھے۔ بعض نے کہا کہ مراد مقداد بن عمرو معروف بہ مقداد بن اسود ہیں کہ جو علیؑ کے مخلص شیعہ تھے اور جن کی فضیلت کے سلسلہ میں حدیث صحیح مرفوع وارد ہوئی ہے مگر بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یہاں پر اخ و برادر سے مراد کوئی معین شخص نہیں ہے یہ کلام صرف از باب مثل ہے اور عرب میں یہ عام بات تھی؛ جیسے یہ قول: فَقلتُ لصاحبی اور یا صاحبی اور پھر اس کے بعد کہتے ہے کہ : یہ ذکر کرنے کی قوی ترین وجوہ ہیں۔

منہاج البراعہ شرح نہج البلاغہ، خوئی، ج۱۲صفحہ ۳۷۸ پر کہ جس کے شارح آقا میرزا محمد باقر کمرہ ای ہیں اس عبارت کو ابن ابی الحدید سے نقل کرتے ہیں اور اس پر اضافہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ : ابن میثم اس بات پر ہیں کہ جنہوں نے احتمال دیا ہے کہ مراد عثمان بن مظعون ہیں اور اسی وجہ سے اس نام کو اضافہ کیا ہے۔ اس کے بعد کہتے ہیں کہ اس صورت میں کہ ابن ابی الحدید کا احتمال صحیح ہو امام علیؑ کو فن رومانٹک اور تمثیلی روایات کا ایجاد کردہ ماننا چاہئے۔

Presented by Ziaraat.Com

عَلَي مَا يَسْمَعُ أَحْرَصَ مِنْهُ عَلَي أَنْ يَتَكَلَّمَ. وَ كَانَ إِذَا بَدَهَهُ أَمْرَانِ نَظَرَ أَيُّهُمَا أَقْرَبُ إِلَي الْهَوَي فَخَالَفَهُ.
فَعَلَيْكُمْ بِهَذِهِ الْخَلَآئِقِ فَالْزَمُوهَا وَ تَنَافَسُوا فِيهَا؛ فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِيعُوهَا فَاعْلَمُوا أَنَّ أَخْذَ الْقَلِيلِ خَيْرٌ مِنْ تَرْكِ الْكَثِيرِ"[۱]۔

زمان ماضی میں میرا ایک بھائی تھا کہ جس کی قدر و مقام و منزلت میری نگاہوں میں بہت ہی عظیم تھی۔ اس وجہ سے کہ دنیا اس کی نگاہ میں بہت ہی پست و حقیر تھی اور وہ نفس امّارہ اور شکم کی خواہشوں سے دور تھا۔ جو چیز اس کے پاس نہیں تھی اس کی چاہت نہیں کرتا تھا اور جو چیز اس کے پاس تھی اس سے اپنے دل کو نہیں لگاتا تھا۔ شب و روز میں زیادہ تر اوقات خاموش رہتا تھا اور اگر کبھی بات کرتا تھا تو اتنی پر معنی اور پر حقیقت کہ پھر دوسروں کو بولنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی اور آب زلال کی طرح سوال کرنے والوں کے عطش سوال کو سیراب کر دیتا تھا۔

وہ ایک متواضع و منکسر مزاج اور کمزور و ناتوان مرد تھا کہ اس لحاظ سے لوگ اس کو بڑا شمار نہیں کرتے تھے اور اس کے آداب و حقوق کی رعایت نہیں کرتے تھے اور اس کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے مگر وہ حریم خدا کے دفاع اور مقام جِدّ میں ایک غصہ دار و خشمگین شیر[۲] اور ایک زہریلے سانپ کی طرح تھا کہ جو بیابان میں حملہ کرتا ہے۔

۱۔ شرح نہج البلاغہ عبدہ طبع مصر، جلد دوم، ص۲۰۵و۲۰۶

۲۔ ملا فتح اللہ کی شرح نہج البلاغہ کے نسخہ میں "لیث غادٍ" ذکر ہوا ہے یعنی دوڑنے اور غصہ پر قابو پانے والا کہا گیا ہے کہ لیث عادٍ کی عین مہملہ (یعنی عین بغیر نکتہ کے) کی بھی روایت ہوئی ہے کہ جو مشتق ہے

Presented by Ziaraat.Com

مقام استدلال میں وہ کسی بھی حجت اور دلیل کو ایسے ہی نہیں چھوڑ دیتا تھا (یعنی اس دلیل کے تمام جوانب کو بیان کرتا تھا) مگر یہ کہ وہ خود عادلانہ فیصلے اور سچائی پر بھروسہ کرتا تھا اور کاملاً بصیرت کے ساتھ اس امر میں وارد ہوتا تھا۔ لہٰذا اسی بنا پر وہ اپنے ہر استدلال میں کامیاب وکامران ہوتا تھا۔

وہ چیزیں کہ جس میں لوگوں کے عذر کو قبول کرنا چاہئے اس میں کسی کی وہ ملامت نہیں کرتا تھا مگر پہلے وہ عذر کو سنتا تھا۔

وہ کبھی بھی کسی درد کا شکوہ اور گلہ نہیں کرتا تھا مگر اس درد کے ختم ہونے اور اس کے صحیح ہونے کے بعد، جو کہتا تھا اس پر خود بھی عمل کرتا اور جس پر عمل نہیں کرتا تھا اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں کہتا تھا اور جب کلام کرتے وقت دوسروں کا کلام اور گفتگو اس کے سکوت پر غالب آجاتا تب بھی وہ سکوت اور خاموشی سے مغلوب نہیں ہوتا اور اس کا نفس سکوت وخاموشی کے ارادہ سے باز نہیں آتا تھا اور ہمیشہ وہ اپنے کلام اور خاموشی کا زمانہ اپنے اختیار میں رکھتا تھا[1]۔

عَدَو سے یعنی دوڑنا۔ ابن ابی الحدید نے بھی اس کو عین کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ مگر ابن میثم بحرانی اور محمد عبدہ کے شرح نہج البلاغہ میں لیث غابِ روایت کیا گیا ہے غاب کے معنی اس درخت کے ہیں کہ جو بہت پیچیدہ اور الجھا ہوا ہو اور شیر اس میں اپنا گھر بناتا ہے۔

۱۔ ابن میثم، ابن ابی الحدید، ملا فتح اللہ اور شرح خوئی کہ جس کو کمرہ ای نے تنظیم کیا ہے ان نسخوں میں اسطرح وارد ہوا ہے کہ: وکان اِذا غُلِبَ علی الکلام لم یُغلَبْ علی السکوت. لیکن "شرح نہج" محمد عبدہ میں ان دونوں فعل کو مَعلوم ذکر کیا گیا ہے: وکان اذا غَلَبَ علی الکلام لم یغلب علی

اس کی رغبت بولنے سے زیادہ سننے میں تھی (یعنی بولنے کے بجائے دوسروں کی باتیں سننا زیادہ پسند کرتا تھا) اور جب اتفاق سے دو ایسے امر اس کے سامنے پیش آتے تھے کہ وہ لاچار تھا کہ ان میں سے ایک کو انجام دے تو وہ دیکھتا تھا کہ ان میں سے کون سا امر اس کے نفس امارہ کی رضا کے مطابق ہے بس تب وہ اس امر کی مخالفت کرتا تھا۔

بس اے لوگوں! تم بھی ان پسندیدہ اخلاق اور اچھے صفات کے گرویدہ ہو جاؤ ان کو حاصل کرو ان کو اپنے دل میں جگہ دو، اس سلسلہ میں مقابلہ رکھو اور ہر ایک سے اس میدان میں سبقت لے کر آگے نکل جاؤ۔

اور اگر اس حد تک کہ جیسا بیان ہوا تمہارے اندر استعداد و استطاعت نہیں تو کچھ نہ کچھ اس سے ضرور حاصل کرو اس لئے کہ کچھ فائدہ حاصل کر لینا ناکامی اور محرومیت سے بہت بہتر اور اچھا ہے۔

یعنی جتنا بھی ہو سکے اتنا عمل کر کے خود کو اس کے حریم کے نزدیک کر لو اور مشکل و پریشانی کی وجہ سے پوری طرح اس سے ہاتھ نہ دھوؤ۔ مایوس نہ ہو اس لئے کہ: تھوڑا فائدہ بڑے نقصان اور ضرر سے بہت بہتر ہے اور اسی طرح کم حاصل کرنا بالکل ترک کر دینے اور چھوڑ دینے سے بہتر ہے۔

امیر المومنینؑ کا یہ جملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس کلام سے مشابہت رکھتا ہے کہ جس میں آپؐ نے فرمایا کہ: " وَ مَا أَمَرْتُكُمْ بِهِ فَأْتُوا مِنْهُ

السکوت. لہٰذا اس بنا پر اس کے معنی یہ ہوں گے کہ: جب کلام غلبہ کئے ہوئے ہوتا تھا اس وقت اس کا سکوت اور زیادہ ہو جاتا تھا؛ لیکن پہلے والی روایت زیادہ بہتر ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

مَااسْتَطَعْتُمْ". یعنی جس چیز کا میں تمہیں حکم دیتا ہوں جتنی تمہارے اندر استعداد و استطاعت ہے اس کے مطابق اس کو بجالاؤ[۱]۔

ان تمام مطالب سے کہ جن کو اولیاء خدا کے بارے میں ذکر کیا گیا یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ اولیاء خدا وہ افراد ہیں کہ جنہوں نے اپنی تمام تر سرمایہ ہستی کو خدا کے حوالہ کر دیا اور پورے طور پر اس کے سامنے تسلیم ہو گئے یہاں تک کہ اپنے اختیار کو بھی حقیقتاً اسی کے سپرد کر دیا ہے۔ لہٰذا اس مرتبہ پر پہونچنے کے بعد وہ تمام مراحل کہ جو ایک محتضر شخص کے لئے ہوتے ہیں جیسے مراحل سوال و جواب، قبر و عذاب قیامت وغیرہ ان سب سے اپنے آپ کو بچا کر امن وامان حاصل کر لیتے ہیں۔

اولیاء خدا کی پیروی کرنے والے اولیاء خدا کے ساتھ

اس مقام پر ایک بہت ہی اہم نکتہ ہے کہ جو قابل ذکر ہے اور وہ یہ کہ جو کوئی بھی اولیاء خدا کی اطاعت کرے وہ بھی انہیں کے جیسا ہو جاتا ہے اور اس کے اوپر سے بھی عذاب قبر کو اٹھالیا جاتا ہے۔ سورہ نساء میں آیا ہے: وَ مَن يُطِعِ اللهَ وَ الرَّسولَ فَأُولَئكَ مَعَ الَّذينَ أَنْعَمَ اللهُ عَلَيهِم مِنَ النَّبِيِّينَ وَ

۱۔ اس حدیث کو غزالی نے "احیاء العلوم" باب آفت، بیسواں باب جو زبان کے آفات میں سے ہے، ج ۳، ص ۱۴۱ پر ذکر کیا ہے اور اصل حدیث یہ ہے: ذرونی ترکتکم فانما هلک من کان قبلکم بکثرة سوالهم واختلافهم علی انبیائهم. وما نهیتکم عنه فاجتنبوه وما امرتکم به فاتو منه ما استطعتم.

اور اسی صفحہ کے ذیل میں زین الدین عراقی نے کتاب ((لمغنی عن حمل الاسفار فی الاسفار)) میں کہ جس میں "احیاء العلوم" کی احادیث کو تخریج کیا ہے کہ: یہ حدیث ابو ہریرہ کے طریقہ پر متفق علیہ ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

الصِّدِّيقِينَ وَ الشهَدَاءِ وَ الصلِحِينَ وَ حَسنَ أُولَئكَ رَفِيقاً ذٰلِكَ الْفَضلُ مِنَ اللّٰهِ وَ كَفَى بِاللّٰهِ عَلِيما"[۱]

وہ کہ جو خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کریں بس حقیقتاً وہی وہ لوگ ہیں کہ جن کو خدا نے نعمت عطا کی ہے پیغمبروں، صدیقین، شہیداء اور صالحین میں سے اور ان لوگوں میں سے بہت سے افراد کو نعمتیں دی گئیں، اور یہ ان کے لئے بہترین رفیق و یار ہیں۔

یہ آیت لوگوں کے لئے بہت ہی خوشی اور دلوں کو آرام و سکون پہنچانے کا باعث ہے کہ اگر وہ الٰہی ولایت کے مرتبہ تک نہیں پہنچے ہیں تو وہ بھی اطاعت اولیاء خدا کے زیر اثر ان کی معیت اور ان کے ساتھ میں قرار پائیں گے اور انہیں کے ساتھ محشور ہوتے ہوئے انہیں کے ہمنشین بھی ہو جائیں گے۔

اس بات کا راز کیا ہے؟

اس کا راز مطیع و فرمابردار کی اطاعت میں پوشیدہ ہے۔ مطیع جب کسی کی اطاعت کرتا ہے تو وہ یہ سوچ کر کرتا ہے کہ جو کام میں کر رہا ہوں اس میں میرا اپنا کوئی ارادہ و اختیار نہیں ہے۔ یعنی اس کے مولا کا ارادہ ہی اس کا ارادہ و اختیار ہو گیا اور یہی اطاعت کے معنی ہیں۔

ایک بچہ اپنے باپ کی اطاعت کرتا ہے، یعنی جو کچھ بھی باپ اس سے کہتا ہے اس کے مطابق عمل کرتا ہے۔ کھانا کھانے، لباس پہننے، استراحت کی جگہ، کھیلنے اور اپنے دوستوں کے سلسلہ میں بچہ کچھ اپنا بھی اختیار رکھتا ہے کہ

۱۔ سورہ نساء، آیت ۶۹، ۷۰۔

Presented by Ziaraat.Com

کبھی کبھی وہ اختیار اس کے حق میں ضرر یا اس کی ہلاکت کا باعث ہوتا ہے، مگر جب وہ باپ کی اطاعت کرتا ہے تو اس کے ارادہ کی جگہ باپ کا ارادہ لے لیتا ہے؛اس لئے کہ باپ مقام ولایت رکھتا ہے اور بچہ مقام اطاعت میں ہے۔

بچہ کہ جو مدرسہ جاتا ہے وہ اپنے تمام حالات وسکنات کو استاد کے تحت اختیار و ارادہ انجام دیتا ہے اور اس کے زیر نظر تعلیم حاصل کرتا ہے۔ بچہ چاہتا ہے کہ ہر وقت کھیلے اپنے دوستوں کے ساتھ دوڑے، شیرینی کھائے، یہ اس کا اختیار ہے؛مگر استاد اس کو کلاس میں مقید کرکے تعلیم دیتا ہے ۔ ان تمام حالتوں میں بچہ کو چاہیئے کہ وہ استاد کی بات مانے۔ کھیلنے اور مٹھائی کھانے کا ارادہ کرنے کی جگہ وہ اپنی مشق کو لکھنے، پڑھنے اور مطالعہ کرنے کا ارادہ کرے۔

جو لوگ خدا اور رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں وہ اپنے تمام معاملات، امور معاش و معاد، امور فردی و اجتماعی و عبادی ہر مقام پر اپنا ارادہ کرنے کے بجائے خدا و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارادہ کو اپنے ذہن میں جگہ دیتے اور اس کو عملی کرتے ہیں۔

اولیاء اللہ کی اطاعت عین اطاعت خدا ہے

دوسری طرف ہم نے یہ بات بھی ثابت کردی کہ اولیاء خدا وہ ہیں کہ جنہوں نے اپنا سب کچھ خدا کے حوالے کردیا اور اس کے تمام اسماء و صفات میں غرق ہوگئے ہیں اب ان کے اور خدا کے مابین جدائی نہیں ہے وہ نفس نہیں رکھتے۔ انانیت و شخصیت نہیں رکھتے جو کچھ بھی ہے وہ سب کا سب اسماء حسنی اور

Presented by Ziaraat.Com

اس کے صفات علیا میں فنا ہے اور جو کچھ بھی ہے بس خدا ہے کہ وہی ان کے وجود میں تصرف کرنے کا حق رکھتا ہے۔

بس جو خدا کی اطاعت کرتے ہیں خدا ان کا ولی ہو جاتا ہے، انبیاءؑ، صدیقین، شہداء اور صالحین یہ سب اولیاء خدا ہیں اس لئے کہ ان کا ولی خدا ہے۔

اس لئے کہ اولیاء خدا اور خدا کے درمیان انّیت کے نقطۂ نظر سے کوئی فرق نہیں رہ جاتا اور نہ ہی کوئی چیز ان کے مابین حد فاصل ہے۔ لہٰذا اس بنا پر خدا کہ جو اطاعت کرنے والوں کا ولی ہے بس سب اولیاء خدا اس کے ولی ہو جاتے ہیں۔

"نحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِى الْحَيوٰةِ الدُّنْيَا وَ فِى الآخِرَةِ"[1]۔ فرشتے کہتے ہیں: ہم دنیا اور آخرت کی زندگی میں تمہارے اولیاء ہیں۔

اس بات کی اصل دلیل یہ ہے کہ: ولایت خدا امر واحدی (ایک) ہے قابل تعدّد نہیں اور ولایت اولیاء خدا در اصل وہی ولایت خدا ہے۔

اور اس بات پر قرآن مجید کی وہ آیات شاہد ہیں کہ جن میں ولایت کو ذات مقدس پروردگار میں منحصر بتایا گیا ہے جیسے یہ چند آیات: "اللهُ وَلِیُّ الَّذِينَ ءَامَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَتِ إِلَى النُّورِ"[2]۔

۱۔ سورۂ فصلت کی آیت نمبر ۳۱ کا ابتدائی حصہ۔

۲۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۵۷ کا جز۔

Presented by Ziaraat.Com

بس اللہ ان لوگوں کا ولی ہے کہ جو ایمان لائے ہیں، وہ ان کو تاریکیوں سے نکال کر عالم نور کی طرف لے جاتا ہے۔

"وَ اللهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ"[۱]۔ اور خدا مومنین کا ولی ہے۔

"لَيْسَ لَهُم مِّن دُونِهِ وَلِيٌّ وَ لا شَفِيعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ"[۲]۔

ہر گز خدا کے علاوہ ان کا نہ کوئی ولی ہے اور نہ ہی شفیع، امید ہے کہ وہ مقام تقویٰ تک پہونچ جائیں۔

"مَا لَهُم مِّن دُونِهِ مِن وَلِيٍّ وَ لَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا "[۳]۔

خدا کے علاوہ ہر گز ان کا کوئی ولی نہیں اور مقام حکم میں بھی ان کا کوئی شریک نہیں۔

" هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلَّهِ الْحَقِّ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَ خَيْرٌ عُقْبًا "[۴]۔

وہاں ذات خدا کے لیے ولایت مختص ہے کہ جو حق ہے اور وہ بہترین ثواب و بہترین عقاب ہے۔

مگر بعض آیات ایسی بھی ہیں کہ جن میں ولایت کو خدا سے تجاوز کر کے پیغمبر اکرم ﷺ، امیر المومنینؑ اور بعض خالص مومنین کے لئے بھی ثابت کیا گیا ہے؛ جیسے مندرجہ ذیل آیات:

۱۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۶۸ کا جز۔
۲۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۵۱ کا جز۔
۳۔ سورۂ کہف کی آیت نمبر ۲۶ کا جز۔
۴۔ سورۂ کہف کی آیت نمبر ۴۴ کا جز۔

Presented by Ziaraat.Com

" إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَ رَسولُهُ وَ الَّذِينَ ءَامَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصلَوةَ وَ يُؤْتُونَ الزَّكَوةَ وَ هُمْ رَكِعُونَ"[۱]۔

تمہارا ولی فقط اور فقط خدا ہے اس کا رسول ہے اور وہ مومنین ہیں کہ جو ایمان لائے نماز کو قائم کرتے اور حالت رکوع میں زکات دیتے ہیں۔

اس سلسلہ میں متعدد روایات شیعہ اور سنی کے یہاں پائی جاتی ہیں کہ: یہ آیت امیر المومنینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

" النَّبِىُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَ أَزْوَجُهُ أُمَّهَتُهُمْ"[۲]۔

پیغمبرؐ مومنین کے نفوس پر ان سے زیادہ ان کے امور میں ارادہ واختیار رکھتے ہیں اور پیغمبرؐ کی ازواج مومنین کی ماں ہیں۔

" وَ الْمُؤْمِنُونَ وَ الْمُؤْمِنَات بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ"[۳]۔

مومن مرد اور مومنہ عورتیں ان میں سے بعض، بعض پر حق ولایت رکھتے ہیں۔

پیغمبر اکرمؐ امیر المومنینؑ اور بعض مومنین کو مقام ولایت میں شامل کرنے کی وہی وجہ ہے کہ جس کو ذکر کیا گیا لہٰذا خدا کی ولایت کے ساتھ ان کی ولایت کا بھی ہونا خدا کی ولایت میں کوئی شگاف اور درار ایجاد نہیں کرتا۔

۱۔ سورۂ مائدہ، آیت ۵۵۔

۲۔ سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۶ کا ابتدائی حصہ۔

۳۔ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۷۱ کا ابتدائی حصہ۔

Presented by Ziaraat.Com

اور اس بناپر اس آیت کے مطابق کہ جس میں اطاعت گزاروں کو اولیاء خدا سے ملحق کیا گیا ہے جیسے انبیاءؑ، صدیقین، شہداء اور صالحین، سبھی پیروی کرنے والے اور شیعہ حضرات اپنے اولیاء سے ملحق ہو جائیں گے ان پر سے ہر طرح کا مواخذہ، سکرات کی سختیاں اٹھالی جاتی ہیں اور وہ امن و امان میں ہو جاتے ہیں۔

اولیااللہ کی پیروی کالازمہ ان سے ملحق ہونا ہے

یہ بات حقیقتاً ایک پیرو اور شیعہ کے لئے خوشی کی ہے کہ گرچہ ان سب کی رسائی خدا کے تمام اسماء و صفات کے مقام تک نہیں ہے، عالم تجرد و معنی کے مراحل کو طے نہیں کیا۔ ان کے لئے غیبی حجاب کشف وظاہر نہیں ہوئے۔ انہوں نے مقرب، ملائکہ اور پاک وپاکیزہ افراد کی ارواح طیبہ سے ارتباط بر قرار نہیں کیا اور جنت اور اس میں ان کے مقامات کو بھی مشاہدہ نہیں کیا، لیکن پھر بھی ان کو خوش ہونا چاہیئے کہ اگر انہوں نے اطاعت کی راہ میں قدم آگے بڑھایا ہے تو وہی اطاعت ان کو اپنے اولیاء سے ملحق کردے گی ان تک پہنچا دے گی اور تمام مشکلات و رنج سے محفوظ ہو کر انسان ولایت اولیاء کے سایہ نعمات سے بہرہ مند ہوگا۔

اعتباری امور میں بھی اسی طرح ہے؛ متعدد روایات اہلبیتؑ سے وارد ہوئی ہیں کہ: جو غذا تم کھاتے ہو انہیں میں سے اپنے غلام، کنیز اور خدمت گزاروں کو بھی کھلایا کرو، وہ لباس کہ جو تم زیب تن کرتے ہو وہی ان کو بھی پہنایا کرو، ان کے ساتھ ایک ہی دستر خوان پر غذا تناول کیا کرو۔ خدا اس بات

Presented by Ziaraat.Com

کو پسند نہیں کرتا کہ آقا خاص قسم کی غذا کھائے اور خدمت گزار دوسری غذا۔ آقا کسی عالیشان کمرے میں زندگی گزارے اور وہ کسی پست مقام پر۔ آقا کے پاس بہترین لباس ہو اور ان کے پاس سادہ لباس۔

ہمارے پیغمبرؐ اور ائمہ طاہرینؑ اسی طرح تھے[1]۔

امام علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام اپنے تمام غلاموں کو جمع فرماتے تھے اور ان کے ساتھ باہم ایک ہی دستر خوان پر غذا تناول فرماتے تھے۔ ایک ہی فرش، ایک ہی زمین اور ایک ہی طرح کی غذا[2]۔

۱۔ "مکارم الاخلاق" شیخ طبرسیؒ "فصلٌ فی الدعا عند اللبس" میں ص ۵۳، امیر المومنینؑ سے روایت کو مفصل طور پر مرقوم فرمایا ہے خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرتؑ اپنے غلام قنبر کے ساتھ بازار میں تشریف لائے اور دو لباس خریدے ایک تین درہم کا اور دوسرا دو درہم کا اور وہ تین درہم والا لباس قنبر کو دے دیا اور خود دو درہم والا لباس زیب تن فرمایا قنبر نے کہا: آپ اس تین درہم والے لباس کے زیادہ سزاوار ہیں کیونکہ آپ منبر پر تشریف لے جاتے اور خطبہ ارشاد فرماتے ہیں۔ قنبر کی بات پر حضرتؑ نے فرمایا: اے قنبر تم جوان ہو تم پر یہ لباس زیادہ جچتا ہے اور مجھے خداوند عالم سے شرمندگی اور حیا آتی ہے کہ میں خود کو لباس کے سلسلہ میں تم پر فضیلت دوں میں نے رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: " اَلْبَسُوهم مِمَّا تَلْبسون،واطعموهم مما تاكلون"
جو تم پہنتے ہو اسی میں سے اپنے غلاموں کو بھی پہناؤ اور جو تم کھاتے ہو انھیں میں سے ان کو بھی کھلاؤ۔ اس طرح کی حدیث اسی کتاب میں پہلے بھی گذر چکی ہے۔

۲۔ بحار الانوار، ج ۱۲، کتاب احوالات حضرت علی بن موسیٰ الرضاؑ، ص ۲۹ پر کتاب "عیون ارخبار الرضاؑ" سے جعفر بن نعیم بن شاذان سے وہ احمد بن ادریس سے اور وہ ابراہیم بن ہاشم سے اور وہ ابراہیم بن عباس سے روایت نقل کرتے ہیں کہ: حضرت امام علی رضا علیہ السلام جب لوگوں سے ملاقات کرکے خلوت میں جاتے اور دستر خوان بچھایا جاتا تو آپ کے تمام غلام تا ہم دربان اور گھوڑے کو چرانے والے بھی سب آپؑ کے دستر خوان پر ہوتے اور سب کے ساتھ باہم غذا تناول فرماتے تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

جو حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے مقام کو درک نہیں کرتے تھے لیکن چونکہ غلام تھے اس لئے مطیع و فرمابردار تھے۔ مگر امامؑ اس بات پر راضی نہیں تھے کہ وہ کوئی غذا تناول فرمائیں اور اپنے غلام کو نہ دیں۔

اگر غلام سرکش و باغی اور جری ہو اور اپنے آقا کے مد مقابل قیام کرے، گھر کے بچہ کو مارے، عورت پر تجاوز کرے تو آقا اس کو تنبیہ کرتا ہے، اس کو زنجیر اور رسّی سے گھر کے ایک کونے میں باندھ دیتا ہے تاکہ وہ تجاوز اور اپنے ڈھیٹ پنے سے باز آجائے اور ہر روز اسی طرح نصیحت کرنے کے بعد اس کو تازیانہ لگاتا ہے کہ تم میری اطاعت و فرمابرداری کرنے کے بجائے میرے مد مقابل کھڑے ہوئے، تم نے سرکشی سے کام لیا اور خود کو میرے سامنے مستقل بتایا۔

غلام چاہے جتنا بھی اعمال صالح بجالائے کوئی فائدہ نہیں؛ یعنی کوئی بھی عمل مولا کی سرکشی اور مخالفت کے ساتھ صالح نہیں ہوگا۔

لیکن مطیع اور فرمابردار غلام، خادم اور خدمت گزار کو مولا اپنی جان کی طرح دوست رکھتا اور چاہتا ہے غلام مطیع اپنی زبان حال سے کہتا ہے کہ اے

اور کافی، ص۲۹ پر کلینی بعض اصحاب سے وہ احمد بن محمد برشی سے وہ عبد اللہ بن صَلت سے اور وہ ایک اہل بلخ شخص سے روایت کرتے ہیں کہ: میں وہ سفر کہ جو امام رضاؑ نے خراسان کی جانب کیا ان کے ہمراہ تھا۔ ایک روز حضرتؑ نے ایک غذا طلب کی اور اپنے تمام غلاموں خواہ وہ سیاہ پوست ہو یا دیگر سب کو اس غذا کے تناول کے لئے بٹھایا۔ میں نے عرض کیا: میں آپ پر فدا ہو جاؤں، بہتر ہوتا کہ آپؑ ان غلاموں کے لئے ایک علیحدہ دستر خوان کا حکم فرماتے۔ امامؑ نے فرمایا: خاموش ہو جاؤ! ہمارا خدائے تعالیٰ واحد ہے اور ہمارے ماں باپ بھی ایک ہی ہیں جزا اور سزا اعمال کی بنا پر ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

میرے آقا! اے میرے مولا! میں تمہارے جیسا علم نہیں رکھتا میں تمہارے جیسا مال اور قدرت وطاقت نہیں رکھتا۔ میرے پاس تمہارے جیسے فضائل وکمالات نہیں لیکن پھر بھی میں تمہاری اطاعت کے لئے تمہارے آستانہ پر آیا ہوں۔

میرے پاس اپنا ارادہ و اختیار نہیں۔ ارادہ و اختیار تیرا ہی ہے، حکم و فرمان سب تیرا ہے۔

بندگانیم جان و دل بر کف　　چشم بر حکم و گوش بر فرمان
گرسرصلح داری اینک دل　　وگرسر جنگ داری اینک جان

(ہم دل جان اپنی ہتیلی پر لیے ہوئے ہیں، اور تیرے حکم پر آنکھیں اور تیرے فرمان پر کان لگائے بیٹھے ہیں، اگر صلح کا ارادہ ہے تو یہ دل حاضر ہے اور اگر جنگ کا ارادہ ہے تو جان حاضر ہے۔)

اس سلسلہ میں ایاز اور سلطان محمود غزنوی کی داستان تاریخ میں معروف زمانہ ہے اور آج بھی لوگ ان کی مثالیں دیا کرتے ہیں۔

(ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود وایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز)

وہ شیعہ کہ جو اپنے مولا کی اطاعت میں کوتاہی نہیں کرتے، خود کو لباس تقویٰ سے آراستہ کرتے ہیں اور اہل تفویض و تسلیم ہیں، وہ اپنے آئمہ طاہرین علیہم السلام کے ساتھ ملحق ہو کر ان کے ہمراہ تمام منازل و مراحل میں ان کے ساتھ ساتھ ہوں گے۔

Presented by Ziaraat.Com

وہ ہمیں حکم دیتے ہیں کہ: جو غذائیں تم تناول کرتے ہو انہیں میں سے اپنے خادموں کو بھی کھلاؤ؛ تو پھر کیسے ممکن ہے کہ وہ خود نعمات الٰہیہ سے بہرہ مند ہوں اور اپنے مخلصین اور اطاعت کرنے والوں کو نہ دیں۔ یہ بات ان کے کرم سے بہت دور ہے۔ ان کے لئے ایسا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔" ما هكَذا الظَّنُّ بِهِمْ وَ لا الْمَعْرُوفُ مِنْ فَضْلِهِمْ وَ لا مُشْبِهٌ لِما عامَلوا بِهِ الْمُحِبّينَ وَ الْمُطيعينَ مِنْ مَواليهِمْ۔

اطاعت گزاروں کا اولیاء خدا سے ملحق ہونا، یہ نص قرآن ہے اور متعدد روایات سے یہ اس بات کا استفادہ ہوتا ہے کہ: عالم احتضار کے وقت پردے مومن کی آنکھوں کے سامنے سے اٹھالئے جائیں گے اور روح پاک و مقدس حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ، حضرت امیر المومنینؑ، حضرت صدیقہ کبریٰؑ، حسنینؑ اور دیگر ائمہ مثالی او ربرزخی صورت میں اس کے سامنے حاضر ہوں گے اور وہ حضرات کہیں گے: ہم تمہارے دوست ہیں آؤ ہمارے ہمراہ چلیں اس بہشت وجنت کی طرف وہاں سکونت اختیا کریں، ہم باہم ہمنشین رہیں، ایک ہی قصر و محل میں باہم زندگی بسر کریں اور آمنے سامنے بیٹھ کر جلوۂ الٰہی کو دیکھنے میں مشغول ہو جائیں؛" عَلَي' سُرُرٍ مُّتَقَـٰبِلِينَ "[1]۔

اس سلسلہ میں اس قدر زیادہ روایات وارد ہوئی ہیں کہ جو شمار نہیں کی جاسکتیں۔

۱۔ سورۂ الحجر، آیت ۴۷۔ سورۂ صافات، آیت ۴۴۔

Presented by Ziaraat.Com

اولیاء خدا کے احتضار کے وقت آئمہ طاہرین علیہم السلام کا حاضر ہونا اور ان کو اپنے ساتھ بہشت میں لے جانا

مرحوم مجلسیؒ کی "بحار الانوار" جلد سوم، کہ جو باب عدل و معاد کے بارے میں ہے، آدھا باب تقریباً اسی موضوع کے سلسلہ میں ہے؛ سیکڑوں روایات "کافی"، "من لا یحضرہ الفقیہ"، "امالی" شیخ صدوقؒ، "امالی" شیخ مفیدؒ، "امالی" شیخ طوسیؒ، "احتجاج" شیخ طبرسیؒ، "دعوات" راوندی، "جامع الاخبار"، "محاسن" برقی، "اختصاص" شیخ مفیدؒ، "معانی الاخبار" اور "عیون اخبار الرضاؑ" میں اس بارے میں وارد ہوئی ہیں کہ مومن موت کے وقت اپنے آئمہ طاہرین علیہم السلام کی زیارت سے مشرف ہوتا ہے اور وہ خود اس کو اپنے ہمراہ جنت میں لے جاتے ہیں گذشتہ مجلس میں ہم نے ایک روایت کو نقل کیا تھا؛ آج پھر ایک دوسری روایت نقل کردیتے ہیں کیونکہ اگر ہم یہ چاہیں کہ تمام روایات کہ جو اس سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں سب کو بیان کرکے بحث کریں تو ماہ مبارک رمضان ختم ہوجائے گا۔ لہٰذا ہم صرف احتضار والی روایت کو بیان کرکے صرف انہیں پر گفتگو کر رہے ہیں۔

کتاب "فروع کافی" میں مرحوم کلینیؒ بعض اصحاب سے روایت کرتے ہیں، وہ اصحاب سہل بن زیاد سے وہ محمد بن سلیمان سے، سلیمان اپنے والد سے، وہ سُدَیر صیرفی سے کہ وہ کہتے ہیں: میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: میں آپ پر قربان ہوجاؤں، اے فرزند رسولؐ! کیا

Presented by Ziaraat.Com

مومن قبض روح کے وقت پریشان و حیران ہوتا ہے؟ اور کیا اس وقت وہ موت سے کراہت کرتا ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا: نہیں خدا کی قسم ایسا نہیں ہے! جب ملک الموت قبض روح کے لئے اس کے پاس حاضر ہوتا ہے تو مومن گھبرا کر داد وفریاد کرنے لگتا ہے۔

ملک الموت کہتا ہے: اے ولی خدا گھبراؤ نہیں؛ مجھے قسم ہے اس خدا کی کہ جس نے محمدؐ کو رسالت پر مبعوث کیا، میں تمہارے لئے تمہارے باپ سے زیادہ مہربان ہوں اور میرا احسان اس سے کہیں زیادہ ہے۔ فرض کرو اگر تمہارا باپ بھی یہاں حاضر ہوتا اور اس کے بس میں کچھ ہوتا کہ وہ تمہارے لئے کچھ کر پائے تو ہم سے زیادہ مہربان وشفیق نہ ہوتا یقیناً آج ہم تم پر مہربان ہیں۔

اپنی آنکھوں کو کھولو اور دیکھو!

حضرتؑ نے فرمایا: اس وقت حضرت رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت امیر المومنینؑ، حضرت فاطمہ زہراؑ، حضرات حسنینؑ اور دیگر تمام آئمہؑ جو ذریت امام حسینؑ سے ہیں سب مثالی جسم کے ساتھ وہاں پر تشریف لاتے ہیں اور پھر اس کے بعد مومن سے کہا جاتا ہے: یہ ہیں رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، امیر المومنینؑ، فاطمہ زہراؑ، حسنؑ و حسینؑ اور بقیہ آئمہ طاہرین علیہم السلام ۔ یہ سب تمہارے دوست ورفیق ہیں۔

حضرتؑ نے فرمایا: اب اس وقت مومن اپنی آنکھوں کو کھولتا ہے اور ان کی طرف نگاہ کرتا ہے اور پھر ایک ندا دینے والا خدا کی طرف سے بآواز بلند

Presented by Ziaraat.Com

ان کلمات کے ساتھ صدادیتا ہے: " أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ» إِلَي مُحَمَّد وَ أَهْلِ بَيْتِه «ارْجِعي إِلَي' رَبِّكِ رَاضيَةً» بِالْوَلَايَة «مَّرضيَّةً» بِالثَّوَابِ «فَادْخُلِي فِي عِبَادِي» يعْني مُحَمَّدًا وَ أَهْلَ بَيْتِه «وَ ادْخُلِي جَنَّتِي.» فَمَا شَيْءٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِن اسْتِلَالِ رُوحِه وَ اللُّحُوقِ بِالْمُنَادِي"[1]۔

اے نفس مطمئنہ کہ جو نبوت محمدؐ اور ان کے اہلبیتؑ تک پہنچ گیا، اپنے خدا کی طرف پلٹ آ اس حال میں کہ تو اس کی ولایت سے راضی ہے اور تجھے اس نے درجات و ثواب کے ذریعہ راضی کرلیا ہے، بس میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا یعنی محمدؐ وآل محمدؐ کے ہمراہ ہو جا اور جنت میں داخل ہو جا۔

اس وقت مومن کے لئے کوئی بھی شئی اس سے محبوب تر نہیں ہو گی کہ اس کی روح آزاد ہو جائے، اس کے بدن سے نکل جائے اور وہ اس ندا دینے والے کے ہمراہ ہو جائے۔

" تفسیر عیاشی " (کہ جو نفیس ترین کتب شیعہ میں سے ہے تاہم بعض اہل فن نے اس کو کتاب "کافی" سے بھی معتبر جانا ہے مگر افسوس کہ صرف اس کتاب کا آدھا حصہ سورۂ کہف تک ہی ہمارے پاس محفوظ ہے اور بقیہ آدھا حصہ آخر قرآن تک کا نسخہ کسی بھی کتب خانہ میں نہیں ملتا۔) میں عبد الرحیم سے روایت ہے کہ: " قَالَ: قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
إِنَّمَا أَحَدُكُمْ حينَ يَبْلُغُ نَفْسُهُ هَبهُنَا يَنْزِلُ عَلَيْه مَلَكُ الْمَوْت فَيَقُولُ: أَمَّا مَا كُنْتَ تَرْجُو فَقَدْ أُعْطِيتَهُ وَ أَمَّا مَا كُنْتَ تَخَافُهُ فَقَدْ أَمِنْتَ مِنْهُ، وَ يُفْتَحُ

۱۔ "فروع کافی" کتاب الجنائز، باب ان المومن لایکون علی قبض روحہ، طبع سنگی، ج ۱، ص ۳۵ و ۳۶؛ وطبع حیدری، ج ۳، ص ۱۲۷ و ۱۲۸۔

Presented by Ziaraat.Com

لَهُ بَابٌ إِلَي مَنْزِله مِنَ الْجَنَّة، وَ يُقَالُ لَهُ: انْظُرْ إِلَي مَسْكَنكَ فِي الْجَنَّة، وَ انْظُرْ هَذَا رَسُولُ الله وَ عَلِيٌّ وَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ رُفَقَآؤُكَ، وَ هُوَ قَوْلُ الله: الَّذينَ ءامَنُوا وَ كَانُوا يَتَّقُونَ * لَهُمُ الْبُشْرَي' فِي الْحَيوٰةِ الدُّنْيَا وَ فِي الاَ خِرَةِ"[۱]۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ: تم سے جب بھی کسی کی جان گلے میں اٹک جاتی ہے (یعنی احتضار کا وقت ہوتا ہے) تب ملک الموت اس پر وارد ہوتا ہے اور اس سے کہتا ہے: جس چیز کی تم امید کرتے تھے وہ تمہیں بخش دی گئی ہے اور جس چیز سے تم خوف کھاتے تھے اس سے امن و امان میں قرار دے دیئے گئے ہو؛ اس کی طرف جنت کا دروازہ اس کی منزل کے لئے کھول دیا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ نگاہ کرو اور اپنے مسکن کو جنت میں مشاہدہ کرلو۔ دیکھو یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، علیؑ، حسنؑ و حسینؑ سب تمہارے رفیق و دوست ہیں اور یہ قول خدا اور وعدۂ خدا کی وفا ہے کہ اس نے فرمایا: (جو لوگ ایمان لے آئے اور تقویٰ کی بنا پر اعمال انجام دیئے ہیں ان کے لئے خوشخبری ہے زندگانی دنیا میں اور آخرت میں بھی۔)

یہ سب اطاعت کا نتیجہ اور ثمرہ ہے۔ اور یہ ان سے ملاقات اور ان کی معیت وہمراہی کا پہلا مرحلہ ہے انشاء اللہ وہ ساری باتیں اور وہ تمام مراحل کہ جو مومنین کو عالم برزخ اور قیامت میں طے کرنے اور جن سے انسان کا سروکار ہے آئندہ ذکر ہوں گے۔

۱۔ "بحار الانوار" طبع آخوندی، جلد ۶، ص ۱۷۷ و ۱۷۸

Presented by Ziaraat.Com

"جون" سیاہ فام غلام کا حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں شامل ہونا

اصحاب سرکار سید الشہداءؑ میں سے ہر ایک نے آپ کی ہمراہی پائی، تاہم وہ غلام سیاہ (سید الشہداءؑ کا ایک غلام تھا کہ جس کا نام جون تھا یہ پہلے ابوذر غفاریؓ کا غلام تھا اور انہوں نے حضرتؑ کو بخش دیا تھا۔ یہ غلام اسلحوں کے تعمیر میں مہارت رکھتا تھا) شب عاشور کہ جب حضرتؑ اپنے خیمہ میں زمزمہ کر رہے تھے اور یہ اشعار گنگنا رہے تھے:

يَا دَهْرُ أُفٍّ لَكَ منْ خَليلِ — كَمْ لَكَ بِالإِشْرَاقِ وَ الاصيلِ
منْ صَاحبٍ وَ طَالبٍ قَتيلِ — وَ الدَّهْرُ لَا يَقْنَعُ بِالْبَديلِ
وَ إِنَّمَا الامْرُ إِلَي الْجَليلِ — وَ كُلُّ حَيٍ سَالكٌ سَبِيلِي[1]

(اے زمانے تیری دوستی پر اف ہو! تو نے کس قدر دوست و چاہنے والوں کو قتل کر دیا، جی ہاں! زمانے نے ان کی جگہ کسی کو قبول نہیں اور ان کے عوض کسی پر قانع نہیں ہوا، یقیناً آخرکار خدا کی بارگاہ میں جانا ہے اور ہر زندہ چیز کو اسی راہ کو طے کرنا ہے)

تب یہ غلام حضرتؑ کا اسلحہ آمادہ کرنے میں مشغول تھا۔ حضرتؑ نے اپنے تمام اصحاب کو آخرت میں اپنی ہمراہی کی بشارت دی یہ سن کر غلام سیاہ کو یقین نہیں ہوا۔ (گویا اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں) کہ خدا مجھے قیامت

---

۱ - ارشاد، مفید، ص۲۵۱۔ لھوف، ص۱۷۔ مقتل سید الشھداء، سید عبدالرزاق مقرم، ص۲۳۹۔ اور لھوف میں اس مصرعہ کا اور اضافہ ہے۔: "مااقرب الوعد من الرحيل"

Presented by Ziaraat.Com

کے روز امام حسین علیہ السلام کے ساتھ محشور فرمائے گا؛ شاید اس نے یہ خیال اور گمان کیا ہو کہ کہاں میں سراپا سیاہ غلام، زبان درست نہیں دوسرے ملک کا ہوں، میرا قد و ہیکل نہیں موٹے موٹے اور پلٹے ہونٹ، الجھے بال۔۔۔

لیکن یہ تمام چیزیں آخرت میں اٹھالی جائیں گی؛ عالم معنی میں اتحاد ارواح ہے، کالاپن ختم ہو جائے گا سب ایک لباس کو زیب تن کئے ہوئے ہوں گے اور سبھی کے بدن چاندی کی طرح چمک رہے ہوں گے۔

عاشورا کا واقعہ جب تمام ہو گیا اور سب کو کربلا کے میدان سے گزارا جانے لگا تو سب نے یہ منظر دیکھا کہ تمام شہداء کے درمیان ایک لاشہ ہے کہ جس کے بدن سے ایک ایسی خوشبو نکل رہی ہے کہ جس سے مشام انسانی ناآشنا ہے۔ یہ بدن کسی اور کا نہیں بلکہ اسی غلام سیاہ کا تھا۔ جو کالا تھا سفید ہو گیا تھا، اس کی بو معطر ہو چکی تھی اور وہ اپنے آقا و مولا سید الشہداءؑ سے ملحق ہو چکا تھا[1]۔

حضرت سید الشہداء علیہ السلام سے ان کے اصحاب کا ملحق ہونا

جس طرح فضہؑ خادمہ زہراؑ آنحضرتؐ سے ملحق ہو گئیں، سورۂ ہل اتی کہ جو اہل بیتؑ کی شان میں نازل ہوا اس نے فضہ کو بھی اپنے اندر لے لیا۔

۱۔ "مقتل مقرم" ص ۲۸۹؛ و مقتل عوالم ص ۸۸ پر نقل ہے کہ حضرتؑ نے اس کے لئے دعا فرمائی تھی: "اللهم بيض وجهه وطيب ريحه و احشره مع محمد صلى الله عليه وآله وسلم و عزف بينه و بين آل محمدؐ صلى الله عليه وآله ؛ فكان من يمر بالمعركة يشم منه رائحة طيبة اذكى من المسك" پروردگارا اس کے چہرے کو منور فرما اور اس کے بدن میں خوشبو معطر فرما اور اس کو محمد و آل محمد علیہم السلام کے ساتھ محشور فرما؛ پھر جب بھی کوئی میدان سے گزرتا تھا تو اس کے مشام معطر ہو جاتے تھے اور اس کی خوشبو مشک سے بہتر تھی۔

Presented by Ziaraat.Com

سلمان فارسی اپنی اطاعت و تسلیم کے زیر اثر خاندان رسولؐ سے ملحق ہوگئے اور پیغمبرؐ نے ان کے لئے فرمایا کہ "سلمان منا اهل البيت"۔

معارف میں ایک باب ہے بنام باب لُحوق کہ جہاں ہمجنس ارواح آپس میں ملحق ہو جاتی ہیں؛ خواہ وہ بہشتی و جنتی ارواح ہوں یا جہنمی۔

اصحاب سرکار سید الشہداءؑ باہم ملحق ہوگئے؛ روز عاشورا اپنے کمال تسلیم اور صفای باطن کے ہمراہ ایک دوسرے پر سبقت کر رہے تھے تاہم خود کو فداء و قربان کر دیا، اس لئے کہ ہر ایک نے ان کی معیت اور ہمراہی کے درجہ کو خوب سمجھا اور درک کیا ہوا تھا۔ "الَّذِينَ ءَامَنُوا وَ كَانُوا يَتَّقُونَ " سبھی نے جا کر اس منادی کو لبیک کہا۔

کون منادی؟ وہی منادی کہ جو پروردگار کی جانب سے ندا دیتا اور آواز بلند کرتا ہے: " إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللهُ ثُمَّ اسْتَقَـٰمُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَ لَا تَحْزَنُوا وَ أَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ "[1]۔

ان کو ڈر نہیں تھا، کسی بات کا غم و غصہ نہیں تھا، بیوی، بچے، مال و دولت، کاروبار و وطن سب چیز کو انہوں نے بھلا دیا تھا، بُریر نے کہا: کہاں جاؤں؟ حبیب نے بات کی، اولاد عقیل نے گفتگو کی، بھائیوں نے کہا، سبھی جو قتل ہوئے سب عاشق تھے اس بات کے کہ فرزند رسولؐ کی راہ میں قتل ہو جایا جائے۔

لِلّٰهِ دَرُّهُمُ مِنْ فِتْيَةٍ صَبَروا　　　ما إنْ رَأَيْتَ لَهُمْ فِي النّاسِ أمْثالاً

۱۔ سورۂ فصلت، آیت ۳۰۔

Presented by Ziaraat.Com

(خدا کی قسم کیسے ہیرے و نابغہ تھے کہ جنہوں نے وقت مصیبت صبر کیا، ان جیسی مثال دنیا میں کہیں بھی نہیں دیکھ پاؤ گے)

اور ایک شاعر نے کیا خوب کہا:

دادیم به یك جلوهٔ رویت دل و دین را
سلیم تو کردیم هم آن را و هم این را
ما سیر نخواهیم شد از وصل تو آري
لب تشنه قناعت نکند ماء مَعین را
مي‌دید اگر چشم ترا لعل سلیمان
مي‌داد در اوّل نظر از دست نگین را
در دائرهٔ تاجوَران راه ندارد
آن سر، که نسائیده به پای تو جبین را[1]

(ہم نے آپ کے دیدار کے ایک جلوے ہی میں اپنا دل اور دین دیدیا، اور آپ کے سپرد کردیا اس کو بھی اور اس کو بھی۔ ہم آپ کے دیدار و وصال سے سیر نہیں ہو سکتے، معیت و ہمراہی کے پانی سے تشنہ لب کبھی بھی قانع نہیں ہو سکتے۔ اگر آپ ہماری آنکھ کو سلیمان کا لعل بھی نظر آتے، تو پہلی ہی نظر میں اپنے ہاتھ کی انگوٹھی کا نگینہ دیدیتے۔ جو سر آپ کے قدم میں سرنگوں نہیں ہوا اس سر پر کوئی بھی تاج زیبا نہیں دیتا۔)

اور اسی طرح کیا ہی خوب کہا:

اي حمد تو از صبح أزل همنفس ما
کوتاه ز دامان تو دست هوس ما
با قافلهٔ کعبهٔ عشقیم که رفته است

۱-دیوان فروغی بسطامی، ص۲۰و۲۱۔

Presented by Ziaraat.Com

سرتاسر آفاق صداي جَرَس ما

در پاي تو آلوده لب از مي چه بيفتيم

رانند ملائك به پَرِ خود مگس ما

(اے پروردگار تیری حمد صبح ازل سے ہماری ہم نفس ہے، اور ہماری ہوا و ہوس کے ہاتھ تیرے دامن سے کوتاہ ہیں۔ ہم اس قافلہ کعبہ عشق کے ساتھ ہیں کہ جس کی گھنٹی کی آواز پوری کائنات میں گونج رہی ہے۔ تیرے قدموں میں ہمارے شراب سے آلودہ لب سرنگوں ہیں کہ ہماری مکھی کے پروں پر فرشتے گامزن ہیں۔)

Presented by Ziaraat.Com

دسویں مجلس

مومنین کا اولیاء خدا اور منکرین کا اولیاء شیطان کے ساتھ محشور ہونا

Presented by Ziaraat.Com

Presented by Ziaraat.Com

بسم الله الرحمن الرحیم

الْحَمْدُ لله رَبِّ الْعالَمينَ و الصَّلَوةُ و السَّلامُ عَلَى سَيِّدنا مُحَمَّدٍ و ءَاله الطّاهرينَ و لَعْنَةُ الله عَلَى أعْدائهِمْ أجْمَعينَ مِنَ الانَ إلَى قيامِ يَوْمِ اَلدّينِ وَ لَا حَوْلَ و لا قُوَّةَ إلّا بِالله الْعَلِّى الْعَظيم[1]

مرنے سے پہلے انسان کو سعادت و شقاوت کا اختیار ہے

قال الله الحكيم فی كتابه الكريم:

يُثَبِّت اللهُ الَّذين آمَنُوابِالْقَوْلِ الثَّابت فِي الْحَيَاةالدُّنْيَاوَفِي الْآخرَة وَ يُضلُّ للهُ الظَّالمِينَ يَفْعَلُ اللهُ مَايَشَاءُ * أَلَمَ تَرِإِلَى الَّذينَ بَدَّلُوا نعْمَةَالله كُفْرًا وَأَحلُّوا قَوْمهُم دَارَ الْبَوَار * جهَنَّم يَصْلَوْنَهَا وبِئْسَ الْقَرَارُ[2] ۔

جس دنیا میں ہم زندگی بسر کر رہے ہیں اس میں اچھائی اور برائی آپس میں مخلوط ہے۔ جو افراد اس دنیا میں زندگی گزار رہے ہیں انکی اچھائی اور برائی آپس میں اس طرح مخلوط ہے کہ ظاہری اعتبار سے بھی انکی شناخت نہیں ہوتی۔

لیکن ان کے باطن آپس میں کاملا فرق رکھتے ہیں۔ بعض کا باطن اچھا ہے اور بعض کا برا۔ بعض کا ظاہر ان کے باطن پر غلبہ رکھتا ہے۔ اور بعض کی

۱- یہ مطالب دسویں ماہ رمضان المبارک سنہ ۱۳۹۶ھ کو بیان ہوئے ہیں۔

۲۔ سورہ ابراہیم، آیت ۲۷ سے ۲۹ تک۔

Presented by Ziaraat.Com

اچھائیاں اور برائیاں مساوی و برابر ہیں۔ اعمال صالح یا برے اعمال کے اثر سے ممکن ہے باطن میں تبدیلی ہو جائے۔ اچھا باطن برا ہو جائے اور برا باطن اچھا جس طرح ایک پھل پر کوئی داغ یا پھوئی وغیرہ لگ جائے، اگر اس پھل سے صاف کردیا جائے تو وہ پھل صحیح وسالم رہ جاتا ہے اور اگر اس کو پھل سے صاف نہ کیا جائے، تو آہستہ آہستہ اس پھل میں سرایت کر جاتا ہے۔ اور تمام پھل کو خراب وفاسد کردیتا ہے۔ وہ افراد کہ جن کا باطن اچھا ہے اور وہ خدا پر ایمان لے آئے ہیں، اور انہوں نے رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت و پیروی اور عمل صالح کے ذریعے اپنے باطن کو کسی حد تک قوی اور باتربیت بنالیا ہے مگر ممکن ہے، کبھی کبھی ان سے برے اعمال سرزد ہو جائیں، اور وہ افراد کہ جن کا باطن برا ہے، اور انہوں نے دامن شرک وکفر کو مضبوطی سے پکڑ رکھا ہے، اور فسق و فجور میں مشغول ہیں۔ لیکن کبھی کبھی ممکن ہے، ان سے بھی اچھے اعمال سرزد ہو جائیں، ان دو گروہ کا انجام کیا ہوگا؟ کیا یہ دنیا سے جاتے وقت تمام اچھائی و برائی کو علیحدہ علیحدہ اپنے ساتھ لے کر جائینگے؟ یا آخر ان کا مقام ومنزلت کس طرح ہے؟ کیا موت کے بعد عالم آخرت بھی اسی عالم دنیا کی طرح ہے کہ وہاں بھی اچھائیاں اور برائیاں آپس میں مخلوط ہیں؟ گناہ و تقوی نور وظلمت سعادت وشقاوت ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں، اور ایک دوسرے کے ساتھ حرکت کر رہے ہیں. یا وہ عالم ایسا ہے کہ جہاں سعادت اور خالص نور پایا جاتا ہے۔ کامیاب ہونے والوں کے لیے جنت وخوشیاں اور

Presented by Ziaraat.Com

خالص لذت ہے۔اور وہاں کسی طرح کی رنجش وکدورت کا گذر نہیں ہے،اوران دو آیات کا مصداق قرار پائے گا۔خدای متعال فرماتا ہے۔

"وَ نَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِنْ غِلٍّ تَجْرِي من تَحْتِهِمُ الأَنْهر"[۱]۔ "وَ نَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَى سُرُرٍ مُّتَقَبِلِين"[۲]۔

اور ہم نے ان کے سینوں سے ہر کینہ کو الگ کر دیا۔انکے قدموں میں نہریں جاری ہوں گی۔اور ہم نے ان کے سینوں سے ہر طرح کی کدورت نکال دی ہے۔وہ بھائیوں کی طرح خوشی کے عالم میں آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے ۔

بد کردار لوگوں کے لیے صرف ظلمت وتاریکی ہے، صرف کدورت ہی کدورت ہے اور شقاوت وبد بختی ہے۔

دنیا میں نیک وبد افراد ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں۔ اور لوگوں میں خوش بختی اور بد بختی کاملا ظاہر ومشہود نہیں ہے، کہ وہ زمانہ گذرنے کے ساتھ کس عمل کو انجام دیں۔اور کس کی طرف رغبت پیدا کریں،اور انجام کار کیا ہو؟ کیا وہ راہ سعادت اختیار کریں یا شقاوت کی طرف متمایل ہوں؟۔

جب تک انسان اس عالم تکلیف میں زندگی بسر کر رہا ہے؛اور پروردگار عالم کی جانب سے خود اس شرف سے مشرف نہیں ہوا ہے۔اس کے اندر سعادت وشقاوت دونوں کا احتمال پایا جاتا ہے، اور کوئی بھی قطع ویقین سے خود کو خوش بخت یا بد بخت افراد میں شمار نہیں کر سکتا ہے۔

۱۔ سورہ اعراف،آیت ۴۳۔

۲۔ سورہ حجر،آیت ۴۷۔

Presented by Ziaraat.Com

اچھائی و برائی اور الہامات ربانی و شیطانی خطور ہر انسان کے اندر پائے جاتے ہیں۔اس کے علاوہ تمام انسان دنیا مِیں مادی اعتبار سے زندگی بسر کرتے ہیں۔اورآپس میں محبت رکھتے ہیں۔ ایک گھر کے مانند زندگی گزارتے ہیں. اور بعض اوقات شقی وسعید افراد ایک ہی دستر خوان پر کھانا کھاتے ہیں۔جب کہ ان میں ایک کا باطن ظلمت و تاریک ہے، اور دوسرے کا خالص نور، ایک باطن میں ایثاروانفاق کا جذبہ لئے ہوئے ہے، اور دوسرا کنجوسی و بخل کا اور کیونکہ اس دنیامیں زندگی محدود ہے. ظواہر باطن پر غلبہ رکھتے ہیں۔

چونکہ جو چیز انسان کے اس دنیامیں رابطہ و تعلق کا ذریعہ ہے، وہ حواس ظاہری مانند آنکھ، کان، ناک، زبان، ہاتھ وغیرہ ہیں،انسان فقط ظاہر کاادراک کر سکتاہے۔ لیکن باطن اور نیتوں کو نہیں سمجھ سکتاہے۔

موت کے وقت اچھائی و برائی اپنی اصل کی طرف پلٹ جاتی ہیں

انسان کی رحلت اور موت کے وقت کہ جب وہ دنیا سے کوچ کرنے کی آمادگی کرتا ہے،تو خداوند کی جانب سے اسکے لئے ایک پیمانہ معین ہوجاتا ہے. تاکہ اس کے ذریعے اسکی اچھائیاں اور برایئاں جدا ہوجائیں ،اور جیسے ہی وہ موت سے نزدیک ہوتاہے، اور دنیوی ارادہ واختیار اس سے سلب ہوتا ہے تو وہ عالم خیر کے روبرو ہوتا ہے یا شر محض کے۔ یا حتمی طور پر جنت کی راہ درپیش

Presented by Ziaraat.Com

ہوتی ہے، یا راہ جہنم، اور عالم موت کے بعد کسی شک وتردید اور مخلوط ہونے کا کوئی معنی نہیں رہ جاتا۔

اس پیمانہ الٰہی کے ذریعے ہر انسان کی اچھائیاں عالم نیکی کی طرف چلی جاتی ہیں اور برائیاں عالم بدی کی طرف۔ وہ عالم، عالم ظہور اور مخفی و پوشیدہ چیزوں کی اظہار کا مقام اور باطنوں کی کشف کی جگہ ہے۔ اچھے باطن جنت میں چلے جائیں گے۔ اور برے باطن کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ اور اچھائیوں اور برائیوں کی آمیزش اور انکا آپس میں مخلوط ہونا ختم ہو جائے گا، وہاں برے افراد بروں کے ساتھ ہو جائینگے اور نیک اور صالح متقین کے ساتھ۔ بالکل اسی طرح کہ جب پانی ایک مشینری سے گزرتا ہے، تو اس کے اثر سے کچھ پانی بخار کی شکل اختیار کرلیتا ہے جبکہ دونوں پانی ہیں، ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں۔ لیکن مخصوص شرائط کے ساتھ ایک شی کے اثر نے دونوں کے درمیان جدائی ڈال دی ہے۔ اور دونوں کی راہ جدا ہوئی ہے، ایک الگ راہ پر چلا جاتا ہے تو دوسرا اپنی راہ جدا اختیار کرلیتا ہے۔

اگر کوئی شخص دنیا میں بہت زیادہ خوبصورت ہو لیکن اس کا ظاہر گندگی سے آلودہ ہو جائے لباس میلا ہو جائے یا بدن پر گرد وغبار جمع ہو جائے یا چہرے پر سیاہی لگ جائے، تو چونکہ اس کی شکل وصورت حقیقت میں زیبا و خوبصورت ہے۔ لہٰذا اس کے چہرے کو دھویا جائے اس کے لباس کو تبدیل کیا جائے۔ اسے نہلایا جائے، تاکہ اس کی حقیقت اور واقعیت ظاہر ہو جائے۔ اسی طرح بہت سے ایسے افراد ہیں کہ جو بہت بدشکل و کریہ المنظر ہیں ان کو دیکھ کر کراہت آتی

Presented by Ziaraat.Com

ہے۔ لیکن چونکہ انہوں نے میک اپ کے ذریعے خود کو خوبصورت بنالیا ہے،اور خوب صورتوں میں انکا شمار ہونے لگا ہے، لہذاانکو بھی صاف کیا جائے نہلایا جائےاور انکی مصنوعی زیبائی کوان کی اصلی صورت سے صاف کیا جائے پھران کی اصلی حالت ظاہر ہوگی اور ان کوان جیسے افراد میں شامل کیا جائے گا۔

جن لوگوں نے خداپر ایمان لانےکے ساتھ عمل صالح انجام دے کر اپنے باطن کو زندہ کیا،اور اسے حیات عطا کرکے جمال خداوند متعال سے زیباو خوبصورت بنایا،انکا مقام جنت ہے ۔چونکہ انکا باطن نیک اور پاکیزہ ہے اور باطن ہی عواطف و احساسات انسانی اور عدل و عبودیت خداوند کا مرکز ہے۔ ممکن ہے ان کا ظاہر آلودہ ہو، کیونکہ بعض اوقات ان سے گناہ و معصیت بھی سرزد ہوتے ہیں، لیکن وہ گناہ ان کے باطن پر اثر انداز نہیں ہو پاتے ہیں۔فقط ان کے ظاہر پر اثر انداز ہوتے ہیں، لہذا انہیں چاہیئے کہ ظاہر کی اصلاح کریں۔ دنیامیں کچھ مشکلات کی وجہ سے بلاء و مصائب میں مبتلا ہونے کی خاطر وہ اس طرح ہوگئے ہیں لیکن امراض، سکرات موت اور قبض روح و منکر و نکیر کے آنے سے وہ پاک ہوجاتے ہیں اور جیسے ہی پاک ہوگئے تو پاکیزہ افراد کی قربت و ہمراہی اختیار کریں گے۔

اور وہ افراد کہ جنہوں نے اپنے باطن کو کفر وشرک سے آلودہ کیاہے اور برے کردار کی وجہ سے لوگوں کے حقوق کی پامالی کی ہے اور حریم الہی سے تجاوز کرنےکے سبب فاسد و فاجر بن گئے ہیں ،اور ظاہرا بعض نیک اعمال سے خود کو آراستہ کرلیا ہے،اور یہ آراستگی ان کے باطن میں تاثیر گزار نہیں

Presented by Ziaraat.Com

ہوتی ہے۔ اور کسی طرح کی کوئی اصلاح نہیں کر سکتی ہے۔ ایک وقتی لذت کے ذریعہ اور ایک فانی نعمت کہ جو ان کو دی جائے یا ایک معمولی امتحان لیا جائے تو یہ پردہ اور ظاہری حجاب ہٹ جائے گا اور آلودہ باطن اپنے حقیقی چہرے کے ساتھ سامنے آجائیگا اور ان سے کہے گا کہ اپنے جیسے آلودہ افراد میں شامل ہو جاؤ۔

ذره ذره کاندرین ارض و سماست
جنس خود را همچو کاه وکهرباست[1]
ناریان مو ناریان را جاذبند
نوریان مر نوریان را طالبند[2]

(اس زمین وآسمان کا ذرہ ذرہ اپنی اپنی ہم جنس کی طرف مائل ہے گھاس پھوس اپنی جنس کی طرف اور بجلی اپنی جنس کی طرف، اہل نار و آتش، نار کی طرف مائل و جاذب ہیں اور اہل نور، نور کو چاہتے ہیں)

اہل ایمان کہ جنہوں نے اپنے باطن کو زیور ایمان سے آراستہ کیا ہے، اور کبھی کبھی گناہ و عصیان کا شکار بھی ہوئے ہیں جیسے ہی عالم ملکوت سے متصل ہونگے آلودگی گناہ ان سے جدا ہو جائے گی اور وہ اپنے پاکیزہ باطن کے ذریعے حقیقی مقام کی طرف پرواز کرجائینگے۔"فِی مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِیکٍ مُّقْتَدِرٍ"[3]۔

۱۔ مثنوی چاپ، میرزا محمودی، دفتر ششم، ص ۶۱۹۔
۲ ۔مثنوی چاپ، میرزا محمودی، دفتر دوم، ص ۱۰۶۔
۳ ۔سورہ قمر، آیت، ۵۵۔

Presented by Ziaraat.Com

اور کافر کہ جنہوں نے اپنے بعض اعمال صالح اور خوش اخلاقی کے سبب ظاہر کو خوبصورت وزیبابنا رکھا ہے ، لیکن باطن فاسد اور خراب ہے ان کے یہاں بھی ایک امتحان کے ذریعہ ظاہر و باطن میں جدائی ڈال دی جائے گی ظاہر جدا ہو جائے گا،اور ان کا باطن اپنے اصل مقام پر پہنچ جاے گا۔

خلاصہ یہ کہ امتحان و تحلیل کے بعد ہر صفت اپنی اصل کی طرف پلٹ جائے گی جس طرح لکڑی خاک اور آگ سے مرکب ہے،اور ان دونوں مادوں میں محبت ودوستی پائی جاتی ہے، اور یہ ایک دوسری کے ساتھ مخلوط ہیں لیکن لکڑی کے جلنے کے بعد آگ اپنے مبدا یعنی سورج کی طرف چلی جاتی ہے۔ اور راکھ اپنی اصل یعنی زمین پر رہ جاتی ہے۔" كُلُّ شَيْءٍ يَرْجِعُ إِلَي أَصْلِه"

جنت کی اصل طہارت و پاکیزگی ہے اور جہنم کی اصل کثافت وآلودگی ہے ، اگر مومن جنت کی طرف جانا چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ خود سے عوارضات تاریکی و ظلمانی کو دور کرے. ورنہ جنت میں پہنچنے کی قدرت کو حاصل نہیں کر سکتا اور کافر کہ جہنم کی طرف حرکت کرنا چاہتا ہے اسکے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی نورانیت کو رہا کردے، تاکہ جہنم تک پہنچنے میں آسانی ہو جائے۔

اس مقام پر ایک اہم نکتہ کہ جو قابل ذکر ہے، وہ یہ کہ یہ جو مومن کا باطن خوبصورت وزیبا ہے۔اور وہ خدا پر ایمان حقیقی اور نیک کردار و تقوی کے ذریعے ہمیشہ اس باطن کو زندہ رکھتا ہے؛ اس کی ذات سے جو برا عمل سرزد ہوتا ہے وہ حقیقت میں برا نہیں ہے، فقط شکل وصورت کے اعتبار سے برا

Presented by Ziaraat.Com

ہے۔ اس لئے کہ اس کا نیک و پاکیزہ باطن اس عمل کو قبول نہیں کرتا ہے اور اپنے تک پہنچنے کا راستہ نہیں دیتا ہے۔ اگر کوئی عمل غضب یا شہوت کی وجہ سے نادانی میں ہو جاتا بھی ہے تو ہمیشہ باطن اس عمل کو اپنے سے دور رکھتا ہے۔

اور وہ شخص کہ جس کا باطن کاملا دنیا کی طرف رغبت رکھتا ہے اور اس کا باطن اس کی ناشایستہ کردار کی وجہ سے فاسد ہو چکا ہے جتنا بھی اس سے کار خیر سرزد ہوگا وہ ظاہرا تو اچھا نظر آئے گا مگر اس کا باطن ہمیشہ اس عمل خیر کو اپنے سے دور رکھے گا اور اسے قبول نہیں کرے گا۔

اور اگر کسی کثیف الذات شخص کے عمل خیر کا تجزیہ کیا جائے تو بالآخر اس عمل سے ریا، خود نمائی یا شہرت کی بو ضرور آئے گی۔

جس وقت انسان کا آخری وقت آتا ہے اور وہ دنیا کو ترک کرنا چاہتا ہے اور خداوند متعال کہ جسکا حق ہے کہ وہ ہر موجود کو اس کہ اصل کی طرف پلٹائے ملکوت کو ملکوت، علیین کو علیین، سجیین کو سجیین کے ساتھ اور عالم حق اور اس کی حقیقت کو ظاہر و آشکار کردے، اور اعتباری پردوں کو برطرف کردے، اور جنتیوں کو جنت اور ہر ایک کو اس کے خاص درجات و مقام پر قرار دے اور اسی طرح جہنمیوں کو جہنم اور ان میں سے ہر ایک کو اس کے مخصوص طبقہ میں قرار دے۔ اس عالم میں ایک ملکوتی تجزیہ و تحلیل ہوتا ہے، کہ جس کے ذریعے اچھائیاں ایک طرف اور برائیاں دوسری طرف چلی جاتی ہیں عارضی اچھائیاں دائمی و ذاتی اچھائیوں کی طرف اور عارضی برائیاں ذاتی اور

Presented by Ziaraat.Com

دائمی برائیوں کی طرف روانہ ہوجاتی ہیں: "يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَأَوْرَدَهُمُ النَّار"[۱]۔

اور خداوند متعال سورہ انفال میں ارشاد فرماتا ہے:

" لِيَمِيزَ اللهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَ يَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضَهُ و عَلَى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهُ و جَمِيعًا فَيَجْعَلَهُ و فِي جَهَنَّمَ أُولَئِكَ هُمُ الْخَسِرُونَ"[۲] -

(تاکہ خدا خبیث کو پاکیزہ سے الگ کردے اور پھر خبیث کو ایک پر ایک رکھ کر ڈھیر لگادے اور سب کو اکھٹا کرکے جہنم میں جھونک دے کہ یہی لوگ خسارہ اور گھاٹے والے ہیں۔

اور دوسری طرف نیز طیب و پاکیزہ افراد کو یک جا جمع کرے گا،اور یکبارگی سب کو جنت میں داخل کردے گا۔

مومنین کا اولیاء خدا اور منکرین کا اولیاء شیطان کے ساتھ محشور ہونے کے بارے میں امام محمد باقر علیہ السلام کی فرمائش

کتاب علل الشرایع میں ابو اسحاق ابراہیم لیثی نے حضرت ابی جعفر محمد الباقر علیہ السلام سے مومن و منافق کی طینت وفطرت اور اعمال مومنین و معاندین کے بارے میں مفصل روایت نقل کی ہے کہ حضرت نے فرمایا:

"أَخْبِرْنِي يَاإِبْرَاهِيمُ عَنِ الشَّمْسِ إِذَاطَلَعَت وَبَدَا شُعَاعُهَا فِي الْبُلْدَانِ أَ هُوَ بَائِن مِنَ الْقُرْصِ؟

۱۔ سورہ ہود، آیت ۹۸ کا شروع کا حصہ آیت کا اصل مطلب یہ ہے کہ روز قیامت فرعون آگے آگے حرکت کرے گا اور اس کے پیروکار اس کے پیچھے اور وہ سب کو آتش جہنم کی نذر کرے گا۔

۲۔ سورہ انفال، آیت ۳۷۔

Presented by Ziaraat.Com

قُلْتُ: فِي حَالِ طُلُوعه بَائِنٌ.

قَالَ:أَلَيْسَ إِذَا غَابَتَ الشَّمْسُ اتَّصَلَ ذٰلكَ الشُّعَاعُ بِالْقُرْصِ حَتَّى يَعُودَ إِلَيْه.

قُلْتَ:نَعَمْ.

قَالَ كَذٰلكَ يَعُودُكُلُّ شَيْءٍإِلَى سنْخه وَجَوْهَرِه وَأَصْله فَإِذَاكَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةنَزَعَ اللّٰهُ تَعَالَى سِنْخَ النَّاصِبِ وَطِينَتَهُ مَعَ أَثْقَالَه وَأَوْزَارِه منَ الْمُؤْمِنِ فَيُلْحِقُهُ اكُلَّهَابِالنَّاصِبِ وَيَنْزِعُ سِنْخَ الْمُؤْمِنِ وطينَتَهُ ومَعَ حَسَنَاته وَأَبْوَابِ بِرِّه وَاجْتِهَاده مِنَ النَّاصِبِ فَيُلْحِقُهَا كُلَّهَا بِالْمُؤْمِنِ أَفَتَرَى هَاهُنَاظُلْماًأَوْعُدْوَانا؟

قُلْتُ:لَا يَاابْنَ رَسُولِ اللّٰه

قَالَ: هٰذَاوَاللّٰهِ الْقَضَاءُالْفَاصِلُ وَالْحُكْمُ الْقَاطِعُ وَالْعَدْلِ الْبَيِّنُ لايُسْئَلُ عَمّايَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُونَ.

هَذَايَاإِبْرَاهِيمُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلاتَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِينَ هَذَامِنْ حُكْمِ الْمَلَكُوت.

قُلْتُ: يَاابْنَ رَسُولِ اللّٰه وَمَاحُكْمُ الْمَلَكُوت؟

قَالَ:حُكْمُ اللّٰه وحُكْمُ أَنْبِيَائه وقِصَّةُالْخَضِرِوَمُوسَى عليهما السلام حِينَ اسْتَصْحَبَهُ فَقَالَ انَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِي صَبْراًوَكَيْفَ تَصْبِرُعَلى مالَمْ تُحِطْ بِه خُبْراً.

افْهَمْ يَاإِبْرَاهِيمُ وَاعْقَلْ أَنْكَرَمُوسَى عَلَى الْخَضِرِوَاسْتَفْظَعَ أَفْعَالَهُ حَتَّى قَالَ اللّٰهُ الْخَضِرُيَامُوسًى مافَعَلْتُهُ عَنْ أَمْرِي إِنَّمَافَعَلْتُهُ عَن أَمْرِاللّٰه تَعَالَى مِنْ هَذَاوَيْحَكَ يَاإِبْرَاهِيمُ قُرْآنٌ يُتْلَى وَأَخْبَارُتُؤْثَرُعَنِ اللّٰه تَعَالَى مَنْ رَدَّمِنْهَا حَرْفاً فَقَدْ كَفَرَوَأَشْرَكَ وَرَدَّعَلَى اللّٰه تَعَالَى.

قَالَ: اللَّيْثِيُّ فَكَأَنِّي لَمْ أَعْقِلِ الْآيَاتِ وَأَنَاأَقْرَأُهَاأَرْبَعِينَ سَنَةًإِلَّاذٰلكَ الْيَوم.

فَقُلْتُ: يَاابْنَ رَسُولِ اللّٰه! مَاأَعْجَبَ هَذَاتُؤْخَذُحَسَنَاتُ أَعْدَائِكُمْ فَتُرَدُّعَلَى شِيعَتِكُمْ وَتُؤْخَذُسَيِّئَاتُ مُحِبِّيكُمْ تُرَدُّعَلَى مُبْغِضِيكُمْ؟

Presented by Ziaraat.Com

قَالَ: إِي وَاللهِ الَّذي لَاإِلَهَ إِلَّاهُوَ فَالقُ الْحَبَّةِ وَبَارِئُ النَّسَمَةِ وَ فَاطِرُ الْأَرْضِ وَالسَّمَاءِ مَاأَخْبَرْتُكَ إِلَّابِالْحَقِّ وَمَاأَنْبَأْتُكَ إِلَّاالصِّدْقَ ماظَلَمَهُمُ اللهُ وَ مَا اللهُ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ وَإِنَّمَاأَخْبَرْتُكَ لَمَوْجُودٌفِي الْقُرْآنِ كُلُّهُ.

قُلْتُ: هَذَابِعَيْنِهِ يُوجَدُفِي الْقُرْآنِ؟

قَالَ نَعَمْ يُوجَدُفِي أَكْثَرَمِنْ ثَلَاثِينَ مَوْضِعاً فِي الْقُرْآنِ"[۱]-الحدیث

حضرت امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: اے ابراہیم یہ بتاؤ کہ جس وقت سورج طلوع کرتا ہے اور نور کی شعاعوں کو دنیا کی طرف چھوڑتا ہے اور وہ یہاں ظاہر ہوتی ہیں۔ کیا نور سورج سے جدا ہے؟ ابراہیم لیثی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا: جی ہاں طلوع کے وقت نور کی کرنیں سورج سے جدا ہوتی ہیں۔ حضرت نے فرمایا: مگر جس وقت سورج زیر افق پنہاں ہوتا ہے اور غروب کرتا ہے وہ نور کی کرنیں سورج سے متصل نہیں ہوتی ہیں؟

اور وہ سورج کے ساتھ پلٹ کر پوشیدہ نہیں ہیں؟ ابراہیم کہتا ہے: میں نے عرض کیا! جی حضور۔ ایسا ہی ہے۔

حضرت نے فرمایا: اسی طرح ہر موجود اپنی جوہر اور اپنی اصل کی طرف پلٹ جاتی ہے۔ اور جب روز قیامت برپا ہوگا تو خداوند متعال ناصب و معاند کی اصل اور اسکی طینت و فطرت کو اس کے تمام گناہوں کے ساتھ جدا

۱۔ علل الشرائع، طبع: مطبعہ حیدریہ نجف، باب ۳۸۵، نوادر العلل، روایت ۸۱، ص ۶۰۶ تا ۶۱۰۔ اور اس روایت کی سند یہ ہے کہ: شیخ صدوق نے اپنے پدر بزرگوار سے انہوں نے سعد بن عبداللہ سے انہوں نے محمد بن احمد سے انہوں نے احمد بن محمد سیاری سے انہوں نے محمد عبداللہ بن مہران کوفی سے انہوں نے خبان بن سدیر سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے انہوں نے ابو اسحاق ابراہیم لیثی سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے۔

Presented by Ziaraat.Com

کرکے ناصبین و معاندین سے ملحق کردے گا. اور اسی طرح مومن کی طینت و جبلت کو اس کے تمام حسنات و اچھے اعمال کے ساتھ ناصبین و معاندین سے جدا کرکے مومنین تک پہنچادے گا۔

اے ابراہیم! کیا تم اس کام میں ظلم و ستم دیکھتے ہو؟

ابراہیم کہتا ہے: میں نے عرض کیا: نہیں: فرزند رسول خداؐ!

حضرتؑ نے فرمایا: خدا کی قسم یہی حکم یقینی، قضا الہی اور روشن و آشکار عدل کے ساتھ خداوند کا فعل حق ہے اور اس میں کسی طرح کا کوئی نقص و عیب نہیں پایا جاتا جو قابل مواخذہ اور سوال قرار پائے بر خلاف لوگوں کے کہ ان سے سوال بھی کیا جائے گا اور مواخذہ بھی ہوگا۔

اے ابراہیم! پروردگار کی طرف سے تجھ تک حق پہنچ چکا ہے. لہٰذا اب تو شک کرنے والوں میں نہ رہ۔ یہ حکم ملکوتی ہے اسی طرح جاری ہوگا۔

ابراہیم کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا: فرزند رسول خداؐ! حکم ملکوتی کیا ہے؟

حضرت علیہ السلام نے فرمایا: حکم ملکوتی یعنی حکم خدا اور انبیا علیہم السلام ،اور قصہ حضرت خضر و موسی علیہما السلام کہ جس وقت حضرت خضرؑ نے موسیٰؑ کے ساتھ ہمراہی کی اور ان سے کہا: کہ تم اصلا میرے ساتھ رہنے کی قدرت و طاقت نہیں رکھتے ہو پھر کس طرح صبر کرپاؤگے کہ جس امور کا تمہیں علم نہیں ہے؟

Presented by Ziaraat.Com

اے ابراہیم ! اچھی طرح غور وفکر کرو کہ کس طرح موسیؑ نے خضرؑ کے کاموں پر سوالات کیۓ، اوران کے امور کو برائی کی طرف نسبت دی اور ان کو سزاوار نہیں جانا یہاں تک کہ حضرت خضرؑ نے موسیؑ سے کہا: اے موسیؑ میں نے اپنے طرف سے یہ کام انجام نہیں دئے ہیں بلکہ حکم پروردگار تھا کہ جس کی تعمیل کی ہے۔وای ہو تم پر اے ابراہیم ! یہ ہے قرآن کہ جس کی تلاوت کی جاتی ہے اور اس میں وہ خبریں ہیں کہ جو خدا کی جانب سے نازل ہوئی ہیں۔جو کوئی قرآن کے ایک حرف میں شک کرے، اور اسکی تردید کرے وہ کافر ہے اور اس نے خداکا شریک قرار دیا ہے اور اسے جھٹلایا ہے۔

ابراہیم کہتا ہے : میں چالیس برس سے ان آیات کی، موسی وخضر علیہما السلام کے بارے میں تلاوت کررہا تھا میں نے حضرت کی اس گفتگو سے پہلے گویا اصلا سمجھا ہی نہیں تھا. میں نے عرض کیا: اے فرزند رسول خدا ! کتنا عجیب ہے کہ آپ کے دشمنوں کی نیکیوں کو چھین لیاجائے گا اور آپ کے شیعوں کو دے دیا جائیگا۔اور آپ کے دوستوں کی برائیوں کو لے لیا جاے گا اورآپ کے دشمنوں کو دے دیا جائیگا!

حضرتؑ نے فرمایا: ہاں خدا کی قسم کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ خدا دانے کے شکم کو چاک کرتا ہے اور موجودات کو زندگی عطا کرتا ہے اور زمین وآسمان کو وجود عطا کرتا ہے میں نے تجھے حق کی بنیاد پر آگاہ ومتوجہ کیا ہے۔ اور تجھے صادق و سچی خبر دی ہے۔ اور خداوند کبھی ظلم نہیں کرتا اور میں نے جن مطالب کی تجھے خبر دی ہے یہ تمام قرآن میں موجود ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

ابراہیم کہتا ہے میں نے عرض کیا: کیا یہ مطالب نیز اسی طرح قرآن میں ذکر ہوئے ہیں؟

حضرت نے فرمایا: جی ہاں: تیس موارد سے زیادہ قرآن میں ذکر ہوئے ہیں۔ آخر حدیث تک۔

بہت سی احادیث و روایات میں وارد ہوا ہے کہ مومن کے دل میں حسد و کینہ نہیں پایا جاتا ہے اسی وجہ سے اس کے کام میں ریاکاری نہیں ہوتی اور جہاں بھی حق کا ادراک کرتا ہے کبھی انکار نہیں کرتا اور جہاں تک ممکن ہوتا ہے عمل نیک انجام دیتا ہے، اگر کبھی غفلت کی وجہ سے اس کی ذات سے کوئی گناہ سرزد ہو جاتا ہے، تو خداوند متعال دنیا میں اسے، بعض مرض، قرض، فقر، اور اسی کی مانند بلاء و مصائب میں گرفتار کرکے اسکے گناہوں کو ختم کرکے اسے پاک کردیتا ہے جب بھی مومن کو بخار آتا ہے وہ اس کا کفارہ ہوتا ہے۔

مومن کا دنیوی بلاء و مصیبت میں گرفتار ہونا اس کے گناہوں کا کفارہ ہے اور کافر کا دنیوی لذتوں سے استفادہ اس کی نیکیوں کا بدلہ ہے

کفارہ گناہ یعنی کیا؟

کفارہ یعنی گناہ اور ظاہری کثافت و آلودگیوں کا ختم ہونا۔

کافر دنیا میں جتنی بھی لذت حاصل کرتا ہے وہ اس کے اعمال حسنہ کی جزا ہوتی ہیں۔ کیونکہ کافر خدا کے لئے کام نہیں کرتا ہے اور وہ خدا کی معرفت

Presented by Ziaraat.Com

بھی نہیں رکھتا ہے لہذا تقوی و تقرب الہی کے معنی کا ادراک نہیں کر سکتا ہے،
اور جو وہ اچھے کام انجام دیتا ہے ان میں بھی اس کا ہدف اور اس کی نیت حصول دنیا ہی ہوتی ہے۔ پس خداوند متعال بھی اسے اس کی نیت و ہدف کے اعتبار سے دنیا میں مال و جاہ و حشم اور مختلف قسم کی نعمات کے ذریعہ اجر و پاداش دے کر حسنات کی تلافی کرتا ہے۔ لہذا جب وہ اس دنیا سے جاتا ہے تو اس کے پاس آخرت کے لئے کوئی حسنہ و نیکی باقی نہیں رہتی ہے لہذا خدا کی بارگاہ میں کیا طلب کرے؟ دنیا میں نیک کام دنیوی مقصد کے لئے انجام دیے کہ جس کا اسے دنیا ہی میں مقصد و نتیجہ مل گیا ہے۔

لیکن مومن جو گناہ انجام دیتا ہے وہ اسکے وجود و بلند ہدف و ایمان سے جدا ہوتے ہیں اور خدا ان گناہوں کی نابودی کے لئے مومن کو بلاؤں میں گرفتار کرتا ہے کہ جو بلائیں اس کی بیداری و تنبیہ کا سبب بنتی ہیں، یہی کفارہ کا معنی اور گناہوں کا نابود ہونا ہے۔ مومن کا انتقال ہوتا ہے اور چونکہ وہ بلند ہدف اور خداوند عالم کے مقابل احساس ذمہ داری رکھتا تھا تو اسی بلندی و کمال کی طرف جاتا ہے اور اس کے گناہوں کی دنیا ہی میں سزا مل چکی ہے کہ جو مختلف مصیبت و بلاؤں کے ذریعہ سزا پا چکا ہے لہذا عالم قدس کی طرف پاک و پاکیزہ ہو کر پرواز کرتا ہے۔

بہت سی روایات میں نقل ہوا ہے، کہ جب مومن اس دنیا سے جانا چاہتا ہے تو شیطان اس کے نزدیک آتا ہے، اور ہر طرح کے حیلے اور وعدوں کے ذریعے اسے ورغلاتا ہے تاکہ اس سے دولت ایمان چھین لے، لیکن چونکہ

Presented by Ziaraat.Com

مومن واقعی اسے اچھی طرح جانتا ہے لہٰذا ہر گز اس کے وعدوں کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کرتا اور دھوکا نہیں کھاتا ہے۔

شیطان؛ اچھائیوں کی برائیوں سے جدائی کا سبب

کتاب کافی میں کلینی نے علی بن محمد بندار سے انہوں نے، احمد بن ابی عبداللہ سے، انہوں نے محمد بن علی سے، انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابی ہاشم سے انہوں، نے ابی خدیجہ سے، انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے کہ:

قَالَ: مَا مِنْ أَحَدٍ يَحْضُرُهُ الْمَوْتُ إِلَّا وَكَّلَ بِهِ إِبْلِيسُ مِنْ شَيْطَانِهِ أَنْ يَأْمُرَهُ بِالْكُفْرِ وَ يُشَكِّكَهُ فِي دِينِهِ حَتَّى تَخْرُجَ نَفْسُهُ، فَمَنْ كَانَ مُؤْمِناً لَمْ يَقْدِرْ عَلَيْهِ؛ فَإِذَا حَضَرْتُمْ مَوْتَاكُمْ فَلَقِّنُوهُمْ شَهَادَةَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ حَتَّى يَمُوتَ[1]-

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو کوئی شخص بھی موت کے آستانہ پر کھڑا ہوتا ہے، ابلیس شیاطین میں سے ایک کو حکم دیتا ہے کہ اس کے نزدیک جائے، اور اس کو کفر کی دعوت دے اور اسکے دین و ایمان میں شک و شبہات وارد کرکے یہاں تک کہ اسکی روح جسم سے خارج ہو جائے۔ مگر مرنے والا مومن ہوتا ہے تو شیطان ہر گز اس پر غالب نہیں آتا اور شیطان کے شبہات اس کے دل میں تاثیر گزار نہیں ہوتے۔ لہٰذا آپ

۱۔ فروع کافی، کتاب الجنائز، باب تلقین المیت، ج۳، ص ۱۲۳ و ج۱، ص ۳۴۔ لیکن کتاب «وسائل الشیعہ» ج۲، ص ۶۶۳ اور «کافی» میں لفظ (شیطانہ ان یامرہ) کی بجائے (شیاطینہ من یامرہ) ذکر ہوا ہے اور شاید یہی لفظ مقصود کو پہنچانے کا قریب ترین ذریعہ ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

جب بھی کسی مومن کی حالت احتضار کے وقت نزدیک ہوں تو اس کو وحدانیت خدا اور نبوت پیغمبرﷺ کی تلقین کرتے رہیں۔" لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہﷺ " یہاں تک کہ اس کی روح نکل جائے۔البتہ یہ بات واضح ہے کہ شیطان انسان کے باطن میں وسوسہ کرتا ہے اور قوہ خیال کے ذریعے اس پر تصرف کرتا ہےاور اس کی نگاہوں کے سامنے دلفریب مناظر پیش کرتا ہے تاکہ وہ لقائے خداوند سے منصرف ہو جائے، اور درجات بلند و مقامات علیا اور رضوان الٰہی سے غفلت کر بیٹھے ،اور دوبارہ دنیااور اسکی زینت سے اپنے دل کو وابستہ کرے، ایسی صورت میں انسان کے ضمیر کا رابطہ ابدی امور اور روحانی موجودات مانند خدا و رسول خداﷺ سے اور آئمہ علیہم السلام اور آپ کے بر حق جانشینوں سے منقطع ہو جاتا ہے،اور اس کا رخ ظاہری امور وجواہر دنیااور طولانی آرزوں کی طرف مڑ جاتا ہے او راسی حالت میں وہ دار دنیا سے دار آخرت کی طرف چلا جاتا ہے۔

لیکن مومن کہ جس نے اپنی دل کو ابدیت سے وابستہ کر رکھا ہے اور اپنے محبوب سے ملاقات کا مشتاق ہے اور اسکے مقام جمال ونفوس قدسیہ الٰہیہ و ارواح طیبہ کے مظاہر رحمت کا جلوہ دیکھنا چاہتا ہے۔ اس وسواس کی طرف توجہ کیسے کر سکتا ہے؟

مومن ان تمام دل فریب مناظر اور شیطان کے وسواس کو شیطان کے شکار کا جال سمجھتا ہے اور انہیں حقارت ونفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور ہر گزاپنے باطن کو اس کا شکار نہیں بناتا ہے۔ وہ ہمیشہ حکم الٰہی کے انتظار میں رہتا

Presented by Ziaraat.Com

ہے تاکہ آسمان توحید مطلق میں پرواز کرکے اور حضرت حق کے اسماء وصفات کی سیر کرتا ہوا اپنی روح کو عالم خلد میں داخل کردے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: اپنے مردے کو دائما کلمہ شہادتین کی تلقین کرتے رہیں، تاکہ اسکے ایمان کو تقویت ملتی رہے اور شیطان کی کمر ٹوٹتی رہے۔ محتضر شخص کے کمرے میں یا اس کے نزدیک مجنب شخص کو نہیں جانا چاہئے انسان کو چاہئے کہ اس کے پاس باوضو جائے۔ اس کے پاس قرآن کی تلاوت کی جائے خصوصا سورہ یاسین وصافات پڑھا جائے، اور دعائے عدیلہ کی تلاوت کی جائے۔ اس کے کمرے کو خوشبو سے معطر کیا جائے، کیونکہ وہ ملائکہ کے نازل ہونے کی جگہ ہے اور ملائکہ عطر کی خوشبو سے راضی و خشنود ہوتے ہیں، اور شیاطین عطر کی خوشبو سے گریز کرتے ہیں تلاوت قرآن سے فرار کرتے ہیں۔ ذکر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے فرار اختیار کرتے ہیں۔

البتہ، پاکیزہ افراد کے لئے شیطان کا وسوسہ کرنا باعث امتحان وآزمائش ہوتا ہے۔ تاکہ طاہر افراد کثیف وآلودہ افراد سے جدا ہوجائیں اور ایمان میں استقرار آجائے۔ اور کلمہ طیبہ کے ساتھ اپنے پروردگار کی طرف روانہ ہوجائے۔ خداوند متعال سورہ حشر میں ارشاد فرماتا ہے: "كَمَثَلِ الشَّيْطَٰنِ إِذْ قَالَ لِلْإِنسَٰنِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّى بَرِىٓءٌ مِّنكَ إِنِّىٓ أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَٰلَمِينَ"[۱]۔

۱۔ سورہ حشر، آیت ۱۶۔

Presented by Ziaraat.Com

خداوند متعال نے شیاطین کو عبث خلق نہیں فرمایا بلکہ انہیں پاکیزہ افراد کو آلودہ سے جدا کرنے کا آلہ کار و میزان قرار دیا ہے شیطان ایسی موجود ہے کہ جو خبیث کو طیب سے جدا کرتی ہے، اور پروردگار نے اسی مصلحت کے تحت انہیں پیدا کیا ہے۔

تمام انسان چاہے وہ سعید ہوں یا شقی خدا کی طرف جانا چاہتے ہیں، تاکہ جائے امن میں پہنچ جائیں فاسق ہوں یا عادل' مومن ہوں یا کافر، مقام صدقین پر فائز ہونے کی خواہش رکھتے ہیں۔ شیطان اپنی خاص روش کے ذریعے امتحان لے کر برے افراد کو اچھے افراد سے جدا کر دیتا ہے۔ جو افراد خلیل خدا ہیں شیطان انہیں کتنا ہی راہ باطل کی طرف دعوت دے وہ اس کی فریب کا شکار نہیں ہوتے ہیں۔ اور وہ افراد کہ جن کا ایمان مستحکم نہیں ہے بلکہ ضعیف و کمزور ہے وہ بہت جلد صراط مستقیم سے ہٹ جاتے ہیں، اور ابلیس کے فریبی جال میں آکر اسکے لئے اپنے دل میں جگہ بنا دیتے ہیں۔

پس شیطان خدا کی جانب سے اپنے وظیفہ پر مامور ہے بالکل اسی طرح جیسے ایک مشنری پانی کا تجزیہ کرکے اسے دو مادوں میں جدا کر دیتی ہے .اور شیطان نیز اپنا کام انجام دینے کے بعد انکا مذاق اڑاتا ہے اور کہتا ہے کہ تمہیں میں نے اپنے فریبی جال میں پھنسا کر تمارے باطن کو ظاہر کر دیا اور تمہاری باطنی خباثت و آلودگی کو ظاہر کر دیا ہے۔

اور یہی آیت کریمہ کا معنی بھی ہے کہ : شیطان انسان سے کہتا ہے: اپنے خدا کا انکار کر دے جیسے ہی انسان اس کے حکم کی تعمیل کرتا ہے تو وہ انسان

Presented by Ziaraat.Com

سے کہتا ہے کہ میں تجھ سے بیزار ہوں، کیونکہ تونے اپنے خدا کا انکار کیا ہے لیکن میں خدا پر ایمان رکھتا ہوں اور اپنے پروردگار سے ڈرتا ہوں۔ جی ہاں، شیطان ابتداء میں انسان سے اپنی نفرت و بیزاری کا اظہار نہیں کرتا ہے، کیونکہ اس صورت میں انسان اس کے فریب میں نہیں آئیگا بلکہ شیطان انسان کو سبز باغات کے دروازے دکھاتا ہے، اور اخلاق و معنویت، فضل، طہارت، فکرو عدالت، اور بندگی خدا کا بے پناہ جلوہ دکھاتا ہے اور جب انسان اسی کے فریبی جال کا شکار ہو جاتا ہے تو اس وقت کہتا ہے: اے بندہ آزاد، اے انسانیت سے گرے ہوئے شخص تو اشرف المخلوقات ہونے کے باجود مجھ سے فریب کھا گیا اور تونے اس خدا کا انکار کر دیا کہ جو مہربان اور حی اور علیم و قدیر تھا، کہ جس نے تجھے عدم سے وجود عطا کیا، اور اپنے مہربان ہاتھوں سے تیری پرورش کی اور تو نے وہمی اور فنا پذیر چیزوں کو اپنا خدا گمان کیا اور اپنی اصل کو اسی کی طرف پلٹا دیا، جا تیرا ٹھکانا جہنم ہے کہ جو کافروں کی جائے پناہ ہے۔

مومن امتحان کے وقت پہاڑ کی طرح مضبوط ہیں

لیکن "الْمُؤْمِنُ كَالْجَبَلِ الرَّاسِخِ لَا تُحَرِّكُهُ الْعَوَاصِف. مومن کا عزم و ارادہ اتنا راسخ و مضبوط ہوتا ہے کہ جس کو شیطانی وسوسہ، طوفان شدید اور وہمیات کے تیز جھونکے بھی حرکت نہیں دے سکتے۔

تفسیر عیاشی میں صفوان بن مہران نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

Presented by Ziaraat.Com

" إنَّ الشَّيْطَانَ لَيَأْتِي الرَّجُلَ مِنْ أَوْلِيَآئِنَا (فَيَأْتِيه) عِنْدَ مَوْتِه، يَأْتِيه عَنْ يَمِينِه وَ عَنْ يَسَارِه لِيَصُدَّهُ عَمَّا هُوَ عَلَيْه؛ فَيَأْبَى اللهُ لَهُ ذٰلِكَ. وَ كَذٰلِكَ قَالَ اللهُ: «يُثَبِّتُ اللهُ الَّذِينَ ءَامَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيوٰةِ الدُّنْيَا وَ فِي الاخِرَةِ"[1] و[2]۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں ہمارا چاہنے والا جس جگہ جان کنی کے عالم میں ہوتا ہے شیطان اس کے نزدیک داہنے اور بائیں طرف سے آتا ہے تاکہ اس کے عقیدہ اور اس کے مذہب کہ جو ولایت ہے، روکے۔ لیکن خداوند متعال شیطان کے وسوسہ کو ہمارے ولی اور دوست کے دل میں اثر نہیں کرنے دیتا ہے،اور یہی قرآن مجید کی آیت کا مطلب ہے کہ خداوندعالم ان کی زبان پر توحید ولایت کو جاری رکھتا ہے کہ جو افراد دنیا و آخرت پر ایمان لے آئے ہیں. دائیں طرف سے حضرت کی مراد ایمانی و معنوی پہلو ہے اور بائیں سمت سے مادی و دنیوی، شیطان دونوں سمتوں سے وارد ہوتا ہے اور راہ خدا و راہ مادیت میں وسوسہ کرتا ہے. بنابر این شیطان کا یہ کہنا کہ :"ثُمَّ لَأٰتِيَنَّهُم مِن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ وَ عَنْ أَيْمَٰنِهِمْ وَ عَن شَمَآئِلِهِمْ وَ لَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَٰكِرِينَ"[3]۔

اس آیت میں بھی یمین و شمال سے یہی معنی مراد ہے۔

۱۔ سورہ ابراہیم، آیت ۲۷۔

۲۔ تفسیر عیاشی، ج ۲، ص ۲۲۵۔

۳۔ سورہ اعراف۔ آیت ۱۷۔

Presented by Ziaraat.Com

جولوگ خداپر ایمان لائے اور انہوں نے توحید عملی جو کہ ولایت ہے کو اپنے وجود کا جز قرار دیا ہے۔ان کے خدا و رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ طاہرین علیہم السلام حفاظت کرنے والے ہیں۔ لہٰذا انسان کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ ان پر تکیہ کرے اور امید رکھے، اور کسی مقام پر بھی اپنے وجود نفس میں ناامیدی کو جگہ نہ دے، اور اگر کبھی اس سے گناہ بھی ہو جائے تو اسے توبہ کے ذریعہ پاک کرلے اس گناہ کو بغیر توبہ کے نہ چھوڑے ، کبھی اس کا اثر باطن میں سرایت کرجائے، اگر اس نے حکم الٰہی کی خلاف ورزی کی ہے، تو جلدی اس کا جبران کرے۔ اگر کسی کو دکھ پہنچایا ہے تو اس سے جلدی عذر خواہی کرے۔ اگر کسی کا مال چوری کیا ہے، تو اسے لوٹائے۔ اگر کسی کے حق میں ناانصافی کی ہے تو جلدی تلافی کرے۔ اور انہیں اسی طرح جمع نہ ہونے دے، کبھی ایک جگہ جمع ہو کر ظاہر سے باطن میں نفوذ کرجائیں اور باطن کو آلودہ کردیں کہ اس صورت میں ایک سخت ودشوار کام ہو جائیگا۔

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کی خدمت میں حارث ہمدانی کا مشرف ہونا

مرحوم شیخ مفید نے کتاب "مجالس" اور شیخ طوسی نے "امالی" اور علی بن عیسی اربلی نے "کشف الغمہ" اور ابو جعفر محمد بن ابی القاسم طبری نے "بشارہ المصطفیٰ لشیعۃ المرتضی" میں تھوڑے سے لفظی اختلاف کے ساتھ روایت نقل کی ہے : اور ہم اس مقام پر خود عین مجالس مفید کی عبارت کو

نقل کررہے ہیں، اور اختلاف کے مقام کو حاشیہ میں اشارہ کرینگے۔ شیخ مفید نے ابوالحسن علی بن محمد بن زبیر سے انہوں نے محمد بن علی ابن مہدی سے ، انہوں نے ، محمد بن علی بن عمرو سے[۱] ،انہوں نے اپنے والد محترم سے ،انہوں نے جمیل بن صالح سے ، انہوں نے ابو خالد کابلی سے ،انہوں نے اصبغ بن نباتہ سے روایت کی ہے کہ اس نے فرمایا : " دَخَلَ الْحَارِثُ الْهَمْدَانِیُّ[۲] عَلَی

۱- بحارالانوار ، ج۶، ص ۱۷۸میں اور (بشارۃ المصطفیٰ) و (امالی) طوسی میں اس طرح نقل ہوا ہے: عن ابیہ عن جمیل بن صالح، لیکن (مجالس) مفید میں عن ابیہ کی بجاے عن ابی جمیل بن صالح آیا ہے۔

۲- آیۃاللہ سید حسن صدر کتاب (تاسیس الشیعہ لعلوم الاسلام) کی ص ۲۸۲ پر حارث کی بارے میں اس طرح فرماتے ہیں: (حارث بن عبداللہ اعور ہمدانی کوفی ابوزہیر کہ جو اصحاب حضرت علی علیہ السلام میں سے ہیں، انہوں نے ایک کتاب تالیف کی ہے کہ جس میں ان مسائل کی جمع آوری کی ہے جن کی امیرالمومنین علی علیہ السلام نے یہودی کو خبر دی ہے .اور چنانچہ جس طرح شیخ ابو جعفر طوسی کی فہرست میں ہے کہ ان مسائل کو عمرو بن ابی مقدم نے ابواسحٰق سے انہوں نے حارث ہمدانی سے اور انہوں نے امیرالمومنین سے نقل کیا ہے . ابن حجر نے کتاب تقریب میں لکھا ہے کہ یہ اصحاب امیرالمومنینؑ میں سے ہیں۔ پھر لکھتے ہیں کہ اس کی شعبی نے اپنی روایت میں تکذیب کی ہے اور انہیں رافضی کہا ہے اور کہا ہے ان کی حدیث میں ضعف پایا جاتا ہے اور نسائی نے ان سے دو احادیث سے زیادہ نہیں نقل کی ہیں اور ان کا ابن زبیر کے زمانہ خلافت میں انتقال ہوگیا۔

اور اس کتاب کی ص ۳۵۷ پر جہاں شیعہ متکلمین کا ذکر ہے وہاں پر حارث کا بھی تذکرہ موجود ہے۔

چنانچہ کہتے ہے : (و منهم الحارث الاعور الهمدانی هو ابن عبدالله الحوتی الکوفی ابو زبیر صاحب علی علیه السلام)،حارث نے علم اصول دین اور فروع دین امیرالمومنین علیہ السلام سے حاصل کیا،اور وہ حضرتؑ کا بے پناہ چاہنے والے اور محبت کا کلمہ پڑھنے والے تھے ابن حجر کتاب تقریب میں لکھتے ہیں: شعبی نے ان کے نظریات وافکار کی تکذیب کی ہے اور ان پر رافضی ہونے کی تہمت لگائی ہے اور کہا ہے کہ ان کی حدیث میں ضعف پایا جاتا ہے .اور نسائی نے ان سے فقط دو حدیثوں کے علاوہ اور کوئی حدیث ذکر نہیں کیونکہ شعبی ان کی حدیث کے قائل ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

أميرالْمُؤْمنينَ عَلَيْه السَّلَامُ فِي نَفَرِ منَ الشِّيعَة وَ كُنْتُ فيهِمْ، فَجعَلَ الْحَارِثُ يَتَئدُ[۱] فِي مَشْيَته و يَخْبِطُ الارْضَ بِمحْجَنه وَ كَانَ مَرِيضًا.فَأَقْبَلَ عَلَيْه أميرالْمُؤْمنينَ عَلَيْه السَّلَامُ- وَ كَانَتْ لَهُ منْهُ مَنْزِلَةٌ- فَقَالَ: كَيفَ تَجدُكَ يَا حَارِثُ؟ فَقَالَ: نَالَ الدَّهْرُ يَا أَمِيرَالْمُؤْمنِينَ مِنِّى، وَ زَادَنِي أَوَارًا[۲] غَلِيلًا اخْتِصَامُ أَصْحَابِكَ بِبَابِكَ"-

اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں: حارث ہمدانی شیعوں کی ایک جماعت کے ساتھ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں تشریف لائے اور حارث

ابوعمرو بن عبدالبر نے کہا: میرے گمان میں شعبی نے حارث ہمدانی کو ایک جھوٹا شخص مانا ہے۔

قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے: شعبی نے حارث پر جھوٹ کی تہمت لگائی ہے۔اور یہ تہمت بے بنیاد ہے اس لیے کہ ان سے کوئی جھوٹ ثابت نہیں ہوسکا اور شعبی کو صرف جھوٹ کا گمان تھا۔جی ہاں حارث کا امیر المومنین علیہ السلام کی محبت میں زیادہ روی اور دوسروں پر فضیلت دینا شعبی کے جھوٹے گمان کرنے کا سبب ہوا ہے۔چونکہ شعبی ابوبکر کے افضل ہونے کا معتقد ہے۔اور اس کا عقیدہ ہے کہ ابو بکر سب سے پہلے اسلام لائے ہیں۔

اور ابو علی حائری «منتہی الآمال» میں لکھتے ہیں کہ جس کا خلاصہ یہ کہ حارث بن اعور ہمدانی جز اولیاء اصحاب امیر المومنینؑ ہیں۔اور ذہبی کہتے ہے حارث بن عبد اللہ ہمدانی شیعہ تھے۔نسائی اور دیگر افراد نے اس قول کو ضعیف قرار دیا ہے: ابوداود کہتے ہیں :کان افقه الناس و افرض الناس و احب الناس ۔ حارث بن عبداللہ نے ٦٥ ہجری میں رحلت کی۔

۱۔ بحارالانوار مجلسی کے متن و عبارت میں کہ جو امالی مفید سے نقل کی گئ ہے اس طرح ہے (یتئد فی مشیتہ) لیکن خود "امالی شیخ "کے متن میں کہ جو مجلسی نے نقل کیا ہے (یتادو) اور ہمارے پاس متن میں (یتاوذ) اور متن (بشارہ المصطفیٰ) میں (یتلوذ) اور نیز متن (امالی موجودہ) و (کشف الغمہ) میں (یتادو) آیا ہے۔

۲ - بحارالانوار مجلسی میں کہ جو امالی شیخ سے منقول ہے اور امالی مفید و کشف الغمہ میں "اوارا غليلا" ذکر ہوا ہے، اور بحارالانوار مجلسی میں کہ جو امالی مفید سے منقول ہے "اوبا غليلا" اور امالی شیخ میں " اورا و غليلا" اور بشارۃ المصطفیٰ میں صرف "غليلا" ذکر ہوا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

چونکہ بیمار تھے لہٰذا ان کے لئے چلنا بے حد دشوار تھا جب چلتے تھے عصا پر اتنا زور دے کر قدم آگے بڑھاتے تھے کہ عصا بھی زمین میں گڑ تا جاتا تھا۔ حارث امیر المومنینؑ کی نظر میں بلند مقام رکھتے تھے جیسے ہی امیر المومنینؑ نے ان کی یہ حالت دیکھی فرمایا: اے حارث تمہاری حالت کیسی ہے؟.

حارث نے عرض کیا اے امیر المومنینؑ زمانے نے مجھ پر غلبہ کرلیا ہے اور مجھ سے سلامتی کو سلب کرلیا ہے اور اس کے علاوہ آپؑ کے اصحاب کے درمیان جو آپ کے متعلق اختلاف رکھتے ہیں اس نے میرے بدن کی آگ کو بھڑکا دیا ہے۔ اور مجھے حد سے زیادہ بے تاب و تحمل کردیا ہے۔

قَالَ: وَ فِيمَ خُصُومَتُهُمْ؟ قَالَ: فِيكَ وَ فِي الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ؛ فَمِنْ مُفْرِطٍ مِنْهُمْ غَالٍ، وَ مُقْتَصِدٍ[1] قَالٍ، وَ مِنْ مُتَرَدِّدٍ مُرْتَابٍ لَا يَدْرِي أَ يُقْدِمُ أَمْ يُحْجِمُ. فَقَالَ: حَسْبُكَ يَا أَخَا هَمْدَانَ! أَلَا إِنَّ خَيْرَ شِيعَتِي النَّمَطُ الأَوْسَطُ، إِلَيْهِمْ يَرْجِعُ الْغَالِي وَ بِهِمْ يَلْحَقُ التَّالِي.

فَقَالَ لَهُ الْحَارِثُ: لَوْ كَشَفْتَ فِدَاكَ أَبِي وَ أُمِّي الرَّيْنَ عَنْ قُلُوبِنَا، وَ جَعَلْتَنَا فِي ذَلِكَ عَلَى بَصِيرَةٍ مِنْ أَمْرِنَا.

قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: قَدْكَ[2] امْرُؤٌ مَلْبُوسٌ عَلَيْكَ؛ إِنَّ دِينَ اللهِ لَا يُعْرَفُ بِالرِّجَالِ بَلْ بِآيَةِ الْحَقِّ، فَاعْرِفِ الْحَقَّ تَعْرِفْ أَهْلَهُ.

حضرت علی علیہ السلام نے سوال کیا: اے حارث میرے اصحاب کے درمیان کس مسئلہ پر اختلاف ہوا ہے؟ حارث نے عرض کیا: ان میں سے

۱۔ امالی شیخ طوسی میں بھی "مقتصد قال" نقل ہوا ہے لیکن (بشارہ المصطفیٰ) میں "مقتصد والٍ" اور کشف الغمہ میں "مبغض قالٍ" اور بحار الانوار میں مجالس مفید سے جو حکایت کی گئی ہے اس میں "و مقتصد قال" ذکر ہوا ہے۔

۲۔ تمام نسخوں میں (قدک) ذکر ہے مگر (بشارۃ المصطفیٰ) میں "فداک" نقل ہوا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

بعض افراد آپؑ سے پہلے تین افراد " ابو بکر عمر و عثمان " کو بہت زیادہ برا کہتے ہیں، اور آپ کے بارے میں غلو کرتے ہیں۔ اور بعض نے درمیانی راہ کو اختیار کر رکھا ہے، لیکن ان تینوں سے بغض و عناد بھی رکھتے ہیں اور بعض شک و شبہ کے شکار ہو چکے ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ آپ کی حمایت کریں اور کھلم کھلا آپ کی طرف داری کریں اور ان سے بغض و عناد رکھیں یا پیچھے ہٹ جائیں اور دست بردار ہو جائیں اور دوسروں کے کاموں کو صحیح سمجھیں۔

حضرتؑ نے فرمایا: بس اے میرے بھائی اے حارث ہمدانی جان لو، کہ میرا بہترین اور پسندیدہ شیعوں کا وہ گروہ ہے کہ جس نے درمیانی راہ کو اختیار کیا ہے، اور جو لوگ افراط گری سے کام لیتے ہیں، ان کو چاہیئے کہ درمیانی راہ کی طرف پلٹ جائیں اور انہیں کے طور طریقہ کو انتخاب کرلیں اور وہ گروہ کہ جو شک و تردید کا شکار ہے اسے بھی نیز چاہیئے کہ خود کو درمیانی راہ والوں سے ملحق کرے اور انہیں کے آیئن و نظریات کی پیروی کرے۔

حارث نے عرض کیا: اے امیر المومنینؑ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں! کتنا اچھا ہوتا اگر آپ ہماری خواہش کو پورا کردیں اور اصل حق و حقیقت کو اپنی زبان مبارک سے واضح بیان فرمادیں اور ہمارے تاریک دل کو اپنے بیان حق سے روشن و منور کردیں اور اس مسئلہ میں آپ ہم کو صاحب بصیرت بنادیں۔

Presented by Ziaraat.Com

حضرت نے فرمایا: بس کافی ہے، آگے زبان نہ کھولنا، تو ایسا شخص ہے کہ جس کو حق میں شک ہو چکا ہے (مجھ سے پہلے والے افراد کے کارناموں نے تجھے دچار اضطراب کر دیا ہے)

دین خدا لوگوں سے نہیں پہچانا جاتا بلکہ حق کی علامتوں سے پہچانا جاتا ہے

دین خدا کی معرفت و شناخت، شخصیت اور انسان کے ذاتی خصوصیات کے ذریعہ نہیں ہوتی بلکہ حق کی میزان سے اسے پہچانا جاتا ہے تجھے چاہیئے کہ پہلے حق کو پہچان پھر اس میزان پر لوگوں کے وجود اور ان کے خیر و شر کو تول، پھر تجھے ان افراد کی صحیح معرفت ہوگی کہ جو حق پر ہیں[1]۔

۱-کتاب سیری در نہج البلاغہ صفحہ ۱۸ پر تحریر ہے کہ مصر کا مشہور مولف وادیب طہ حسین نے کتاب "علیؑ و بنوہ" میں ایک ایسے شخص کی داستان نقل کی ہے کہ جو جنگ جمل میں شک و تردید کا شکار ہو جاتا ہے اپنی ذہن میں خیال کرتا ہے کہ کس طرح ممکن ہے کہ طلحہ و زبیر جیسی برجستہ شخصیات خطا کر جائیں؟ اپنے اس درد دل کو خود حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں بیان کرتا ہے اور خود حضرت سے سوال کرتا ہے کہ کیا ممکن ہے کہ ایسی تاریخ کی عظیم شخصیات گمراہی کی راہ اختیار کرلیں؟ حضرت علیؑ نے اس سے فرمایا: إنَّكَ لَمَلْبوسٌ عَلَيْكَ، إنَّ الْحَقَّ وَ الْباطِلَ لا يُعْرَفانِ بِأقْدارِ الرِّجالِ، اعْرِفِ الْحَقَّ تَعْرِفْ أهْلَهُ وَ اعْرِفِ الْباطِلَ تَعْرِفْ أهْلَهُ.

طہ حسین نے امام علیہ السلام کے اس جملہ کو نقل کرنے میں بعد کہا ہے: میں نے کلام خدا و وحی الٰہی کے بعد حضرتؑ کی اس جواب جیسا پر جلال و مستحکم کوئی جواب نہیں دیکھا۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ طہ حسین کا کلام کہ جس کو مولف کتاب (سیری در نہج البلاغہ) نے نقل کیا ہے اس سے حارث بن اعور ہمدانی کہ جس کی ہم نے ابھی ابھی توضیح دی ہے مراد نہیں ہے بلکہ

Presented by Ziaraat.Com

حضرت امیر المؤمینن علیہ السلام کا اپنے مقام و منزلت کے بارے میں حارث ہمدانی سے کلام

يَا حَارِثُ! إنَّ الْحَقَّ أَحْسَنُ الْحَدِيثِ، وَ الصَّادِعُ بِهِ مُجَاهِدٌ، وَ بِالْحَقِّ أُخْبِرُكَ، فَأَرْعِنِى[1] سَمْعَكَ، ثُمَّ خَبِّرْ بِهِ مَنْ كَانَ لَهُ حَصَافَةٌ[2] مِنْ أَصْحَابِكَ.

یہ حارث بن حوت کے بارے میں ہے کہ جس نے اصحاب جمل کے بارے میں امیر المومنین علیہ السلام سے گفتگو کی ہے۔

اور سید رضی نے نہج البلاغہ، باب حکم، صفحہ ۱۹۹ طبع مصر پر اس کا تذکرہ کیا ہے کہ:

وَ قيلَ: إ نَّ الْحارِثَ بْنَ حوت أتاهُ فَقالَ: أتَرانى أظُنُّ أصْحابَ الْجَمَلِ كانوا عَلَى ضَلالَة. فَقالَ عَلَيْه السَّلامُ: يا حارِثُ إنَّكَ نَظَرْتَ تَحْتَكَ وَ لَمْ تَنْظُرْ فَوْقَكَ، فَحرْتَ! إنَّكَ لَمْ تَعْرِفِ الْحَقَّ فَتَعْرِفَ أهْلَهُ، وَ لَمْ تَعْرِفِ الْباطلَ فَتَعْرِفَ مَنْ أتاهُ. فَقالَ الْحارِثُ: فَإنِّى أعْتَزِلُ مَعَ سَعيدِ بْنِ مالكِ وَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، فَقالَ عَلَيْهِ السَّلامُ: إنَّ سَعيدًا وَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ لَمْ يَنْصُرا الْحَقَّ وَ لَمْ يَخْذُلا الْباطِلَ.

اور اسی موضوع کے ضمن میں ایک عظیم روایت تفسیر عیّاشی میں اس آیت: تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ کے ذیل میں، ج۱، ص۱۳۶، اصبغ بن نُباتہ سے نقل ہوئی ہے:

قالَ: كُنْتُ واقفًا مَعَ أميرِالْمُؤْمنينَ عَلِىِّ بْنِ أبى طالبِ عَلَيْه السَّلامُ يَوْمَ الْجَمَلِ، فَجآءَ رَجُلٌ حَتَّى وَقَفَ بيْنَ يَدَيْه فَقالَ: يا أميرَالْمُؤْمنينَ كَبَّرَ الْقَوْمُ وَ كَبَّرْنا، وَ هلَّلَ الْقَوْمُ وَ هَلَّلْنا، وَ صَلَّى الْقَوْمُ وَ صَلَّيْنا، فَعَلامَ نُقاتلُهُمْ؟ فَقالَ عَلَى هَذه الاية تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ مِّنْهُم مَن كَلَّمَ اللهُ وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجت وَ ءاتَيْنَا عيسَى بْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَتِ وَ أَيَّدْنهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ وَ لَوْ شَآءَ اللهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذينَ من بَعْدهمْ. (فَنَحْنُ الَّذينَ منْ بَعْدهمْ) مِّن بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَتُ وَ لَكِنِ اخْتَلَفُوا فَمِنْهُم مَّنْ ءامَنَ وَ مِنْهُم مَن كَفَرَ وَ لَوْ شَآءَ اللهُ مَا اقْتَتَلُوا وَ لَكِنَّ اللهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ.

فَنَحْنُ الَّذينَ ءامَنّا وَ هُمُ الَّذينَ كَفَروا. فَقالَ الرَّجُلُ: كَفَرَ الْقَوْمُ وَ رَبِّ الْكَعْبَة۔ثم حمل فقاتل حتى قتل رحمه الله۔ یہ سورہ بقرہ کی ۲۵۳ آیت ہے۔ ملاحظہ ہو اور غور و فکر کریں۔

۱۔ تمام نسخوں میں (فَأَرْعِنی) ہے لیکن (بشارۃ المصطفیٰ) (فاعرنی) ہے۔

۲- امالی مفید اور بشارۃ المصطفیٰ میں "حصافہ" ہے اور امالی شیخ و بحار الانوار میں کہ جو امالی مفید سے نقل ہوئی ہے "حصانہ" ہے اور کشف الغمہ میں "حصاہ" ذکر ہوا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

أَلَا إِنِّي عَبْدُ اللهِ وَ أَخُو رَسُوله وَ صدِّيقُهُ الاوَّلُ (الاكْبَرُ خ ل) صَدَّقْتُهُ وَ ءادَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَ الْجَسَدِ؛ ثُمَّ إِنِّي صدِّيقُهُ الاوَّلُ فِي أُمَّتِكُمْ حَقًّا.فَنَحْنُ الاوَّلُونَ وَ نَحْنُ الاخِرُونَ، وَ نَحْنُ خَآصَّتُهُ يَا حَارِثُ وَ خَالِصَتُهُ.

وَ أَنَا صَفْوُهُ وَ وَصِيُّهُ وَ وَلِيُّهُ وَ صَاحِبُ نَجْوَاهُ وَ سِرِّه؛ أُوتِيتُ فَهْمَ الْكِتَابِ وَ فَصْلَ الْخِطَابِ وَ عِلْمَ الْقُرُونِ وَ الاسْبَابِ، وَ اسْتُودِعْتُ أَلْفَ مِفْتَاحٍ يَفْتَحُ كُلُّ مِفْتَاحٍ أَلْفَ بَابٍ يُفْضِي كُلُّ بَابٍ إِلَى أَلْفِ أَلْفَ عَهْدٍ.

وَ أُيِّدْتُ[1] وَ اتَّخَذْتُ وَ أُمْدِدْتُ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ نَفْلًا؛ وَ إِنَّ ذَلِكَ يَجْرِي لِي وَ لِمَنِ اسْتَحْفَظَ[2] مِنْ ذُرِّيَّتِي مَا جَرَى اللَّيْلُ وَ النَّهَارُ، حَتَّى يَرِثَ اللهُ الارْضَ وَ مَنْ عَلَيْهَا.

حضرتؑ نے فرمایا: اے حارث سب سے اچھا کلام حق گوئی ہے، اور جو شخص حق کہتا ہے اور بغیر پردہ پوشی کے حق بیان کرتا ہے گویا وہ راہ خدا میں جہاد کرتا ہے اور میں تجھے حق بات بتاتا ہوں اس کو غور سے سن، اور اپنے ان دوستوں کے سے بیان کر کہ جو عاقل ہیں اور مستحکم نظریات کو پسند کرتے ہیں۔

آگاہ ہو جاؤ! کہ میں خدا کا بندہ، رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھائی ہوں اور میں وہ ہوں کہ جس نے سب سے پہلے رسالت کی تصدیق کی اور اس وقت تصدیق کی کہ جب آدم آب وگل کے درمیان تھے، اور اس کے علاوہ اس امت میں سب سے پہلے حقیقت میں تصدیق کرنے والا میں ہی ہوں۔ پس ہم ہی اولین ہیں

۱۔ مجالس مفید اور بحارالانوار میں کہ جو مجالس مفید سے حکایت کی گئی ہے "و ابدت و اتخذت و امددت" ہے لیکن امالی شیخ و کشف الغمہ اور بشارہ المصطفیٰ میں "وایدت او قال امددت" ذکر ہوا ہے۔

۲۔ امالی مفید و امالی شیخ اور کشف الغمہ میں "من استحفظ" نقل ہوا ہے اور بحار میں جو امالی مفید سے نقل ہے اس میں "من تحفظ" اور بشارہ المصطفیٰ میں "والمتحفظین" ذکر ہوا ہے.

اور ہم ہی آخرین، اور ہم ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاص، اور مخصوص و پاک و پاکیزہ افراد ہیں، اے حارث!

اور میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا برگزیدہ، اور آپ کا وصی وولی ہوں، اور میں ہی صاحب نجوی، چھپے ہوئے راز و اسرار کا خزینہ ہوں، اور مجھے مقام علم کتاب، حق کے ساتھ قضاء اور فصل خطاب، علم سلف و خلف، علم زمان ماضی و مستقبل، قضاو قدر الٰہی، اور تمام علل و اسباب اور مسببات کا علم عطا کیا گیا ہے، اور میرے پاس خزانہ علم خدا کے ہزار کنجیاں ہیں، کہ اس میں سے ہر کنجی مجہولات اور خزائن الٰہی کے ہزار باب کھولتی ہے کہ جس کا ہر باب ہزار ہزار زمانوں پر منتہی ہوتا ہے۔

اور ان تمام کمالات کے علاوہ (لیلۃ القدر) کے ذریعہ بھی میری فضیلت و برتری کی تائید ہوئی ہے، اور میرا انتخاب ہوا ہے اور مدد ہوئی ہے۔ اور یہ مقام میری اور میری ذریت کے ان افراد کے لئے کہ جو اسرار الٰہی کو حفظ کریں، اور اسکے عصمت پر پورا اتریں جب تک خداوند زمین اور روی زمین پر تمام موجودات کا وارث ہے، جاری و ساری ہے۔

امیر المؤمنین علیہ السلام قسیم النار والجنہ ہیں

وَ أَبَشِّرُكَ يَا حَارِثُ! لَتَعْرِفَنِّي[1] عِنْدَ الْمَمَاتِ وَ عِنْدَ الصِّرَاطِ وَ عِنْدَ الْحَوْضِ وَ عِنْدَ الْمُقَاسَمَةِ.

۱- امالی مفید اور بحار الانوار کہ جو امالی مفید سے حکایت کی گئی ہے اور (بشارہ المصطفیٰ) میں (لَتَعْرِفَنِّي) نقل ہوا ہے لیکن امالی شیخ اور کشف الغمہ میں "لَيَعْرِفَنّي وَ الَّذي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَ بَرَأَ سسالنَّسَمَةَ وَلِيّي وَ عَدُوّي في مَواطِنَ شَتَّى، لَيَعْرِفَنّي عِنْدَ الْمَماتِ وَ عِنْدَ الصِّراطِ وَ عِنْدَ الْمُقاسَمَةِ" نقل ہوا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

قَالَ الْحَارِثُ: وَ مَا الْمُقَاسَمَةُ قَالَ: مُقَاسَمَةُ النَّارِ، أُقَاسِمُهَا قِسْمَةً صَحِيحَةً؛[۱] أَقُولُ: هَذَا وَلِيِّى فَاتْرُكِيه، وَ هَذَا عَدُوِّى فَخُذِيه. ثُمَّ أَخَذَ أَميرُالْمُؤْمنينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِيَدِ الْحَارِثَ فَقَالَ: يَا حَارِثُ! أَخَذْتُ بِيَدِكَ كَمَا أَخَذَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ ءَالِه بِيَدِى، فَقَالَ لِى وَ قَدْ شَكَوْتُ[۲] إلَيْهِ حَسَدَ قُرَيْشٍ وَ الْمُنَافِقِينَ لِى: إنَّهُ إذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَمَةِ أَخَذْتُ بِحَبْلِ اللهِ وَ بِحُجْزَتِه- يَعْنِى عِصْمَتَهُ مِنْ ذِى الْعَرْشِ تَعَالَى- وَ أَخَذْتَ أَنْتَ يَا عَلِىُّ بِحُجْزَتِى، وَ أَخَذَ ذُرِّيَّتُكَ بِحُجْزَتِكَ وَ أَخَذَ شِيعَتُكُمْ بِحُجْزَتِكُمْ.[۳]

فَمَاذَا يَصْنَعُ اللهُ بِنَبِيِّه، وَ مَاذَايَصْنَعُ نَبِيُّهُ بِوَصِيِّه؟[۴]

خُذْهَا إلَيْكَ يَا حَارِثُ! قَصِيرَةً مِنْ طَوِيلَةٍ: أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ وَ لَكَ مَا اكْتَسَبْتَ؛[۵] يَقُولُهَا ثَلَاثًا.

حضرتؑ نے فرمایا: اے حارث! میں تجھے بشارت دیتا ہوں کہ مجھے موت کے وقت، پل صراط سے گزرتے وقت، حوض کوثر کی نزدیک اور مقاسمہ کی وقت پہچان لوگے۔

۱- امالی مفید اور بحار الانوار کہ جو امالی مفید سے حکایت کی گئی ہے اس میں " قِسْمَةً صَحِيحَةً" نقل ہوا ہے لیکن امالی شیخ وکشف الغمہ اور بشارۃ المصطفیٰ کی متن میں" قِسْمَةً صِحَاحًا" ذکر ہوا ہے۔

۲- امالی مفید اور بحار الانوار کہ جو امالی مفید سے حکایت ہے اس میں "وَ قَدْ شَكَوْتُ إلَيْهِ حَسَدَ قُرَيْشٍ" وارد ہوا ہے اور امالی شیخ و کشف الغمہ اور بشارۃ المصطفیٰ میں "و اشْتَكَيْتُ إلَيْهِ حَسَدَةَ قُرَيْشٍ" ذکر ہوا ہے۔

۳- مجالس مفید اور امالی شیخ طوسی وبشارۃ المصطفیٰ میں "بِحُجْزَتِكُمْ" وارد ہوا ہے، اور کشف الغمّہ وبحار الانوار جو کہ مفید سے نقل ہے "بحجزكُمْ" کو صیغہ جمع لائے ہیں۔

۴- «کشف الغمّہ» میں اس فقرہ کے بعد لائے ہیں:" وَ ما يَصْنَعُ وَصِيُّهُ بِأهْلِ بَيْتِه وَ ما يَصْنَعُ أَهْلُ بَيْتِهِ بِشِيعَتِهِمْ"-

۵- کشف الغمہ میں " ولک ما احتسبت او قال ما اكتسبت " ذکر کیا ہے.

Presented by Ziaraat.Com

حارث نے عرض کیا: مقاسمہ کیا ہے؟

حضرت نے فرمایا: جہنم کی آگ کا تقسیم کرنا ہے، میں اسے صحیح طرح تقسیم کرونگا، اور اسے حکم دونگا، اے آتش جہنم! یہ شخص ہمارا چاہنے والا اور ہماری اطاعت و پیروی کرنے والا ہے۔ لہذا اسے چھوڑدے، اور یہ شخص ہمارے دشمنوں میں سے ہے اسے نگل لے۔

پھر امیر المومنین علیہ السلام نے حارث کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: اے حارث: ایک روز میں نے قریش اور منافقین اور اس امت کے حسد و آزار و اذیت کرنے والوں کی خدمت رسول خداؐ میں شکایت کی۔ رسول خداؐ نے میرے ہاتھ کو اپنے دست مبارک میں لیا، اسی طرح جیسے میں نے تیرے ہاتھ کو پکڑ رکھا ہے اور فرمایا: جس وقت قیامت برپا ہوگی میں روز محشر ریسمان الہی اور دامن عصمت پروردگار و صاحب عرش سے متمسک رہونگا، اور تو اے علیؑ میرے دامن سے اور تیری اولاد و ذریت اور تیرے شیعہ تیرے دامن سے متمسک ہونگے۔

بتاؤ: اس وقت خدا اپنے رسول کے ساتھ کیسا برتاو کریگا؟ اور رسول خداؐ اپنے وصی کے ساتھ کیا کرینگے؟

اے حارث! یہ جو میں نے باتیں بتائیں ہیں انہیں دامن سے باندھ لے اور دل میں بسالے یہ معرفت کے سمندر کا ایک قطرہ تھا، اس وقت

Presented by Ziaraat.Com

حضرتؑ نے تین بار فرمایا: اور تو اسے کے ساتھ محشور ہوگا کہ جس کو تو دوست رکھتا ہے، اور جو تو نے اعمال انجام دیئے ہیں وہ تیرے لئے ہیں[۱]۔[۲]

فَقَامَ الْحَارِثُ يَجُرُّ رِدَآءَهُ[۳] وَ هُوَ يَقُولُ: مَا أُبَالِي بَعْدَهَا مَتَى لَقِيتُ الْمَوْتُ أَوْ لَقِيَنِي۔

۱۔ فارسی زبان کے شعراء نے اس مطلب کو کتنے خوبصورت انداز میں نظم کیا ہے۔ چنانچہ دہخدا کی کتاب امثال و حکم، ص۱۹۲۵، ج۴، میں بابا افضل سے نقل ہے:

تا در طلب گوهر کانی کانی | تا زنده ببوی وصل جانی جانی
فی الجمله حدیث مطلق از من بشنو | هرچیز که در جستن آنی آنی

اور کمال اسماعیل سے نقل ہے کہ:

آدمی بر حسب همت خویش افزا ید | هرچه اندیشه در آن بندد چندان گردد

اور مولوی سے نقل ہے کہ:

میل تو با چیست ببین بی شک آنی بیقین | بنگر خود را کہ چہ ای زاغی پا باز وهما

اور اوحدی سے نقل ہے کہ:

هر چہ ورزش کنی ہمانی تو | نیکو یی ورز اگر توانی تو

اور عین القضاۃ ہمدانی سے نقل ہے کہ:

جو پای هر چہ هستی می دان کہ عین آنی | هر چہ در بند آنی بنده آ نی
هر چہ دلبند تست خدا وند تست | وهر چہ هوای تو خدای تو

۲۔ اور اس حقیقت کو ظاہر کرنے کے لئے مجلسی نے بحار الانوار، ج۲۲، مزار میں، ص ۱۳۸ و ۱۳۹ پر عیون اور امالی صدوق سے مفصل روایت حضرت امام علی رضا علیہ السلام کہ جو آپؑ نے ریان بن شبیب سے فرمائی ہے، نقل کی ہے کہ حضرتؑ نے فرمایا: يا بْنَ شَبيبِ إنْ سَرَّكَ أنْ يَكونَ لَكَ مِنَ الثَّوابِ مِثْلُ ما لِمَن اسْتَشْهَدَ مَعَ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلامُ، فَقُلْ مَتَى ما ذَكَرْتَهُ: يا لَيْتَنى كُنْتُ مَعَهُمْ فَأَ فوزَ فَوْزًا عَظيمًا. يابْنَ شَبيبِ إنْ سَرَّكَ أنْ تَكونَ مَعَنا فى الدَّرَجاتِ الْعُلَى مِنَ الْجِنانِ، فَاحْزَنْ لِحُزْنِنا وَ افْرَحْ لِفَرَحِنا وَ عَلَيْكَ بِوِلايَتِنا، فَلَوْ أنَّ رَجُلًا تَوَلَّى حَجَرًا لَحَشَرَهُ اللهُ مَعَهُ يَوْمَ الْقِيمَةِ۔

۳۔ کشف الغمہ و امالی شیخ اور بشارۃ المصطفیٰ میں "يَجُرُّ رِدَآءَهُ جَذِلًا" ذکر ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

امیر المؤمنین علیہ السلام کی حارث سے گفتگو کے متعلق

سید حمیری کے اشعار

قالَ جَميلُ بْنُ صالحِ: وَ أنْشَدَنى أبو هاشِمِ السّيّدُ الْحِمْيَرىَّ رَحِمَهُ اللهُ فيما تَضَمّنْهُ هَذا الْخَبَر:

قَوْلُ عَلىَ لِحارِثِ عَجَبٌ　　كَمْ ثَمَّ اعْجوبةٌ لَهُ حَمَلا[1] (۱)

يا حارِ هَمْدانَ مَنْ يَمُتْ يَرَنى　　مِنْ مُؤْمِنٍ أوْ مُنافِقٍ قَبَلا (۲)

يَعْرِفُنى طَرْفُهُ وَ أعْرِفُهُ　　بِنَعْتِهِ وَ اسْمِهِ وَ ما عَمِلا (۳)

وَ أنْتَ عِنْدَ الصِّراطِ تَعْرِفُنى　　فَلا تَخَفْ عَثْرَةً وَ لا زَلَلا (۴)

أسْقيكَ مِنْ بارِدٍ عَلَى ظَمَإٍ　　تَخالُهُ فى الْحَلاوَةِ الْعَسَلا (۵)

أقولُ لِلنّارِ حينَ توقَفُ[2]　　لِلْعَرْضِ دَعيهِ لا تَقْرَبى[3] الرَّجُل (۶)

دَعيهِ لا تَقْرَبيهِ إنَّ لَهُ　　حَبْلًا بِحَبْلِ الْوَصىِّ مُتَّصِلا[4] و[1] (۷)

۱۔ کشف الغمہ اور دیوان حمیری "جَمَلا" جیم کے ساتھ آیا ہے۔

۲۔ کشف الغمہ اور امالی شیخ میں "حينَ تُعْرَضُ لِلْعَرْضِ" نقل ہوا ہے۔ لیکن باقی تمام کتب میں "حينَ توقَفُ" ذکر ہوا ہے۔

۳۔ امالی مفید میں "لا تَقْرَبى" اور بحار الانوار میں اسی سے منقول "لا تَقْتُلى" ذکر ہوا ہے اور امالی شیخ میں "لا تَقْبَلى" نقل ہوا ہے. لیکن (بشارۃ المصطفیٰ) میں اس طرح ہے:

أقولُ لِلنّارِ حينَ توقَفُ　　لِلْعَرْضِ على حرها دَعي الرَّجُلا

۴۔ مجالس مفید، طبع نجف اشرف، مطبعہ حیدریہ، ص ۲ سے ۴ تک اور بحار الانوار، طبع آخوندی، ج ۶، کتاب العدل والمعاد، ص ۱۷۸ سے ۱۸۰ تک بنقل از شیخ مفید، اور کشف الغمہ طبع سنگی، ص ۱۲۳ و ۱۲۴ پر بغیر سند کے ذکر ہے۔ اور امالی طوسی، طبع نجف مطبعہ نعمان ۱۳۸۴ ھجریہ، ج ۲، ص ۲۳۸ سے ۲۴۰ تک اس سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ:

Presented by Ziaraat.Com

جیسے ہی حارث ہمدانی نے امیر المومنین کے عظیم کلام کو آپ کی زبان مبارک سے سنا اپنی جگہ سے اٹھا اور جانے لگا اور یہ سن کر اس قدر مدہوش اور مست ہو چکا تھا کہ خوشی کی شدت سے اپنی عبا کو سمیٹ نہ سکا جیسے جیسے چلتا تھا اسکی عبا زمین پر خط دیتی جاتی تھی اور کہتا جاتا تھا کہ اس کلام کو سننے کے بعد اب مجھے خوف نہیں ہے کہ موت مجھ پر آپڑے یا میں موت پر جا پڑوں۔

ایک جماعت نے ابی المفضل سے انہوں نے محمد بن علی بن مہدی کندی سے انہوں نے محمد بن علی بن عمرو بن ظریف حجری سے انہوں نے اپنے پدر سے انہوں نے جمیل بن صالح سے انہوں نے ابو خالد کابلی سے انہوں نے اصبغ بن نباتہ سے خبر دی ہے۔ اور کتاب بشارۃ المصطفیٰ طبع مطبعہ حیدریہ۔ نجف میں (سنہ ۱۳۸۳ ہجریہ) ص ۴ و ۵ پر جس دوسری سند سے حدیث ذکر کی ہے وہ اس طرح ہے: ہمیں خبر دی ہے شیخ ابو البقا ابراہیم بن حسین بن ابراہیم رقابصری نے مشہد مولانا امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام، ماہ محرم سنہ ۵۱۶ھ میں، اس نے کہا: روایت کی ہے ہمارے لئے شیخ ابو طالب محمد بن حسین بن عتبہ نے ماہ ربیع الاول سنہ ۴۶۳ھ بصرہ مسجد نغاسین میں (کہ اس پر درود و سلام ہو) اس نے کہا: ہمارے لئے حدیث نقل کی ہے، شیخ ابو الحسن محمد بن حسن بن حسین بن احمد فقیہ سے اس نے کہا: ہمارے لئے حدیث نقل کی ہے حمویہ ابو عبداللہ ابن علی بن حمویہ نے اس نے کہا: ہمارے لئے حدیث نقل کی ہے محمد بن عبداللہ بن مطلب شیبانی نے اس نے کہا: ہمارے لئے حدیث نقل کی ہے محمد بن علی بن مہدی کندی نے اس نے محمد بن علی بن عمرو بن ظریف حجزی سے اس نے اس نے اپنے پدر بزرگوار سے اس نے جمیل بن صالح سے اس نے ابو خالد سے اس نے اصبغ بن نباتہ سے۔

۱۔ بشارۃ المصطفیٰ میں ایک بیت اور ذکر ہوئی ہے۔ هذا لَنا شیعَةٌ و شیعتُنا أعطانی اللهُ فیهمُ الامَلا اور تمام اشعار کو اس بیت کے ساتھ دیوان حمیری میں ص ۳۲۷ و ۳۲۸ پر ذکر کیا گیا ہے۔ اور دیوان کو مرتب کرنے والے نے کہا ہے کہ: یہ تمام اشعار اعیان الشیعہ، ج ۱۲، ص ۲۶۳۔ کشف الغمہ، ص ۱۲۴۔ مناقب، ج ۳، ص ۲۳۷۔ شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید معتزلی، ج ۱، ص ۲۹۹۔ مذکور ہیں۔

و (کشف الغمہ) صفحہ ۱۲۴ و (مناقب) ج ۳ ص ۲۳۷ اور (شرح نہج البلاغہ) (ابن ابی الحدید) جلد اول میں صفحہ ۲۹۹ پر ذکر ہوئی ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

امیر المؤمنین علیہ السلام کی حارث سے گفتگو کے متعلق سید حمیری کے اشعار کا ترجمہ

جمیل بن صالح کہ جو اس حدیث کا راوی ہے کہتا ہے کہ : شاعر اہلبیت سید اسماعیل حمیری نے اس حدیث کے مضمون کو اس طرح منظّم کیا ہے۔

۱۔ علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی گفتگو جو آپؑ نے حارث بن اعور ہمدانی سے کی ہے بہت زیادہ تعجب آور ہے اور اپنے دامن مین کتنی عجائبات لئے ہوئے ہے۔

۲۔ اے حارث ہمدانی : جو مر جائے گا وہ مجھے ضرور دیکھے گا چاہے مومن ہو یا منافق روبرو میرا دیدار کریگا۔

۳۔ وہ مجھے اپنی نگاہوں سے دیکھے گا اور میں اسے اس کی تمام صفات و نام ونشان اور عمل و کردار سے پہچان لونگا۔

۴۔ اور اے حارث ہمدانی : تو مجھے پل جہنم کے کنارے ضرور دیکھے گا اور پہچان جائے گا لہٰذا پل پر لغزش اور جہنم میں گرنے سے خوف مت کھا۔

۵۔ میں تجھے اس تشنگی اور پیاس کی شدت میں ٹھنڈا اور لذیذ پانی پلاؤنگا کہ تو اس کی مٹھاس سے سمجھے گا کہ یہ شہد ہے۔

۶۔ جب تجھے مقام حساب وکتاب پر روکا جائے گا تو میں آتش جہنم کو حکم دونگا کہ اسے چھوڑ دے اور اس کے قریب نہ جا۔

Presented by Ziaraat.Com

۷- اے آتش جہنم: اسے چھوڑ دے اور ہر گز اسکی سرحد میں نہ جا اور اس کے قریب نہ ہو کیونکہ اس کے ہاتھ میں ایسی مضبوط رسی ہے کہ جو ریسمان ولایت وصی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متصل ہے۔

سید حمیری کی زندگی پر ایک نظر

علی بن عیسی اربلی کہ جن کا شمار بزرگان علماء شیعہ میں ہوتا ہے اپنی کتاب کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ میں فرماتے ہیں:

مرحوم سید اسماعیل حمیری پہلے مذہب کیسانیہ پر تھے اور محمد بن حنفیہؓ کی امامت کے قائل تھے اور ان کی رجعت کا اعتقاد رکھتے تھے جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملاقات کی اور امام نے انہیں حق اور مذہب اثنا عشری کے حق ہونے پر دلائل دئے تو اپنے مذہب سے پلٹ گئے اور مذہب حقہ حقہ اثنا عشری کو قبول کرلیا[۱]۔[۲]

۱۔کتاب معالم العلماء، باب بعض شعراء اہل البیت علیہم السلام، ص ۱۳۴ پر ابن شہر آشوب لکھتے ہیں: ابتداء میں سید خارجی مذہب پر تھے بعد میں مذہب کیسانیہ اختیار کیا پھر مذہب حق شیعہ قبول کیا۔

۲۔آیۃ اللہ سید حسن صدر کتاب تاسیس الشیعۃ لعلوم الاسلام، ص ۱۹۱ و ۱۹۲ پر احوال سید حمیری کی شعراء شیعہ کے ضمن میں اس طرح ترجمانی کرتے ہیں۔ سید ابن محمد ابو ہاشم الحمیری کا لقب سید ہے کہ جس سے مراد سید الشعراء ہے۔آپ کا اسم گرامی اسماعیل بن محمد بن زید ربیعہ ہے اہل حمیر ہیں، کوفہ میں یہ اپنے زمانے کے مشہور شعراء میں سے تھے بہت زیادہ اشعار کہا کرتے تھے اور تمام اشعار بے مثل و بے نظیر رہا کرتے تھے۔ ابن معتز کتاب تذکرہ میں لکھتے ہیں: سید حمیری کی چار بیٹیاں تھیں کہ جن میں سے ہر ایک بیٹی کو اپنے باپ کے چار چار سو قصیدے حفظ تھے۔ سید خوبصورت وتندرست اور احسن الاسلوب اور سب کے پسندیدہ شاعر تھے زہین اپنے فن کے ماہر و فنکار تھے اور جو کچھ بھی حضرت علی علیہ

Presented by Ziaraat.Com

السلام کے شان میں فضائل و مناقب سنتے انہیں پیکر نظم میں ڈھال دیتے اور حدیث کو نظم کی شکل دینے میں انکا کوئی ثانی نہیں تھا۔

ابن معتز کہتے ہیں: سید شیعہ تھے اور مجاہد و بغیر تقیہ کی زندگی گزارتے تھے اگرچہ سید کے ماں باپ اس طرح نہیں تھے، وہ شام میں حمیر کے رہنے والے تھے۔ کہتے ہیں کہ: خداوند متعال کی رحمت کی بارش میرے اوپر بہت زیادہ ہوئی اور میں نے مومن آل فرعون کی طرح زندگی گزاری ہے۔

ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں اصمعی سے روایت نقل کی ہے کہ اس نے کہا: اگر سید نے اپنے اشعار میں صحابہ پر سب وشتم نہ کی ہوتی تو میں کسی کو بھی فضیلت میں ان کی برابر نہ مانتا۔

ہم کہتے ہیں کہ: کیونکہ سید کے دور میں کوئی نہیں تھا کہ جو اشعار کہنے میں ان کی برابری کرتا۔ تمام فنون ادب و شعر میں وہ تنہا فرید وحید تھے۔ اشعار میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ مقابلوں میں کوئی ان سے جیت نہیں سکتا تھا طبیعت میں نرم و نزاکت پائی جاتی تھی، فصیح و بلیغ کلام کے حامل تھے۔ آپ کے الفاظ سہل و شیرین تھے۔ آپ کے اشعار میں انسجام پایا جاتا تھا اپنے بیان کی استواری و استحکام و حلاوت اور قدرت میں بے مثل و نظیر تھے اگرچہ ان کے قصیدہ طولانی ہوتے تھے اور ان کے تمام قصائد طولانی ہیں۔ اور بہت سے لوگوں نے ان کے کلام میں کچھ کمی وزیادتی کی ہے اور ان کی طرف جھوٹ کی نسبت دے کر ان کو فاسق و فاجر کہا ہے، اس کی وجہ سے بھی واضح ہے کہ سید آغاز میں کیسانی مذہب تھے پھر مستبصر ہوئے، اور حضرت امام صادق علیہ السلام کے وسیلہ سے راہ حق کو اختیار کیا لہٰذا وہ اپنے اشعار میں کہتے ہیں۔

تَجَعْفَرْتُ باسمِ اللهِ و اللهُ أكبرِ   و أيقنتُ أنّ اللهَ يَعْفو و يغفرُ
ودُنتُ بدينِ غيرِ مَا كنتُ رآئيًا   هَدانى إليه سيّدُ النّاسِ جعفر

اور یہ بات بھی صحیح ہے کہ طبق کتاب ابو عمرو کشی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے تین بار سید کے لئے دعا اور طلب رحمت کی ہے۔ آپ کی وفات سنہ ۱۹۹ یا ۱۹۳ میں بغداد میں ہوئی ہے۔

کتاب تذکرہ میں ذکر ہے کہ: ہارون رشید کے زمانے میں اشراف شیعہ نے آپ کے لئے ستر کفن بھیجے لیکن ہارون نے قبول نہیں کئے اور اپنے حقیقی اور خالص مال سے آپ کو کفن دیا اور مہدی عباسی نے شیعہ امامیہ کے مطابق آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

Presented by Ziaraat.Com

اور حمیری نے اپنے مذہب سابق اور اس کی حمایت میں جو اشعار کہے ہیں ،وہ بھی اور وہ اشعار کہ جو مذہب حق کی طرف عدول کے بعد اور مذہب سابق کے ترک کرنے میں کہے ہیں، وہ بھی مشہور ہیں کہ جن کے ذکر کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔

حمیری اشعار کہنے اور واقعات کو نظم کرنے میں ایک برجستہ اور زبردست شاعر تھے لیکن افسوس کہ ان کے اشعار میں سے تھوڑے سے شعر ہمارے پاس رہ گئے ہیں۔

روایت نقل کی گئی ہے کہ :ایک روز ایک قلی اپنے دوش پر بھاری وزن لیے جارہا تھااس سے سوال کیا گیا کہ اپنے دوش پر کیا اٹھائے ہوئے ہو ؟ قلی نے جواب دیا : "**میمیات السید**" یعنی وہ اشعار جو سید حمیری نے کہے ہیں اور ان

سید حسن صدر کہتے ہیں : کہ میں یہ کہتا ہوں کہ مہدی، ہارون رشید کا باپ تھااور وہ سنہ ۱۶۹ ہجری میں اس دنیا سے چلا گیا لہٰذا کیسے تصور کیا جاسکتا ہے: سید حمیری کی وفات ہارون رشید کے زمانے میں واقع ہو؟ فتامل۔

اور ابن معتز سے بھی یہ بعید ہے کہ حمیری کے بارے میں اس طرح کے اشتباہات ذکر کرے شاید تذکرہ کے متن میں کچھ رد و بدل ہوا ہے یا نماز پڑھانے والے کے نام سے لفظ ابن ساقط ہو گیا ہے بہر حال ہر صورت میں تحقیق لازم ہےاور میرے پاس اتنا وقت میسر نہیں ہے کہ مراجع کر سکوں۔ کلام سید حسن صدر در تاسیس الشیعہ۔

اور میں یہ کہتا ہوں کہ : لاشک ولاریب کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت ماہ شوال سنہ ۱۴۸ ہجری میں واقع ہوئی ہےاور ہم نے متن سے جو نتیجہ اخذ کیااس اعتبار سے حمیری کی وفات حضرت کی حیات میں ہونا چاہیے لہٰذا تمام تاریخی واقعات کے حساب سے جو مطالب تذکرہ میں بیان ہوئے اس سے موافقت نہیں رکھتے۔

Presented by Ziaraat.Com

اشعار کا قافیہ حرف میم پر ختم ہوتا ہے[۱]۔ اسی دن سے لفظ سید اسماعیل حمیری پر غالب ہوگیا جبکہ یہ نسل علی ابن ابی طالبؑ سے نہیں تھے لیکن بعض افراد نے اشتباہ کیا اور اسی غلبہ کی وجہ سے انہیں سید گمان کیا ہے۔

سید حمیری کے وقت انتقال کے حالات و واقعات

حسین بن عون سے روایت ہوئی ہے کہ وہ کہتا ہے کے: سید حمیری کی عیادت کو گیا جس مرض میں ان کا انتقال ہوگیا تھا، ان کے احتضار کا وقت تھا، اور ان کے پڑوسیوں کی ایک جماعت کہ جو سب عثمانی مذہب تھے ان کے بستر کے ارد گرد جمع ہیں۔ سید حمیری بہت زیادہ خوبصورت تھے انکی پیشانی کشادہ اور گردن لمبی تھی اسی اثنا میں ایک سیاہ نقطہ ان کے چہرے پر ظاہر ہوا، اور آہستہ آہستہ پورے چہرے کو گھیر لیا اور تمام چہرہ سیاہ ہوگیا، جو شیعہ افراد ان کے پاس تھے یہ دیکھ کر بہت محزون و مغموم ہوئے لیکن ناصبی اور عثمانی مذہب سے تعلق رکھنے والوں کے درمیان خوشیوں کی لہر دوڑ گئی اور مذہب شیعہ کی مذمت و سرزنش کرنے لگے چند لمحے نہ گزرے تھے کہ اسی مقام سے جہاں سے نقطہ سیاہ ظاہر ہوا تھا ایک نقطہ سفید اور نورانی ظاہر ہوا اور پورے چہرے پر پھیل گیا، اور چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح درخشاں ہوگیا، اسی حالت میں سید حمیری کی لبوں پر تبسم آیا اور خوشی کے عالم میں یہ اشعار پڑھے:

كَذَبَ الزّاعِمونَ أنَّ عَلِيًّا لَنْ يُنَجّى مُحِبَّهُ مِنْ هَنات (۱)
قَدْ وَ رَبّى دَخَلْتُ جَنَّةَ عَدْنٍ وَ عَفا لى الإلٰهُ عَنْ سَيِّئاتى (۲)

---

۱ - اس حکایت کو معالم العلماء، ص ۱۳۵ پر ابن المعتز کی کتاب طبقات الشعراء سے نقل کیا گیا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

فَابْشروا الْیَوْ مَ أوْلیآءَ عَلیَ   وَ تَوَلَّوْا عَلیّ حَتَّی الْمَمات[۱] (۳)
ثُمَّ مَنْ بَعْد ہ تَوَلَّوْا بنیہ   واحدًا بَعْدَ واحد بِالصِّفات (۴)

(۱)۔ جھوٹ کہتے ہیں وہ افراد کہ جو یہ گمان کرتے ہیں کہ علی ابن ابی طالبؑ اپنے چاہنے والوں کو مشکلات اور سختیوں سے نجات نہیں دیتے۔

(۲)۔خدا کی قسم اسی طرح ہے میں جنت میں داخل ہونے کے نزدیک ہوچکا ہوں ،اور میرے پروردگار نے میرے تمام گناہوں کو معاف کردیا ہے۔

(۳)۔ پس مبارک ہو، آج اے علیؑ کے چاہنے والو اور اطاعت کرنے والو ! آخری سانس تک ولایت علیؑ میں رہنا۔

(۴)۔اور علیؑ کے علاوہ ان کے ایک ایک فرزند کو بھی ان کی صفات خاص اور امامت کی ساتھ اپنا ولی تسلیم کرو ،ان اشعار کی پڑھنے کے بعد بلا فاصلہ یہ جملے کہے :

" أشْهَدُ أنْ لا إلَهَ إلّا اللهُ حَقًّا حَقًّا، أشْهَدُ أنَّ مُحَمَّداً رَسولُ الله حَقًّا حَقًّا، أشْهَدُ أنَّ عَلیًّا أمیرُالْمُؤْمنینَ حَقًّا حَقًّا، أشْهَدُ أنْ لا إلَهَ إلّا اللهُ"

میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے برحق رسول ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ علی ابن ابی طالبؑ مومنوں کے برحق امام اور پیشوا ہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔

۱۔ کشف الغمہ میں "وتولوا علی" ذکر ہوا ہے، لیکن علامہ مجلسی نے بحارالانوار، ج ۶، ص ۱۹۳ پر کشف الغمہ سے روایت اس طرح نقل کی ہے "وتوالوالوصی"۔

Presented by Ziaraat.Com

اور ان کلمات کے بعد آنکھوں کو بند کرلیا، اور روح جسم سے اتنی آسانی سے نکل گئی گویا چراغ خاموش ہوا ہو، یا معمولی سادانہ ہاتھ سے گر گیا ہو۔

اس حدیث کے راوی کا فرزند، علی بن حسین بن عون کہتا ہے کہ: میرے بابا حسین بن عون نے مجھ سے کہا کہ: اس جگہ اذینہ حاضر تھا اس نے کہا: اللہ اکبر جس نے سارا ماجرا دیکھا ہو اس میں اور جس نے نہ دیکھا ہو اس میں بڑا فرق ہے۔ میں سچ کہتا ہوں، وگرنہ میرے یہ دونوں کان بہرے ہو جائیں، میں نے سنا ہے، فضیل بن یسار نے حضرت امام محمد باقر و حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام سے سنا کہ آپؑ نے فرمایا:

"حَرَامٌ عَلَى رُوحٍ أَنْ تُفَارِقَ جَسَدَهَا حَتَّى تَرَى الْخَمْسَةَ: مُحَمَّدًا وَ عَلِيًّا وَ فَاطِمَةَ وَ حَسَنًا وَ حُسَيْنًا بِحَيْثُ تَقَرُّ عَيْنُهَا، أَوْ تَسْخَنُ عَيْنُهَا.
فَانْتَشَرَ هَذَا الْحَدِيثُ فِي النَّاسِ فَشَهِدَ جَنَازَتَهُ وَ اللهِ الْمُوَافِقُ وَ الْمُفَارِقُ"[1]۔

حرام ہے اس روح پر کہ جو بدن سے جدا ہو مگر پانچ ذوات مقدسہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیؑ فاطمہؑ حسنؑ اور حسینؑ کو نہ دیکھے، اور اس جانکنی کی حالت میں ان کے دیدار سے بدن راحت و سکون اور ٹھنڈا ہو جاتا ہے یا حرارت پیدا ہو کر گرم ہو جاتا ہے۔

اس حدیث کو اذینہ نے ان دو اماموں سے نقل کیا اور سید حمیری کی رحلت کی داستان و کیفیت شہر میں لوگوں کے درمیان پھیل گئی، اور تمام اہل شہر مخالفین و موافقین ان کی تشییع جنازہ میں حاضر ہوگئے۔

۱۔ کشف الغمہ، ص ۲۴۱پر اور بحار الانوار، ج ۱۱، ص ۱۹۹پر اس مطلب کو امالی شیخ سے نقل کیا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

اور مرحوم مجلسی نے امالی طوسی سے انہوں نے شیخ مفید سے انہوں نے محمد بن عمران سے انہوں نے عبید اللہ بن حسن سے انہوں نے محمد بن رشید سے روایت کی ہے کہ: سید حمیری اپنی وفات سے ایک گھنٹہ پہلے بیہوش ہوئے اور رخساروں کا رنگ سیاہ ہوگیا، اور پھر ہوش میں آئے، اور رنگ سفید ہوگیا اور چہرہ چاند کی طرح درخشاں ہوگیا، اس وقت یہ اشعار پڑھے:

أُحِبُّ الَّذی مَنْ ماتَ مِنْ أَهْلِ وُدِّه
تَلَقّاهُ بِالْبُشْرَی لَدَی الْمَوْتِ یَضْحَکُ (۱)
وَ مَنْ ماتَ یَهْوَی غَیْرَهُ مِنْ عَدُوِّه
فَلَیْسَ لَهُ إلّا إلَی النّارِ مَسْلَکُ (۲)
أَبا حَسَنٍ نَفْدیكَ نَفْسی وَ اسْرَتی وَ مالی
وَ ما أَصْبَحْتُ فِی الارْضِ أَمْلِكُ (۳)
أَبا حَسَنٍ إِنّی بِفَضْلِكَ عارِفٌ
وَ إِنّی بِحَبْلٍ مِنْ هَواكَ لَمُمْسِكُ (۴)
وَ أَنْتَ وَصِیُّ الْمُصْطَفَی وَ ابْنُ عَمِّه
وَ إِنّا نُعادی مُبْغِضیكَ وَ نَتْرُكُ (۵)
مُوالیكَ ناجٍ مُؤْمِنٌ بَیِّنُ الْهُدَی
وَ قالیكَ مَعْروفُ الضَّلالَةِ مُشْرِكُ (۶)
وَ لاحٍ لَحانی فی عَلیٍّ وَ حِزْبِه
فَقُلْتُ لَحاكَ اللهُ إنَّكَ أَعْفَكُ[1] (۷)

(۱) میں ہر اس شخص کو دوست رکھتا ہوں کہ جو موت کے وقت خوشحال ہوتا ہے اور امیر المومنینؑ اسے جنت کی بشارت دیتے ہیں[1]۔

۱۔ بحار الانوار، ج ۱۱، ص ۱۹۸۔ ۱۹۹۔

Presented by Ziaraat.Com

(۲)اور جو شخص مر جائے اس حال میں کہ انکے دشمنوں کی ولایت و دوستی پر ہو وہ راہ جہنم کے علاوہ کسی دوسرے راستے پر نہیں جاسکتا۔

(۳)اے ابوالحسنؑ : میری اور میرے خاندان کی جان ومال اور جو کچھ بھی میرا روی زمین پر ہے، آپ پر فدا وقربان ہو جائے۔

(۴)اے ابوالحسنؑ : میں آپ کی فضل وشرف کا معتقد ہوں ،اور ہمیشہ میں آپ کے ریسمان عشق سے متمسک رہا ہوں۔

(۵)اے علی علیہ السلام آپؑ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی اور انکے چچازاد بھائی ہیں، اور ہم ان سب سے بیزار ہیں کہ جو آپ کی طرف سے اپنے دل میں بغض وعناد رکھتے ہیں اور ہم ان سے اظہار برائت کرتے ہیں۔

(۶) آپ کے چاہنے والے اہل نجات اور امان میں ہیں، اور ان کی سعادت واضح وروشن ہے۔ لیکن آپؑ کے دشمن سب مشرک اور گمراہ ہیں۔

(۷) عیب دار شخص نے میری ملامت کی اور ان کے گروہ میں شامل ہونے پر اعتراض کئے میں نے اس سے کہا : خدا نے تیری ملامت کی ہے، اور تیرے اندر عیب رکھا ہے، کیونکہ تو احمق ہے جو آج پیروان علیؑ کی عیب جوئی کرتا ہے۔

---

۱ - ممکن ہے کہ "تلقاہ ویضحک" کا فاعل وہ ضمیر ہے کہ جو الذی کی طرف پلٹتی ہے تو اس وقت ترجمہ یہ ہوگا کہ حضرت امیر المومنین خوشی کی حالت اور ہنستے ہوئے اس کو جنت کی بشارت اور اس سے ملاقات کرتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

بعض افراد کا کہنا ہے: کہ حمیری کے چہرہ سیاہ ہونے کا سبب ان کا شراب پینا تھا، کیونکہ وہ شروع میں شراب پیا کرتے تھے.

بحار الانوار میں مناقب شہر آشوب سے روایت نقل ہوئی ہے کہ عباد بن صہیب کہتا ہے میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک حمیری کی موت کی خبر پہنچی امامؑ نے اس کے لئے دعا کی، اور خدا سے اس کے لئے طلب رحمت فرمائی. امامؑ کی خدمت میں ایک شخص اور حاضر تھا اس نے امامؑ سے پوچھا:

فرزند رسولؐ سید حمیری شراب پیا کرتا تھا اور رجعت کا بھی معتقد تھا[۱]۔

آپؑ نے فرمایا: میرے بابا نے میرے لئے اپنے جد سے روایت کی ہے کہ: آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چاہنے والے اس دنیا سے رحلت نہیں کرتے مگر یہ کہ توبہ کرلیں۔ اور سید حمیری نے بھی توبہ کرلی تھی۔ یہ کہہ کر امامؑ نے اپنے مصلی کو اٹھایا اور اس کے نیچے سے ایک نوشتہ اٹھا کر فرمایا: یہ وہ کاغذ ہے کہ جو سید نے میرے لئے تحریر کیا تھا اور اس میں توبہ کا ذکر کیا ہے۔ اور مجھ سے طلب مغفرت اور دعا کی گزارش کی ہے[۲]۔

جب سید کا انتقال ہوگیا تو بغداد و کوفہ کے تمام شیعہ جمع ہوئے اور سید کی تشییع جنازہ کی اور ۷۰ کفن ان کے لئے بطور ہدیہ لے کر گئے اور کہا جاتا ہے

۱۔ یعنی محمد بن حنفیہؒ کی رجعت کے قائل تھے ورنہ آئمہ معصومین علیہم السلام کی رجعت، مسلمات شیعہ میں سے ہے۔

۲۔ بحار الانوار، ج۱۱، ص۲۰۱۔

Presented by Ziaraat.Com

کہ سید نے اپنی موت سے پہلے ایک قصیدہ لکھا، اور شیعوں کی طرف اپنے غلام کے ذریعہ بھیجا اور ان سے درخواست کی، کہ وہ ان کے کفن و دفن کا اہتمام کریں، اور تشییع جنازہ میں شرکت کریں، اور دشمنان آل محمدؐ حاکم و جابر اور درباری قاضی ان کے جنازے میں شریک نہ ہوں، اس قصیدے کا پہلا شعر یہ ہے:

يا أَهْلَ كوفانَ إنّي وامِقٌ لَكُمُ　　مُذْ كُنْتُ طِفْلًا إلَى السَّبْعينَ وَ الْكِبَرِ[1]

لیکن بحارالانوار کی روایت کے مطابق کہ جو مناقب سے نقل کی گئی ہے: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اہل نوبہ کے غلام کے ذریعہ سفید وسیاہ خچر پر سوار ایک کفن حمیری کے لئے بھیجا اور حنوط بھی بھیجا، غلام نے سید کے گھر پہنچ کر کفن و حنوط کو عثمان بن عمر کواء کو دے دیا اور کہا، میرے آقا جعفر بن محمد علیہما السلام نے کہا ہے کہ یہ سید کے لئے ہے اس کو اس سے غسل وکفن دو[2]۔

۱۔ مقدمہ دیوان حمیری کہ جو سید محمد تقی حکیم کی کتاب شاعر العقیدة، ص ۳۳ پر سے اقتباس کیا گیا ہے۔
۲۔ بحارالانوار، ج ۱۱، ص ۲۰۱۔

Presented by Ziaraat.Com

Presented by Ziaraat.Com

گیارہویں مجلس

عالم طبعیت اور برزخ و قیامت کی خصوصیات

Presented by Ziaraat.Com

Presented by Ziaraat.Com

أعوذُ بِاللهِ منَ الشَّيطانِ الرّجيم

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحيم

الْحَمْدُ للهِ رَبِّ الْعالَمينَ و الصَّلوةُ و السَّلامُ عَلی سَیِّدنا مُحَمَّد و آله الطّاهرینَ و لَعْنَةُ اللهِ عَلی أعْدائِهِمْ أجْمَعینَ منَ الانَ إلَی قیامِ یَوْمِ الدّینِ .وَ لا حَوْلَ و لا قُوَّةَ إلّا بِاللهِ الْعَلِیِّ الْعَظیم[1]

خصوصیات عالم برزخ

قال اللهُ الحکیمُ فی کتابِهِ الکریم:

"حَتَّى إِذَا جَآءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ * لَعَلِّی أَعْمَلُ صلِحًا فِیمَا تَرَکْتُ کَلَّا إِنَّهَا کَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا وَ مِن وَرَآئِهِم بَرْزَخٌ إِلَى یَوْمِ یُبْعَثُونَ"[2]

انسان اس دنیا سے رحلت کے بعد عالم برزخ میں داخل ہوتا ہے اور وہاں اس وقت تک رہیگا جب تک صور پھونکا جائے گا اور لوگ قبروں سے باہر آجائنگے پھر اس کی بعد عالم محشر یعنی قیامت میں وارد ہوگا۔

---

۱ - یہ مطالب گیارہویں ماہ رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ کو بیان ہوئے ہیں۔

۲۔ سورہ مؤمنون، آیت ۹۹ و ۱۰۰۔

Presented by Ziaraat.Com

برزخ کے معنی فاصلہ کے ہیں، دو چیزوں کے درمیان فاصلہ ہو جانے کو برزخ کہا جاتا ہے اور چونکہ مرنے کے بعد انسان جس عالم میں پہنچا ہے وہ عالم دنیا اور قیامت کے درمیان فاصلہ ہے لہذا اسے برزخ کہتے ہیں۔ عالم برزخ کی خصوصیات کو روشن و واضح کرنے کے لئے ہم مجبور ہیں۔ کہ اس سلسلہ میں زیادہ توضیح دیں۔

اس عالم جسم و جسمانیات کی جس میں بالفعل ہم زندگی گزار رہے ہیں، اور عالم اسما و صفات الہی کے درمیان دو عالم پائے جاتے ہیں ایک کو عالم مثال کہا جاتا ہے دوسرے کو عالم انفس کہتے ہیں۔ عالم مثال کو عالم برزخ اور عالم انفس کو عالم قیامت بھی کہتے ہیں اور انسان جب تک ان دو عالم سے نہ گزر جائے مقام اسماء و صفات الہی تک نہیں پہنچ سکتا ہے، جس طرح عالم برزخ میں گزرے بغیر عالم قیامت تک نہیں پہنچ سکتا. اسی طرح مقام اسماء و صفات الہی کو درک نہیں کر سکتا ہے جب تک عالم انفس اور قیامت سے نہ گزر جائے یہاں پر قیامت سے ہماری مراد قیامت کبری ہے کیونکہ دو قیامتیں ہیں۔

ایک قیامت صغری اور دوسری قیامت کبری۔

Presented by Ziaraat.Com

قیامت صغری یعنی : انتقال کے بعد عالم برزخ میں داخل ہونا. اسی وجہ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے ارشاد فرمایا : " مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهُ" جو شخص مر جائے اس کے لئے قیامت برپا ہو چکی ہے[1]۔

قیامت کبری یعنی : عالم برزخ و مثال سے نکل کر عالم نفس و قیامت میں داخل ہونا . جس وقت لوگ عالم قبر سے عالم ظہور نفس کلیہ کی طرف روانہ ہونگے تو قیامت کبری برپا ہو جائے گی ۔عالم مادہ، ہیکل و جسم اور جسمانیت رکھتا ہے اور عالم نفس مادہ و آثار مادہ سے مطلقا خارج ہے لیکن عالم برزخ ان دو عالم کے درمیان حد فاصل ہے یعنی مادہ نہیں ہے۔ لیکن عالم برزخ میں آثار و مادہ (کیف) اور (کم) اور (این) وغیرہ پائے جاتے ہیں۔

مادہ وہ جوہر ہے کہ جو شکل قبول کرتا ہے اور اس پر صورت جسمانی عارض ہوتی ہے، اور آثار جسم نیز اس پر ظاہر ہوتے ہیں۔ شکل وصورت قبول کرنے کی وجہ سے جسم پر جو اعراض انفعالیہ پیدا ہوتی ہیں اسی طرح مادہ پر بھی پیدا ہوتی ہیں، اور جیسا کہ مادہ اس عالم میں مختلف صورتوں میں پایا جاتا ہے، اور لوگ دیکھتے ہیں۔ مانند خاک و پتھر، پانی، درخت، بدن انسان اور بدن حیوان وغیرہ مادہ اس عالم میں مختلف صورتوں میں پایا جاتا ہے۔

۱- اس حدیث کو صدر المتالہین نے تفسیر سورہ اعلی، ص ۳۶۴ پر اور تفسیر سورہ سجدہ، صفحہ ۸۸ پر ذکر کیا ہے. اور اصل میں یہ حدیث (احیا العلوم) باب الموت، ج ۴، ص ۴۲۳ پر اس طرح تحریر ہے" وَ رَوَي أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّي اللهُ عَلَيْهِ وَ ءَالِهِ وَ سَلَّمَ: إِنَّهُ قالَ: الْمَوْتُ الْقيامَةُ؛ فَمَنْ ماتَ فَقَدْ قامَتْ قيامَتُهُ.

Presented by Ziaraat.Com

جو موجود عالم برزخ میں ہے اس میں مادہ نہیں پایا جاتا لیکن شکل وصورت اور حد وکم وکیف اور اعراض فعلیہ پائے جاتے ہیں۔ یعنی حد واندازہ ہے قابل شناخت ہے رنگ وبو نیز پایا جاتا ہے۔

برزخی افراد رنگ و روپ کے اعتبار سے قابل شناخت ہیں وہ نورانی مقام ہے اور وہاں مسرت وخوشحالی اور غضب ونگرانی بھی پائی جاتی ہے . لہٰذا اس بناپر برزخی مخلوق صورت جسمانی رکھتی ہے لیکن مادہ نہیں رکھتیں۔

اور دوسری جہت سے عالم برزخ کو عالم خیال بھی کہا جاتا ہے، خیال یعنی وہ عالم کہ جہان فقط صورت محض ہے اور کسی طرح کا مادہ نہیں پایا جاتا ہے گرچہ عالم خیال میں جو شکل وصورتیں ہیں ان میں موجودات عالم مادہ کی نسبت قوت زیادہ ہے، حرکت سریع تر اور غم واندوہ اور مسرت ولذت بہت زیادہ پائی جاتی ہے۔

کیونکہ مادہ میں ان خصوصیات کے متعلق زیادہ حجابات پائے جاتے ہیں، اور عالم برزخ عالم مادہ سے خالی ہے لہٰذا یہ خصوصیات فوری طور وجود پیدا کرلیتے ہیں اور وہ عالم خیال ہے اور خیال منفصل ہے۔

کیونکہ عالم خیال متصل،انسان کے قوای متخیلہ سے ہے کہ جو انسان کے بدن خاکی کے ساتھ ملا ہوا ہے۔اور خیال منفصل وہ قوت ہے کہ جب بدن سے جدا ہوتی ہے تو عالم صورت محض سے مل جاتی ہے، لہٰذا اس بناپر تمام موجودات عالم برزخ کو خیال منفصل کہا جاتا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

جس طرح عالم برزخ کو مثال کہتے ہیں، اسی طرح مثال منفصل بھی کہا جاتا ہے اس لے کہ مثال متصل وہی برزخ ہے کہ جو خاکی انسان کے یہاں اس کے بدن اور طبیعت اور اس کے عالم نفس کے درمیان موجود ہے کہ جو اس کے قوای ذہنیہ کا مجموعہ ہے۔اور چونکہ جب انسان دنیا سے جاتا ہے تو اس کا عالم ذہن عالم مثال کلی سے متصل ہو جاتا ہے لہٰذا اس کو مثال متصل اور خود عالم برزخ کو مثال منفصل کہا جاتا ہے۔

یہ واضح رہے کہ عالم خیال ایک وسیع و عریض عالم ہے کہ جو مادہ سے بہت زیادہ قوی تر ہے اس طرح نہیں ہے کہ جیسے ہم خیال کا معنی توہم تصور کرتے ہیں یہ ہماری زبان کی کوتاہی ہے۔

لہٰذا بعض اہل ظواہر نے جب حکماء سے عالم خیال جیسی اصطلاح کو سنا اور انکی کتب میں مطالعہ کیاتو تصور کیا کہ وہ عالم برزخ کو کہ جس کو عالم مثال بھی کہتے ہیں، قبول نہیں کرتے اور اس کے بارے میں صرف ایک عالم وہمی و تصوری کے قائل ہیں، اور اس کے لیے کسی حقیقت و واقعیت کے قائل نہیں ہیں۔

یہ ان کی خام خیالی اور غلط تصور ہے کہ جو عدم علم اور بزرگوں کی اصطلاحات سے بے خبری کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

عالم برزخ، عالم مادہ و دنیا سے وسیع اور عالم نفس و قیامت، عالم برزخ سے وسیع ہے

عالم خیال، عالم برزخ و مثال ہی ہے اور اس کے موجودات ہزار گنا قوی و شدید اور عجیب تر ہیں۔ اور اس کے آثار عالم مادہ و طبیعت سے کہیں زیادہ اہم تر۔ بات کو کسی حد تک واضح کرنے کے لیے ایک مثال پیش کریں:

ہم سب افراد کے پاس بدن ہے کہ یہ بدن محدود ہے، مشخص ہے معین ہے، اور ایک قوت باطنی ہے جیسے حس مشترک، قوت حافظہ، قوت مفکرہ، قوت واہمہ، قوت متخیلہ، یہ سب ہماری داخلی قوتیں ہیں، اور ہم ان قوتوں کے ذریعے عجیب و غریب کام انجام دیتے ہیں۔ مثلا چند لمحوں میں ایک چالیس امالہ عمارت کہ جس میں تمام طرح کا آرام و آسائش موجود ہو لیتے ہیں اور اسی طرح ایک لمحہ میں مشرق سے مغرب تک کا سفر طے کر لیتے ہیں بہت کم وقت میں طویل المدت کام انجام دے دیتے ہیں. پس جس طرح یہ ذہن ہمارے بدن کی نسبت بہت زیادہ وسعت و قوت و طاقت رکھتا ہے، اسی طرح عالم برزخ عالم دنیا کی نسبت وسعت و عظمت رکھتا ہے۔

کیونکہ عالم خواب، برزخ منفصل کا ایک نمونہ ہے اور بعض اوقات انسان جو خواب میں دیکھتا ہے جبکہ خواب، موت کی نسبت بہت ضعیف ہے، اور انسان کا برزخی خواب، برزخ موت سے بہت زیادہ ضعیف ہے۔ لیکن پھر بھی جو موجودات خواب میں دکھائی دیتے ہیں وہ قوی تر اور تعجب آور بھی ہیں

Presented by Ziaraat.Com

اور ان کی فعالیت و حرکت و لذت اور غم و غصہ بہت زیادہ ہے اور خوف و ڈر بھی بہت زیادہ ہے۔

اگر انسان اس دنیا میں کسی روڈ سے گاڑیوں کے ایکسیڈنٹ سے محفوظ رہنا چاہے تو دونوں طرف کو دیکھ کر اور ہر طرح کا اطمینان حاصل کرکے روڈ پار کرے اور پھر بھی آہستہ آہستہ چلے تاکہ خیریت سے گذر جائے۔

لیکن عالم خواب اور برزخ اس طرح نہیں ہیں بلکہ انسان نے آسمان میں سیر کرنے کی خواہش کی، دل میں سیر کا ارادہ کیا اور آسمانوں میں بغیر کسی مادی بال وپر کے سیر کرکے تمام عالم کا نظارہ کرلیتا ہے اور پھر نیچے آجاتا ہے، اور بجلی کی مانند دریاؤں اور سمندروں کے سفر کو ایک لمحہ میں طے کرلیتا ہے۔

اس حرکت میں اور اس روڈ پار کرنے میں کس قدر فرق اور سرعت پائی جاتی ہے؟ اسی طرح عالم برزخ کی کیفیت اس عالم کی نسبت قوی تر ہے۔

اور عالم برزخ متصل اور ہمارا ذہن ہمارے نفس کی نسبت نیز اسی طرح ضعیف ہے جیسے ہمارا بدن ہمارے برزخ سے ضعیف و چھوٹا ہے۔ اور عالم نفس کہ جو صوری حدود و کیفیات سے خالی ہے. عالم ذہن کی نسبت مجرد محض ہے، اور اسی عظمت و وسعت کا حامل ہے کہ جس طرح عالم ذہن و مثال متصل مادی بدن کی نسبت عظمت و وسعت رکھتا ہے۔

کیونکہ عالم برزخ، مادہ کے آثار و کیفیت، کم و کیف رکھتا ہے اور عالم قیامت ہر طرح سے مطلق و مجرد ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

جس طرح یہ عالم دنیا، عالم برزخ کا نمونہ ہے اور عالم برزخ عالم قیامت کا اور عالم قیامت عالم اسماء و صفات کلمتہ اللہ کا نمونہ ہے اسی طرح بدن، قوت ذہینہ کا نمونہ ہے قوت ذہینہ، نفس ناطقہ کا اور نفس ناطقہ روح کلی اور اپنی وحدت و کلیت کا نمونہ ہے۔

جہاں تک بھی ہم ان محدود عوالم سے گزرتے چلے جائیں، اور عالم اطلاق کی طرف نظر ڈالیں تو عوالم وسیع تر و باعظمت تر نظر آئیں گے۔ اور اس کے بر خلاف اگر عالم اطلاق سے نیچے کی طرف نگاہ ڈالیں تو یہ عوالم ضعیف و چھوٹے دکھائی دینگے۔ بالکل اسی طرح جیسے کہ انسان جب آینہ پر نگاہ ڈالتا ہے. تو وہ فقط انسان کی شکل اور اسکی لمبائی چوڑائی اور رنگ و روپ کی حکایت کرتا ہے اور صاحب صورت کی حقیقت مانند عقل و شجاعت اور اس کی تمام معنوی حالات کی نشاندہی نہیں کرتا ہے اور اسے بالاتر نفس کہ جس کی کوئی شکل و صورت نہیں اصلا نشاندہی نہیں کرتا ہے۔

لہٰذا جو کچھ بھی ہم اس عالم مادہ میں مشاہدہ کرتے ہیں وہ فقط عالم برزخ کے لیے نمونہ ہے، خود عالم برزخ نہیں ہے بلکہ عالم برزخ اتنا وسیع ہے کہ ظاہری نگاہوں سے اسے نہیں دیکھا جاسکتا ہے۔ اور اس کو ظاہری حواس خمسہ کے ذریعے درک کرنا ناممکن ہے۔

یہ ظاہری حواس انسان کے عالم طبیعت و مادہ میں تعلقات کا ذریعہ ہیں اور عالم مادہ کے روابط کے علاوہ انسان کی کوئی مدد نہیں کرسکتے۔

Presented by Ziaraat.Com

لہٰذا حقائق و اصول برزخی، تنزل کے قابل اور مادی آیئنہ میں دکھائی دینے کے لائق نہیں ہیں۔ بلکہ عالم مادہ میں جو کچھ بھی اپنے وجود کی حیثیت سے عالم برزخ کی شکل و صورت دکھائی دیتی ہے، وہ فقط اپنی وسعت و گنجایش کے لحاظ سے ہے۔ اسی طرح عالم قیامت و عالم نفس کی ظاہری حقائق، تنزلی کے قابل اور برزخی آیئنہ و مثالی صورت میں دکھائی دینے کے لائق نہیں ہے۔ اور جو کچھ بھی برزخ میں قیامت کی شکل و صورت دکھائی دیتی ہے وہ اپنی وسعت و گنجائش کے اعتبار سے ہے۔

آپ خود کو اس وسیع و عریض فضا میں تصور کریں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ آپ کا بدن اس فضا کی نسبت کتنا چھوٹا ہے پس اسی طرح عالم طبیعت و دنیا مثال و برزخ کی نسبت چھوٹا ہے۔

اگر ہم عالم نفس کو عرش الٰہی اور عالم مثال کو عالم کرسی قرار دیں، جس طرح امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت میں وارد ہوا ہے تو دونوں عالم کے ایک دوسری کے ساتھ اور عالم مادہ و طبیعت کی نسبت معین ہو جائے گی۔

تفسیر عیاشی میں محسن المثنی (المیثمی) نے ابی عبداللہ سے روایت کی ہے: عَنْ أبی عَبد الله علیه السّلام:

قَالَ: قَالَ أَبُو ذَرٍّ: یَا رَسُولَ الله! مَا أَفْضَلُ مَا أُنْزِلَ عَلَیْكَ؟

قَالَ: ءَایَةُ الْكُرْسِیِّ؛ مَا السَّمٰوَاتُ السَّبْعُ وَ الارَضُونَ السَّبْعُ فِی الْكُرْسِیِّ إِلَّا كَحَلْقَةٍ مُلْقَاةٍ بِأَرْضٍ بَلَاقِعَ،[۱] وَ إِنَّ فَضْلَهُ عَلَی الْعَرْشِ كَفَضْلِ الْفَلَاةِ عَلَی الْحَلْقَةِ[۱]۔

۱۔ بَلَاقِعَ، بلقع کی جمع ہے۔ اور بلقع وسیع و عریض زمین کو کہا جاتا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

ابوذر غفاری رسول خداصلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے سوال کرتے ہیں کہ جو آپ پر آیات نازل ہوئی ہیں، ان میں کون سی افضل ہے؟ حضرت نے جواب میں فرمایا: آیۃ الکرسی۔

یہ ساتوں زمین و آسمان، کرسی خدا کی نسبت اس طرح ہیں کہ جیسے کہ جنگل بیابان میں ایک چھوٹا سا دائرہ۔ اور پھر کرسی خداوند، عرش الٰہی کی نسبت بھی اسی طرح ہیں کہ جیسے جنگل بیابان میں ایک چھوٹا سا دائرہ۔

عالم خیال کے تجرد کے بارے میں حکماء کے نظریات

شیخ بوعلی سینا انسان کے عالم خیال کو مادہ کے آثار و خصوصیات میں شمار کرتے ہیں اور اسی بنا پر عالم برزخ کہ جو خیال منفصل ہے اس پر بھی اعتقاد نہیں رکھتے اور کہتے ہیں کہ اگر برزخ اس عالم مادہ سے جدا ہو تو اس کے لیے

---

۱ - تفسیر عیاشی، ج۱، ص ۱۳۷ پر یہی عبارت ذکر ہے کہ جو ہم نے نقل کی ہے لیکن ظاہراً عبارت میں کچھ غلطی نظر آتی ہے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بھولے سے کرسی و عرش کے درمیان تقدیم و تاخیر واقع ہوئی ہے، ورنہ عبارت کو اس طرح ہونا چاہیے. وَان فَضْلُ الْعَرْشِ عَلَى الْكُرْسىِّ كَفَضْلِ تِلْكَ الْفَلاةِ عَلَى تِلْكَ الْحَلْقَة۔ اور اس پر بہت سی روایات شاہد ہیں کہ جو عرش کو کرسی سے افضل قرار دیتی ہیں. اور وہ روایات تفسیر البرہان و صافی اور المیزان وغیرہ میں آیت الکرسی کی ذیل میں ذکر ہوئی ہے. اور تفسیر صافی طبع سنگی حاشیہ مختارہ از تفسیر المیزان، ص ۴۷ پر اور طبع گراوری اسلامیہ، ج۱، ص ۲۱۴ پر اور تفسیر تفسیر المیزان، ج۲، ص ۳۵۴ پر اور تفسیر البرہان، طبع سنگی ج ۱، ص ۲۴۹ پر اس روایت کو تفسیر عیاشی سے بالکل اسی کیفیت کے ساتھ متن کو کہ جس طرح ہم نے تصحیح کے ساتھ بیان کیا، تحریر کیا گیا ہے. اور تفسیر صافی میں بیان ہوا ہے کہ: وَان فَضْلُ الْعَرْشِ عَلَى الْكُرْسىِّ كَفَضْلِ تِلْكَ الْفَلاةِ عَلَى تِلْكَ الْحَلْقَةِ۔ اور تفسیر المیزان میں کہا گیا ہے کہ تفسیر عیاشی میں ذکر ہے کہ اور تفسیر برہان میں بھی اسی عبارت کو ذکر کیا گیا ہے: ثُمَّ قالَ: وَ إِنَّ فَضْلَ الْعَرْشِ عَلَى الْكُرْسىِّ كَفَضْلِ الْفَلاةِ عَلَى الْحَلْقَةِ۔

Presented by Ziaraat.Com

ضروری ہے کہ وہ مادہ سے خالی و مجرد ہو۔ اور ان کے نظریہ کے مطابق ایسا عالم کہ جو فقط صورت محض ہو اور اس میں حد، اور کیف تو پایا جاتا ہو مگر مادہ سے خالی ہو، ممکن نہیں ہے لہٰذا وہ عالم برزخ کے قائل نہیں ہیں کہ جو عالم مادہ اور نفس کے درمیان ہے۔ مگر نفس ناطقہ کے مجرد ہونے کے قائل ہیں اور اس کے اثبات میں دلائل قطعی و یقینی بھی بیان کئے ہیں اگرچہ ان کی بعض عبارات و مطالب بطور مشکوک و مردد بیان ہوئے ہیں کہ جن سے عالم خیال و برزخ کے مجرد ہونے پر استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

لیکن صدر المتالہین شیرازی نے عالم خیال متصل کے مجرد ہونے کے سلسلہ سے مستحکم دلائل بیان کئے ہیں ،اور اپنی کتب میں واضح طور پر عالم برزخ و مثال منفصل کے نظریہ کا تذکرہ کیا ہے اور برزخ سے عالم قیامت میں پہنچنے کو مسائل حکمت کی ضروریات میں شمار کیا ہے۔

ملا صدرا کے بعد تمام حکماء نے بھی اسی نظریہ کو قبول کیا ہے اور سب اجماعی طور پر عالم برزخ کو قبول کرتے ہوئے اس کے تجرد کے قائل ہوئے ہیں۔

ملا ہادی سبزواری نے بھی اسی نظریہ کو تسلیم کرتے ہوئے عالم خیال کے مجرد ہونے کا اثبات کیا ہے، اور چونکہ وہ معاد جسمانی کو عالم کون اور عالم دہر میں اسی شکل و صورت پر باقی جانتے ہیں لہٰذا کہتے ہیں کہ معاد جسمانی کے ثبوت کے لئے تجرد خیال کا ثابت کرنا مفید ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

اور تجرد خیال کے ثبوت کے لئے انہوں نے دو بہترین دلیلیں پیش کی ہیں ایک برہان تحلل ہے، دوسری ایک بڑی چیز کا چھوٹی چیز میں حلول ناممکن اور ممتنع ہونا۔

ہم اس مقام پر ان دو دلائل کی کیفیت استدلال سے صرف نظر کرتے ہیں جو افراد خواہش رکھتے ہیں وہ کتب حکمت کی طرف رجوع فرمائیں. مرحوم سبزواری اپنی کتاب منظومہ میں کہتے ہیں کہ:

تَحَلُّلُ الرّوحِ وَ أَنَّهُ امْتَنَعْ   كَوْنُ الْعَظيمِ فى صَغيرٍ انْطَبَعْ

دَلّا عَلَى تَجَرُّدِ الْخَيال   فَهْوَ مِثالُ عالَمِ الْمِثالِ[1]

یہ واضح رہے کہ: جو بدن قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس پر خاک کی چادر اڑھائی جاتی ہے وہ اس صورت مثالی کے علاوہ ہے کہ جو برزخ میں جائے گی۔ سوال وجواب اور حساب وکتاب بدن مثالی سے ہوگا، نہ کہ اس بدن خاکی سے، بدن خاکی میں حرکت ہی نہیں رہتی، وہ آنکھ کان وغیرہ سے درک کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا، چاہے قبر میں سالم رہے یا متلاشی ہو جائے۔

لیکن بدن مثالی کہ جو صورت انسانی ہے وہ نہیں مرتا بلکہ زندہ ہے اس کی بصیرت وادراکات میں کمی نہیں ہوتی بلکہ زیادتی ہو جاتی ہے اسی سے سوال وجواب ہوگا اور اسی پر برزخ میں ثواب وعقاب ہوگا۔

۱۔ شرح منظومہ سبزواری، مبحث طبیعیات، مبحث نفس، غرر فی الحواس الباطنیہ، ص۲۸۶ سے ۲۸۸ تک کاملا اس موضوع کو بیان کیا گیا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

اور بہت سی روایات میں عالم قبر، منکر و نکیر کا قبر میں آنا، قبر میں ثواب و عقاب اور اسی طرح کی تعبیرات جو بیان ہوئی ہیں، انکا سبب یہ ہے کہ عالم برزخ اس دنیا کے بعد ہے اور قبر کا مرحلہ بھی دنیوی زندگی کے بعد ہے اسی مناسبت کی وجہ سے عالم برزخ کو، عالم قبر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

جی ہاں؛ قیامت میں روح بدن کی ساتھ مورد ثواب و عقاب قرار پائے گی اور معاد جسمانی مذہب شیعہ کے مسلمات میں سے ہیں۔ خداوند متعال روز محشر روح کو بدن کے ساتھ حاضر کرے گا اور اس کے اعمال کا نتیجہ جزا و سزا کی صورت میں اسے پیش کرے گا۔

ہماری چونکہ بحث حشر و قیامت کی سلسلہ سے جاری ہے لہٰذا معاد جسمانی کی کیفیات اور اس کے بارے میں مختلف مذاہب کے نظریات مفصل بیان کرینگے انشااللہ۔

انسان کے تین عوالم؛ بدن، ذہن، نفس

مذکورہ تین عوالم یعنی عالم طبیعت، عالم برزخ اور عالم قیامت کی ثبوت کے لئے ان دلائل کے علاوہ کہ جو علوم الٰہیہ اور حکمت متعالیہ میں بیان ہوئی ہیں خود ہمارا وجدان نیز اس پر شاہد ہے ہمارے وجود کے تین مراتب ہیں۔

اول: ہمارا بدن مادہ اور طبیعت سے وجود میں آیا ہے اور اس میں تعمیر و تخریب اور تغیر و تبدل پایا جاتا ہے۔ اور ہمیشہ مادہ، زمان و مکان کے تغیر کے ساتھ اس میں بھی تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ ہمارا بدن اپنی تمام اعضا و جوارح مانند قلب و مغز، معدہ، آنکھ، ناک، کان، ہاتھ، پیر، وغیرہ اور اسی طرح بدن

Presented by Ziaraat.Com

کا ہر ذرہ ذرہ جیسے آنتیں، رگیں، گردہ، کلیجہ، پھیپڑے اور لاکھوں غدود ایک لمحہ کے لئے بھی ثابت نہیں رہتے اور مسلسل اپنی جوہری اور ذاتی حرکت میں مشغول ہیں اور نئی حالت پہلی حالت کی جائے گزین ہوتی رہتی ہے۔

دوم: یہ مرحلہ پہلے مرحلہ سے لطیف تر ہے کہ جس کو ذہن کہتے ہیں۔

ہمارا ذہن باطنی قوت مانند قوت مفکرہ، متخیلہ، واہمہ، حافظہ اور حس مشترک رکھتا ہے اور اپنے وجود میں ہزاروں شکل و صورت اور معنی سمونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔اور خود بھی ان معانی و صورتوں کو ایجاد کرتا ہے۔ ہمارے ذہن میں وزن و سنگینی نہیں پائی جاتی ہے، ہمارا ذہن مادی نہیں ہے پر مادہ کے آثار و کیفیت جیسے شکل و صورت، لذت و غم وغیرہ رکھتا ہے، ہمارا ذہن اپنے وجود میں خود اپنے ارادے سے ان موجودات کو بھی خلق کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے کہ جو اس عالم دنیا میں مادہ کے کثیف و گندیدے ہو جانے سے وجود میں نہیں آئی ہیں۔

ہمارے بدن کی حرکت ہمارے ذہن کے ارادے اور اس کے حکم کی وجہ سے ہوتی ہے جب تک انسان کسی چیز کے بجالانے کا قصد نہیں کرتا ہے اس کو انجام نہیں دے سکتا۔ ہم جس وقت اپنے گھر تھے ہم نے مسجد کا تصور کیا اور وہاں جانے کا ارادہ کرلیا اور اس کے فوائد کو بھی نظر میں رکھے تب ہمارے نفس نے ہمیں حکم دیا کہ اس ذہنی نقشہ کے مطابق حرکت کریں اور مسجد کی طرف روانہ ہوں۔

Presented by Ziaraat.Com

سوم: یہ مرحلہ ہماری حقیقت کا ہے کہ جسے نفس کہا جاتا ہے یہ ذہن سے بہت زیادہ بلند اور وسیع و لطیف ہے کیونکہ وہ شکل و صورت بھی نہیں رکھتا ہے. حدود و کیفیت سے بھی خالی ہے وہ ایک ایسی ماہیت ہے کہ جس کو ہم، تم، میں، وہ اس وغیرہ سے تعبیر کا کیا جاتا ہے۔ وہ سب سے بڑی قوت ہے اور بلند صفات کی حامل ہے، کیونکہ تمام باطنی قوتیں اور صفات و ملکات اسی کے زیر سایہ وجود پاتی ہے اور اسی کی وجہ سے باقی ہیں وہ ایسی حقیقت ہے کہ جو مادہ اور آثار و صورت مادہ سے خالی و مجرد ہے۔

حقیقت نفس کے بارے میں حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کی طرف منسوب اشعار

یہ ہمارے وجود کے تین مرحلے، وجود عوالم کے تین مراحل کے نموے ہیں؛ ہمارا بدن، عالم طبیعت کا نمونہ ہے ۔ ذہن، مثال متصل کا نمونہ ہے اور نفس ناطقہ اور ہماری حقیقت، عالم نفس کلی اور قیامت کبری کا نمونہ ہے اور اسی حقیقت کی طرف امیر المومنین حصرت علی علیہ السلام کے اشعار میں بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

دَوَآؤُكَ فيكَ وَ مَا تَشْعُرُ وَ دَآؤُكَ مِنْكَ وَ مَا تَبْصُرُ(۱)
وَتَحْسَبُ أَنَّكَ جِرْمٌ صَغيرٌ وَ فِيكَ انْطَوَى الْعَالَمُ الاكْبَرُ(۲)
وَ أَنْتَ الْكِتَابُ الْمُبِينُ الَّذِى بِأَحْرُفِه يَظْهَرُ الْمُضْمَرُ(۳)
فَلَا حَاجَةَ لَكَ فِي خَارِجٍ يُخَبِّرُ عَنْكَ بِمَا سُطِّرُ(۴)[1]

۱- دیوان منسوب بہ امیر المومنین علیہ السلام، طبع سنگی، قافیہ (را)۔

Presented by Ziaraat.Com

۱۔ اے انسان تیری دوا اور علاج خود تیرے وجود میں ہے مگر تو نہیں سمجھتا اور اس سے غافل ہے اور تیرا درد خود تیری وجہ سے ہے لیکن تجھے نظر نہیں آتا۔

۲۔ تو یہ سمجھتا ہے کہ ایک معمولی سا بدن اور جثہ ہے جبکہ خدائے متعال نے تیرے وجود میں عالم اکبر پوشیدہ کیا ہے۔

۳۔ تو خدائے متعال کی ایسی کھلی کتاب ہے کہ جس کا ایک ایک حرف حقائق و اسرار خداوندی کا مظہر ہے۔

۴۔ لہٰذا تجھے اپنے وجود کے علاوہ باہر کی کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے کہ جو خدا نے اپنے قلم سے لکھا ہے اس سے آگاہ کرے۔

اور انسان کے ان تینوں مراحل کی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دعا میں وضاحت ہوئی ہے کہ جو آپ نے ماہ شعبان میں نیمہ شعبان کے سجدے میں قرائت فرمائی ہے اور اسی طرح شب نیمہ شعبان کے سجدے میں ایک خاص کیفیت کے ساتھ نماز کے بعد بھی دعا کی صورت میں نقل ہوئی ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تینوں قوتیں ذات پروردگار کے لیے

شیخ طوسی نے کتاب مصباح المتہجد میں روایت ذکر کی ہے کہ جس کو حماد بن عیسی نے ابان بن تغلب سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ: شب نیمہ شعبان

Presented by Ziaraat.Com

حضرت رسول خداصلى الله عليه وآله وسلم اپنی زوجہ عایشہ کے پاس تھے جس وقت نصف شب ہوئی حضرت رسول خداصلى الله عليه وآله وسلم اپنے بستر سے اٹھے جب عایشہ کی آنکھ کھلی تو رسول خداصلى الله عليه وآله وسلم کو اپنے بستر پر نہیں پایا ان کے ذہن میں وہ تمام خیالات آنا شروع ہوگئے جو معمولا خواتین کی ذہن میں آتے ہیں۔ انہوں نے سوچا کہ رسول خداصلى الله عليه وآله وسلم اپنی دوسری ازواج کے حجرے میں چلے گئے ہیں، اسی وہم و گمان کو ذہن میں رکھ کر اپنے بستر سے اٹھیں اور چادر کواوڑھا اور خدا کی قسم ان کی چادر ریشم یا کھادی وغیرہ کی نہیں تھی، بلکہ اونٹ کے بالوں کی بنی ہوئی تھی۔رسول خداصلى الله عليه وآله وسلم کو ازواج کے حجروں میں تلاش کرنے لگیں۔ اسی دوران ان کی نظر رسول خداصلى الله عليه وآله وسلم پر پڑی ،کیا دیکھا کہ آپ سجدے کی حالت میں ہیں اور آپ کی کیفیت یہ ہے کہ جس طرح زمین پر لباس گرجاتا ہے روی زمین پر سجدہ کررہے ہیں، وہ آہستہ سے رسول خداصلى الله عليه وآله وسلم کے قریب گئیں اور کان لگا کر سنا کہ حضرت سجدہ میں کہہ رہے تھے :

سَجَدَ لَكَ سَوَادی وَ خَیَالِي، وَ آمَنَ بِكَ فُؤَادي؛ هَذه يَدَایَ وَ مَا جَنَيْتُهُ عَلَى نَفْسی. يَا عَظيمًا تُرْجَي لِكُلِّ عَظِيمٍ اغْفِرْ لِي ذَنْبِی الْعَظِيمَ؛ فَإنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذَّنْبَ الْعَظِيمَ إلَّا الرَّبُّ الْعَظِيمَ۔

یعنی اے میرے پروردگار میری سیاہی اور میرے خیال نے تجھے سجدہ کیا ہے ،اور تیرے اوپر میرا قلب ایمان لایا ہے یہ میرے دونوں ہاتھ اپنے نفس پر کوتاہیوں سے بھرے ہوئے ہیں ،اور ان میں وہ سب ہے کہ جو میں نے اپنے نفس پر ظلم وجفا کی ہے۔اے وہ عظیم کہ جس سے ہر بڑے کام کی امید رکھی جاتی ہے، اور تیری ذات سے متوسل ہوا جاتا ہے ، میرے گناہوں کو

Presented by Ziaraat.Com

بخش دے کہ جو بہت بڑے ہیں، کیوں کہ بڑے گناہوں کو تجھ عظیم و بزرگ پروردگار کے علاوہ کوئی نہیں بخش سکتا ہے۔

اس کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سر مبارک کو سجدہ سے اٹھایا اور دوبارہ پھر سجدے میں چلے گئے اور پھر عایشہ نے کان لگا تو آپ اس ذکر میں مشغول تھے:

أَعُوذُ بِنُورِ وَجْهِكَ الَّذی أَضَآءَتْ لَهُ السَّمٰوَاتُ وَ الارَضُونَ، وَ انْكَشَفَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ، وَ صَلُحَ عَلَيْهِ أَمْرُ الاوَّلِينَ وَ الاخِرِينَ مِنْ فُجَآءَةِ نِقْمَتِكَ وَ مِنْ تَحْوِيلِ عَافِيَتِكَ وَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ. اللَّهُمَّ ارْزُقْنِی قَلْبَاً تَقِيّاً نَقِيّاً وَ مِنَ الشِّرْكِ بَرِيئًا لَا كَافِراً وَ لَا شَقِيّاً.

یعنی اے مرے پروردگار میں تیری پناہ چاہتا ہوں، تیرے اس نور کے ذریعے، کہ جس سے آسمان و زمین روشن ومنور ہیں۔ اور جس کے ذریعے تاریکیاں برطرف ہوئیں اور اولین و آخرین کے امور صحیح ہوگئے کہ تو ناگہان مجھے عذاب میں ڈال دے۔اور عافیت کو بدل دے، اور مجھ سے نعمات چھین لے۔

خدایا: مجھے ایسا پاک و پاکیزہ دل عطا فرما، کہ جو شرک سے مبرا ہو، اور تیرا انکار نہ کرتا ہو اور اشقیا میں سے نہ ہو۔

پھر اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رخسار کو خاک پر رکھا اور فرمایا:

عَفَّرْتُ وَجْهِی فِی التُّرَابِ وَ حُقَّ لِی أَنْ أَسْجُدَ لَكَ۔

Presented by Ziaraat.Com

یعنی: میں نے تیرے مقام عظمت ربوبیت کی نسبت اظہار تذلل کے لئے اپنے رخسار کو خاک پر رکھا ہے اور یہی سزاوار ہے کہ میں تیرے لئے اپنے سر کو سجدے میں رکھوں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جیسے ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر سجدے سے اٹھایا اور بستر پر جانے کے لئے آمادہ ہوئے عایشہ لمبے قدموں سے اپنے بستر کی طرف دوڑیں اور عایشہ کی اس حرکت سے دیگر ازواج نے اظہار نارضایتی کیا۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ کس کی آواز ہے؟ کیا نہیں معلوم کہ یہ شب نیمہ شعبان ہے، اس شب میں مخلوقات کی روزی تقسیم ہوتی ہے۔ اور موت وحیات کا وقت معین ہوتا ہے۔ اور جو افراد حج بیت اللہ سے مشرف ہونا چاہتے ہیں، انہیں لکھا جاتا ہے، اور خداوند متعال اس شب میں اپنے بندوں کے گناہوں کو قبیلہ کلب کی بھیڑ بکریوں کے بالوں سے زیادہ بخش دیتا ہے۔ اور فرشتوں کو آسمانوں سے زمین مکہ پر نازل کرتا ہے[۱]۔

اس روایت کو سید ابن طاوس نے اقبال میں ذکر کیا ہے، اور اسکی سند کو وہی شیخ طوسی والی سند ابان بن تغلب نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے بیان کیا ہے۔

لیکن کہا ہے کہ عایشہ کے بجائے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود اپنی بعض ازواج کے پاس تھے، کہ زمخشری نے اپنی کتاب "نابق" یا "فایق" میں نقل کیا ہے

۱۔ مصباح المتہجد، طبع سنگی، اعمال نیمہ شعبان، ص۵۸۵۔

Presented by Ziaraat.Com

کہ ام سلمہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے گئیں، اور دیکھا کہ حضرت بقیع میں جانے کا ارادہ رکھتے ہیں، ام سلمہ لوٹ گئیں، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لائے، تو آپ نے ام سلمہ کی تیز رفتاری کے آثار پائے۔ لیکن اس روایت میں زمخشری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حالت سجدہ میں دعاوں کا ذکر نہیں کیا ہے۔

اور پھر سید ابن طاووس نے اس روایت کو مصباح میں شیخ کی روایت سے متصل کیا ہے اور اس کی نسبت ام سلمہ کی طرف حالت سجدہ میں دعائے رخسار کے ساتھ دی ہے[1]۔

لیکن اس کے بعد شیخ کی کتاب مصباح کی نسبت اس جملہ کا اضافہ کیا ہے کہ "يَغْفِرُ اللهُ تَعَالَى إلَّا الْمُشْرِك[2] أَوْ مُشَاحِنٍ أَوْ قَاطِعِ رَحِمٍ أَوْ مُدْمِنِ مُسْكِرٍ أَوْ مُصِرٍّ عَلَى ذَنْبٍ أَوْ شَاعِرٍ أَوْ كَاهِن"۔

یعنی خداوند متعال اس شب میں سب کو بخش دیتا ہے۔ مگر جس نے شرک کیا ہے یا جھوٹ اور باطل کی تبلیغ کی یا کسی نے قطع رحم کیا ہو، یا شراب خوری کو جاری رکھے، یا گناہوں پر اصرار کرے، یا جھوٹا خیال و گمان میں شعر کہے یا یہ دعوی کرے کہ میرے پاس عالم غیب سے جنوں کے ذریعے روابط ہیں وغیرہ۔

اور شیخ طوسی نے بھی مصباح المتہجد میں حسن بصری سے اور انہوں نے عایشہ سے اور شیخ صدوق نے دوسری سند سے، امام حسن علیہ السلام سے

---

۱ - اقبال، طبع سنگی، اعمال نیمہ شعبان، ص ۷۰۲ و ۷۰۳۔

۲ یہ احتمال زیادہ قوی ہے کہ: "إلَّا لمشْرِك" ہو۔

روایت نقل کی ہے، کہ آپ نے فرمایا: جو اعمال رسول خدا ﷺ نے شب نیمہ شعبان انجام دئے ہیں انہیں بجالایا جائے ان کا طریقہ یہ ہے آدھی رات گذرنے کے بعد دس رکعت نماز پڑھی جائے کہ جس کی ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورہ الحمد اور دس مرتبہ سورہ توحید اور پھر سجدہ میں جا کر یہ پڑھے:

اللَّهُمَّ لَكَ سَجَدَ سَوَادِی وَ خَيَالِي وَ بَيَاضِی، يَا عَظِيمَ كُلِّ عَظِيمٍ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي الْعَظِيمَ، فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُهُ غَيْرُكَ.

یعنی اے پروردگار تجھے میری سیاہی وخیال اور سفیدی نے سجدہ کیا اے بزرگوں کے بزرگ، میرے بڑے گناہوں کو بخش دے، کیونکہ تیرے علاوہ کوئی بخشنے والا نہیں ہے. اور پھر رسول خدا ﷺ نے فرمایا: جو شخص بھی اس عمل کو انجام دے اس کے گناہوں میں سے ۷۰ ہزار گناہ ختم ہو جائیں گے اور اس کے نامہ اعمال میں اتنی ہی نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کے ماں باپ کے ستر ۷۰ ہزار گناہ معاف ہو جائیں گے[1]۔

جی ہاں، ان دو روایات کو ذکر کرنے کا مقصد لفظ سواد وخیال اور فواد کہ جو پچھلی روایت میں تھا اور لفظ سواد وخیال اور بیاض کہ جو دوسری روایت میں ہے، بیان کرنا ہے، کیونکہ ان تینوں سے یہی تین عالم مراد ہیں، کہ جہاں انسان زندگی گزار رہا ہے۔ "سواد" سیاہی کی معنی میں ہے جو کہ عالم بدن اور مادہ سے کنایہ ہے اس لئے کہ عالم بدن وطبیعت مصائب وحوادث اور تغیرات

۱۔ مصباح المتہجد، طبع سنگی، ص ۵۸۳ و ۵۸۴، اور زاد المعاد، باخط تبریزی، ص ۲۸ نقل از صدوق۔

Presented by Ziaraat.Com

و کون وفساد،اور زمان ومکان کی محدودیت میں گرفتار ہے۔ جس طرح ان روایتوں میں "اظلم العوالم" سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی تاریک ترین عوالم۔

اور "خیال" یعنی عالم ذہن ومثال ہے کہ جو ہمیشہ صورتوں سے سروکار رکھتا ہے، اور اسکی فعالیت کا دائرہ شکل وصورت اور تصور وتصدیق سے تجاوز نہیں کرتا ہے۔

اور "بیاض" یعنی: سفیدی ہے جو کہ عالم نفس ناطقہ اور حقیقت انسان سے کنایہ ہے جو کہ مادہ وطبیعت اور نیز شکل وصورت اور حدود عالم مثال سے خالی ہے اور دریائے آزادی واطلاق میں غوطہ زن ہے، اور وہی فواد کا معنی ہے کہ جو پچھلی روایت میں ذکر ہوا ہے۔

اور سجدہ نام ہے نہایت تذلل اور عبودیت ومقام فنا کا، اس بنا پر اس کا معنی یہ ہوتا ہے: اے میرے پروردگار میں اپنے وجود کے تمام درجات و مراتب مانند طبیعت و بدن، خیال و مثال اور حقیقت نفس ،مقام تسلیم و عبودیت محض و فنا کی ساتھ تیرے آستانہ مقدس پر آچکا ہوں اور ان میں سے کوئی مرتبہ بھی استکبار واستقلال کا شائبہ نہیں رکھتا ہے۔

وجود انسان کی تینوں مراتب کا تذکرہ نیمہ شعبان کی مخصوص دعاؤں میں

اور اسی معنی کی آیت اللہ الحق والیقین زین الحکماء والعرفاء الشامخین الحاج میرزا جواد ملکی تبریزی اعلی اللہ تعالی مقامہ الشریف نے کتاب

Presented by Ziaraat.Com

"مراقبات" یا" اعمال السنہ" میں وضاحت فرمائی ہےاور اعمال شب نیمہ شعبان کی ضمن میں فرماتے ہیں کہ:

وَ منَ الْمُهِمّات سَجَداتٌ بِدَعَوات مَخْصوصَة، وَ فِی بَعْضها إشارَةٌ إلَى الْمَراتبِ الثَّلاثَة للإنْسان؛ حَيْثُ قالَ فيه: «سَجَدَ لَكَ سَوادی وَ خَيالِی وَ بَیاضی» وَ هُوَ كَالنَّصِّ بِعالَمه الْمَحْسوس، فَإنَّهُ مُرَكَّبٌ مِنْ مادَّة وَ مقْدارٍ، وَ عالَمه الْمثال وَ هُوَ مُرَكَّبٌ مِنْ صورَة وَ روحٍ، وَ عالَمه الْحَقیقی الَّذی بِه صارَ إنْسانًا یَعْنی حَقیقَةَ نَفْسه وَ هُوَ عالَمُهُ الَّذی لا صورَةَ فیه وَ لا مادَّةَ وَ هُوَ حَقیقَتُهُ الْعالِمَةُ اللَّطیفَةُ الرَّبّانیَّةُ الَّتی مَنْ عَرَفَها فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ؛ أیْ یَكونُ مَعْرِفَتُهُ وَسیلَةً لِمَعْرِفَة الرَّبِّ تَعالَی[1]۔

عبارت کا ترجمہ یہ ہے: شب نیمہ شعبان کی اعمال میں سے ایک اہم عمل سجدہ ہے کہ اس کے لئے مخصوص دعائیں ہیں، کہ جو منقول ہیں۔ اور بعض دعاؤں میں انسان کے موجودہ تین مراحل و مراتب کی طرف اشارہ ہوا ہے، کیونکہ اس میں پڑھا جاتا ہے۔ اے خدا تیرے لئے میری سیاہی و خیال اور سفیدی نے سجدہ کیا ہے اور یہ دعا نص کی مانند ہے۔ انسان کے عالم محسوس میں کہ جو مادہ اور مقدار سے مرکب ہے اور اس کے عالم مثال کے لئے جو کہ صورت اور روح سے مرکب ہے اور اس عالم حقیقت کے لیے کہ جس میں انسان انسان بنتا ہے۔ یعنی اس کی حقیقت نفس ناطقہ کہ جس میں نہ مادہ کا تصور ہے اور نہ صورت کا، اور وہی اس کا عالم حقیقت ہے، اور وہی مقام لطف ربانی ہے کہ جس کو اگر کوئی پہچان لے گویا اس نے اپنے خدا کو پہچان لیا ہے، یعنی معرفت نفس معرفت خدا کا وسیلہ ہو جائے گی۔

۱۔ المراقبات، ص ۸۵۔

Presented by Ziaraat.Com

نیز مرحوم نے زین الفقہا وجمال السالکین حاج شیخ محمد حسین کمپانی اصفہانی کے خط کے جواب میں کہ جس میں خداوند متعال کی معرفت کو حاصل کرنے کے طریقے و روش کے بارے میں سوال کیا گیا تھا اس معنی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: عجیب ہے کہ نیمہ شعبان کے سجدہ کی دعا میں خدا کی معرفت کے مراتب بیان کردئے گئے ہیں" سَجَدَ لَكَ سَوَادِی وَ خَيَالِي وَ بَيَاضِی"۔

اصل معرفت، اس وقت ہے کہ جب یہ تینوں مراتب فنا فی اللہ ہو جائیں اور حقیقت سجدہ بھی یہی ہے۔ عِنْدَ الْفَنَآءِ عَنِ النَّفْسِ بِمَرَاتِبِهَا يَحْصُلُ الْبَقَآءُ بِاللّٰهِ[1]۔

منکر و نکیر کے سوال و جواب کے بارے میں روایت

عالم قبر میں منکر و نکیر کے سوال اور جواب کے سلسلہ میں ایک عجیب روایت چار مشہور کتابوں میں نقل کی ہے۔

اول" تفسیر علیؒ بن ابراہیم" میں اس آیت شریفہ کے ذیل میں بیان ہوئی ہے:

" يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِينَ ءَامَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الاخِرَةِ"۔

اور انہوں نے اپنے جد بزرگوار سے اور انہوں نے علی بن مہزیار سے انہوں نے عمر بن عثمان سے انہوں نے مفضل بن صالح سے انہوں نے جابر

۱۔ اس خط کا نسخہ حقیر کے پاس موجود ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

سے انہوں نے ابراہیم بن العلاء سے[۱] انہوں نے سوید بن غفلہ سے روایت نقل کی ہے[۲]۔

دوم تفسیر عیاشی میں اسی آیت مبارکہ کے ذیل میں بغیر سلسلہ سند کے سوید بن غفلہ سے ذکر کیا ہے[۳]۔

سوم کافی میں سلسلہ سند اس طرح ذکر ہے: علی بن ابراہیم نے اپنے پدر بزرگوار سے انہوں نے عمرو بن عثمان اور بعض اصحاب سے انہوں نے سہیل بن زیاد سے انہوں بزنطی اور حسن بن علی سے انہوں نے ابی جمیلہ سے انہوں نے جابر سے انہوں نے عبدالعلی سے اور نیز علی بی ابراہیم سے انہوں نے محمد ابن عیسی سے انہوں نے یونس سے انہوں نے ابراہیم بن عبدالعلی سے انہوں نے سوید بن غفلہ سے[۴]۔

چہارم امالی شیخ میں اس طرح ہے کہ: ابن صلت سے انہوں نے ابن عقدہ سے انہوں نے قاسم بن جعفر بن احمد سے انہوں نے عباد بن احمد قزوینی سے انہوں نے اپنے چچا سے انہوں نے اپنے بابا سے انہوں نے جابر سے انہوں نے ابراہیم بن عبدالاعلی سے انہوں نے سوید بن غفلہ سے[۵]۔

۱۔ تفسیر میں ابن علا سے ذکر ہے لیکن کافی اور امالی میں شیخ عبدالعلی ذکر سے ہے۔

۲۔ تفسیر علی بن ابراہیم قمی، سورہ ابراہیم، ص ۳۴۶۔

۳۔ تفسیر عیاشی، سورہ ابراہیم، ج ۲، ص ۲۲۷۔

۴۔ کافی، کتاب الفروع، ج ۱، کتاب الجنائز، باب ان المیت یمثل لہ مالہ وولدہ و عملہ قبل موتہ، طبع سنگی، ص ۶۳، وطبع حیدری، ج ۳، ص ۲۳۱۔

۵۔ امالی شیخ طوسی، طبع مطبعہ نعمان نجف، ج ۱، ص ۳۵۹ ۔ وطبع سنگی، ص ۲۲۱/۲۲۲۔

Presented by Ziaraat.Com

نیز علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں ان تمام سے روایت ذکر کی ہے[۱]۔

البتہ اس روایت کے الفاظ میں بہت کم اختلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن ہم یہاں تفسیر علی بن ابراہیم سے عین عبارت کو نقل کر رہے ہیں۔ اس سلسلہ سند کے بعد کہ جس کا گذشتہ تذکرہ کیا سوید بن غفلہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے حدیث نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

قَالَ: إنَّ ابْنَ ءَادَمَ إذَا كَانَ فِي ءَاخِرِ يَوْمٍ مِنْ أَيَّامِ الدُّنْيَا وَ أَوَّلِ يَوْمٍ مِنْ أَيَّامِ الاخرَة، مُثِّلَ لَهُ مَالُهُ وَ وُلْدُهُ وَ عَمَلُهُ.

فَيَلْتَفِتُ إلَى مَالِهِ فَيَقُولُ: وَ اللهِ إنِّي كُنْتُ عَلَيْكَ لَحَرِيصًا شَحِيحًا؛ فَمَا لِي عِنْدَكَ؟

فَيَقُولُ: خُذْ مِنِّي كَفَنَكَ.

ثُمَّ يَلْتَفِتُ إلَى وُلْدِهِ فَيَقُولُ: وَ اللهِ إنِّي كُنْتُ لَكُمْ لَمُحِبًّا، وَ إنِّي كُنْتُ عَلَيْكُمْ لَمُحَامِيًا؛ فَمَاذَا لِي عِنْدَكُمْ؟

فَيَقُولُونَ: نُوَدِّيكَ إلَى حُفْرَتِكَ وَ نُوَارِيكَ فِيهَا.

ثُمَّ يَلْتَفِتُ إلَى عَمَلِهِ فَيَقُولُ: إنِّي كُنْتُ فِيكَ لَزَاهِدًا، وَ إنَّكَ كُنْتَ عَلَيَّ ثَقِيلًا؛ فَمَاذَا لِي عِنْدَكَ؟

فَيَقُولُ: أَنَا قَرِينُكَ فِي قَبْرِكَ وَ يَوْمَ حَشْرِكَ حَتَّى أُعْرَضَ أَنَا وَ أَنْتَ عَلَى رَبِّكَ.

فَإنْ كَانَ لِلَّهِ وَلِيًّا، أَتَاهُ أَطْيَبُ النَّاسِ رِيحًا وَ أَحْسَنُهُمْ مَنْظَرًا وَ أَحْسَنُهُمْ رِيَاشًا؛ فَيَقُولُ: أَبْشِرْ بِرَوْحٍ مِنَ اللهِ وَ رَيْحَانٍ وَ جَنَّةِ نَعِيمٍ؛ قَدْ قَدِمْتَ خَيْرَ مَقْدَمٍ.

فَيَقُولُ: مَنْ أَنْتَ؟

فَيَقُولُ: أَنَا عَمَلُكَ الصَّالِحُ، أَرْتَحِلُ مِنَ الدُّنْيَا إلَى الْجَنَّةِ.

وَ إنَّهُ لَيَعْرِفُ غَاسِلَهُ وَ يُنَاشِدُ حَامِلِيهِ أَنْ يُعَجِّلُوهُ.

۱۔ بحار الانوار، کتاب العدل والمعاد، طبع آخوندی، ج ۶، ص ۲۲۴ تا ص ۲۲۸۔

Presented by Ziaraat.Com

فَإِذَا أُدْخِلَ قَبْرَهُ أَتَاهُ مَلَكَانِ، وَ هُمَا فَتَّانَا الْقَبْرِ؛ يَجُرَّانِ أَشْعَارَهُمَا وَ يَبْحَثَانِ الارْضَ بِأَنْيَابِهِمَا، وَ أَصْوَاتُهُمَا كَالرَّعْدِ الْعَاصِفِ، وَ أَبْصَارُهُمَا كَالْبَرْقِ الْخَاطِفِ.

فَيَقُولَانِ لَهُ: مَنْ رَبُّكَ؟ وَ مَنْ نَبِيُّكَ؟ وَ مَا دِينُكَ؟ وَ مَا إِمَامُكَ؟

فَيَقُولُ: رَبِّيَ اللهُ، وَ مُحَمَّدٌ نَبِيِّي، وَ دِينِي الإِسْلَامُ، وَ عَلِيٌّ وَالائِمَّةُ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِمْ إِمَامِي.

فَيَقُولَانِ: ثَبَّتَكَ اللهُ بِمَا تُحِبُّ وَ تَرْضَى؛ وَ هُوَ قَوْلُ اللهِ: يُثَبِّتُ اللهُ الَّذِينَ ءَامَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ- الايَة.

فَيَفْسَحَانِ لَهُ فِي قَبْرِهِ مَدَّ بَصَرِهِ، وَ يَفْتَحَانِ لَهُ بَابًا إِلَى الْجَنَّةِ؛ وَ يَقُولَانِ لَهُ: نَمْ قَرِيرَ الْعَيْنِ، نَوْمَ الشَّابِّ النَّاعِمِ؛ وَ هُوَ قَوْلُهُ: أَصْحَبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَ أَحْسَنُ مَقِيلًا.

وَ إِذَا كَانَ لِرَبِّهِ عَدُوًّا، فَإِنَّهُ يَأْتِيهِ أَقْبَحُ خَلْقِ اللهِ رِيَاشًا وَ أَنْتَنُهُ رِيحًا.

فَيَقُولُ لَهُ: أَبْشِرْ بِنُزُلٍ مِنْ حَمِيمٍ وَ تَصْلِيَةِ جَحِيمٍ.

وَ إِنَّهُ لَيَعْرِفُ غَاسِلَهُ وَ يُنَاشِدُ حَامِلِيهِ أَنْ يَحْبِسُوهُ.

فَإِذَا دَخَلَ قَبْرَهُ أَتَيَاهُ مُمْتَحِنَا الْقَبْرِ، فَأَلْقَيَا عَنْهُ أَكْفَانَهُ؛ ثُمَّ قَالَا لَهُ: مَنْ رَبُّكَ؟ وَ مَنْ نَبِيُّكَ؟ وَ مَا دِينُكَ؟

فَيَقُولُ: لَا أَدْرِي.

فَيَقُولَانِ لَهُ: لَا دَرَيْتَ وَ لَا هُدِيتَ؛ فَيَضْرِبَانِهِ بِمِرْزَبَةٍ ضَرْبَةً مَا خَلَقَ اللهُ دَابَّةً إِلَّا وَ تَذْعَرُ لَهَا، خَلَا الثَّقَلَانِ.

ثُمَّ يَفْتَحُ اللهُ لَهُ بَابًا إِلَى النَّارِ؛ ثُمَّ يَقُولَانِ لَهُ: نَمْ بِشَرِّ حَالٍ، فَهُوَ مِنَ الضَّيِّقِ مِثْلُ مَا فِيهِ الْقَنَا مِنَ الزُّجِّ، حَتَّى أَنَّ دِمَاغَهُ يَخْرُجُ مِنْهَا مِمَّا بَيْنَ ظُفْرِهِ وَ لَحْمِهِ، وَ يُسَلِّطُ عَلَيْهِ حَيَّاتُ الارْضِ وَ عَقَارِبُهَا وَ هَوَامُّهَا فَتَنْهَشُهُ حَتَّى يَبْعَثَهُ اللهُ مِنْ قَبْرِهِ، وَ إِنَّهُ لَيَتَمَنَّى قِيَامَ السَّاعَةِ مِمَّا هُوَ فِيهِ مِنَ الشَّرِّ.

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: جب فرزند آدم کی دنیا سے رحلت کا وقت نزدیک آتا ہے، اور اس کی دنیوی دنوں میں سے ایک دن باقی

Presented by Ziaraat.Com

رہ جاتا ہے۔اور روز آخرت کے آغاز میں ایک دن باقی رہتا ہے، تین چیزیں مثالی صورت میں مجسم ہو کر اس کے سامنے آتی ہیں: اس کا مال، اس کی اولاد اور اس کا عمل۔ پس وہ ان کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اپنے مال کی طرف نظر کرتا ہے اور کہتا ہے: خدا کی قسم میں تیری جمع آوری کے لئے بہت حریص تھا اور تجھے خرچ کرنے کے اعتبار سے بہت کنجوس تھا، میری اس تنگدستی اور غربت کے عالم میں تو میرے کیا کام آسکتا ہے؟

مال جواب دیتا ہے: فقط مجھ سے تو اپنا کفن لے سکتا ہے۔

اس کے بعد اپنے بچوں کی طرف نظر ڈالتا ہے،اور کہتا ہے کہ خدا کی قسم میں تم سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا اور تمہاری ہر حالت میں حفاظت ومدد کرتا تھا. تم تک کسی غم واندوہ کو نہیں پہنچنے دیتا تھا. اب یہ میرے سامنے ایسا خطرناک موقعہ ہے، تم میری لئے کیا کر سکتے ہو؟وہ جواب میں کہتے ہیں: ہم تجھے قبر کی طرف لے جائیں گے اور مٹی کے درمیان تجھے چھپادیں گے۔

مرنے کے بعد انسان کا عمل اس کا رفیق ہے

اور پھر وہ اپنے اعمال صالح کی طرف نظر کرتا ہے کہ جو اس نے اس دنیا میں انجام دیے ہیں اور کہتا ہے: میں تمہیں بجالانے کی نسبت بہت زیادہ بے رغبت تھا، اور تم میری لئے بہت زیادہ سخت تھے، آج تم سے کیا میری نجات کا سامان فراہم ہو سکتا ہے؟

Presented by Ziaraat.Com

اس کے جواب میں عمل کہتا ہے: میں تیرا دوست اور چاہنے والا ہوں، قبر میں بھی تیرے ساتھ رہوں گا. اور روز محشر بھی تجھ سے دور نہیں ہوں گا، یہاں تک کہ ہم دونوں پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہو جائیں گے۔

اور اگر وہ شخص جو جانکنی کی حالت میں ہے ولی خدا کا مطیع و فرمانبردار ہو تو ایسی شخصیت اس کے پاس آتی ہے کہ جو خوشبو میں معطر اور اس کا جمال سب سے زیبا تر ہوتا ہے اور لباس فاخرہ زیب تن ہوتا ہے وہ کہتی ہے: اے دنیائے فانی کو ترک کرنے والے، بارگاہ الٰہی اور جنت میں نعمات سے فیضیاب ہونے اور امن واماں کی بشارت ہو و خوش آمدید.

یہ بندہ خدا اس سے سوال کرتا ہے تو کون ہے؟

وہ جواب میں کہتا ہے کہ: میں تیرا نیک عمل ہوں کہ جو دنیا سے جنت کی طرف آرہا ہوں۔

اور مرنے والا غسل دینے والے کو پہچانتا ہے اور ان افراد کو قسم دیتا ہے کہ جو اس کا جنازہ اپنے کاندھے پر اٹھاتے ہیں کہ مجھے جلدی میری منزل قبر تک پہنچا کر سپرد خاک کردیں۔

اور جب اس کو قبر میں داخل کرتے ہیں تو دو ملک اس سے سوال و جواب کے لئے قبر میں اس کیفیت سے داخل ہوتے ہیں کہ ان کی بلند بال زمین پر خط دیتے ہیں اور اپنے دانتوں کو زمین میں گاڑتے ہیں اور ان کی آواز اتنی خوفناک ہوتی ہے، گویا آسمان میں گرج ہو اور ان کی آنکھیں ایسی دہشت انگیز اور وحشتناک ہوتی ہیں گویا سیاہ آسمان میں بجلی کی چمک۔

Presented by Ziaraat.Com

مومن وکافر سے منکر و نکیر کے سوال وجواب

اور وہ دونوں سوال کرتے ہیں : تیراپروردگار کون ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟اور تیرادین کیا ہے ؟اور تیراامام کون ہے ؟

وہ جواب میں کہتا ہے : میراپروردگار اللہ ہے جو کہ واحد ویکتا ہے . اور میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں . اور میرا دین اسلام ہے . اور علی ابن ابی طالب علیہ السلام میرے امام ہیں. وہ دونون جواب سن کر کہتے ہیں : خداوند متعال تجھے اس پر ثابت قدم رکھے کہ جو تیری خوشنودی اور محبت کا سبب ہے . اور یہ ان کا کہنا خداوند کے قول کی روشنی میں ہے کہ " خداوند متعال ان لوگوں کو دنیاو آخرت میں ان کے قول پر ثابت رکھتا ہے".

پس جہاں تک اس آنکھ کا نور پہنچتا ہے اوراس کی آنکھیں دیکھتی ہیں اسکی قبر کو وسیع کردیتے ہیں اوراس کی طرف جنت کا دروازہ کھول دیتے ہیں اوراس سے کہتے ہیں: راحت وآرام اور ٹھنڈی آنکھوں کے ساتھ خوشحال ایک تندرست وسالم جوان کی مانند چین کی نیند سوتا رہ اور یہ ان کابشارت دینا خداوند متعال کی قول کی روشنی میں ہے کہ فرمایا : "اہل بہشت اس موقع پر بہترین چین وسکون کی جگہ ہونگے"۔

اور اگر مرنے والا دشمناں الہی میں سے ہوگا تو ایسا شخص اس کے پاس آئے گا کہ جس کا لباس بہت زیادہ گندہ اور اس کی بدن کی بدبو نفرت انگیز اور پھیلنے والی ہوگی . اور اس شخص سے کہے گا : کہ تجھے تار کول اور شدید گرم پانی اور جہنم میں جانے کی بشارت ہو. اور وہ بھی اس شخص کو پہچانتا ہے کہ جو اس

Presented by Ziaraat.Com

کو غسل دیتے ہیں، وہ ان افراد کو قسم دیتا ہے کہ جو اس کے جنازے کو کاندھے پر اٹھائے ہوئے ہیں کہ کچھ دیر صبر کریں اور قبر کی طرف لے جانے سے پرہیز کریں. اور جب قبر میں لٹا دیا جاتا ہے تو دو فرشتہ قبر میں وارد ہوتے ہیں اور اس کے کفن کے بندو کو کھول دیتے ہیں اور اس کے بعد اس سے کہتے ہیں:

بتا: تیرا پروردگار کون ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ اور تیرا دین کیا ہے؟ اور وہ جواب میں کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا. وہ فرشتے کہتے ہیں: تو نہیں جانتا اور تو نے راہ ہدایت پر قدم نہیں رکھا[۱] اور پھر ایک بھاری گرز سے اس طرح سزا دیتے ہیں کہ جن وانس کے علاوہ تمام مخلوق خوف زدہ ہو جاتی ہے۔

اور پھر خداوند متعال اس کی طرف جہنم کا ایک دروازہ کھول دیتے ہیں۔ اور پھر وہ دونوں ملک اس سے کہتے ہیں کہ ان بدترین حالات میں سو جا اور وہ قبر اس قدر اس کے لئے تنگ اور باعث فشار ہوتی ہے کہ جیسے نیزہ کی نوک اپنے دستہ میں جانے کے بعد تنگ اور دونوں حصوں میں جکڑ جاتی ہے. اور اس حد تک فشار ہوتا ہے کہ اس کا مغز اس کے ناخنوں کے ذریعہ نکلنے لگتا ہے۔ نیز اس حال میں زمین کی سانپ اور بچھو اس پر لپٹ جاتے ہیں اور تمام کیڑے مکوڑے لپٹ کر اس وقت تک ہمیشہ اسے ڈستے رہتے ہیں کہ جب تک خداوند متعال روز محشر اس سے حساب وکتاب کے لئے قبر سے خارج کرے۔ اور وہ ہمیشہ آرزو و تمنا کرتا رہتا ہے کہ جلدی قیامت برپا ہو جاتی اور شدت

---

۱ - ممکن ہے کہ " لَا دَرَیْتَ وَ لَا هُدِیتَ " کا معنی ملامت و بدعا ہو لہٰذا اس معنی کے اعتبار سے یہ معنی ہو سکتا: کہ تو نے نہ علم حاصل کیا اور نہ ہدایت حاصل کی۔

Presented by Ziaraat.Com

مصیبت سے یہ گمان کرتا ہے کہ قیامت برپا ہونے سے اس کے عذاب میں کمی ہو جائے گی۔

کافر کی قبر پر عذاب کی سختی

ہم نے یہاں تک جو ذکر کیا یہ وہ روایت تھی کہ جو دیگر کتب میں ذکر ہے لیکن تفسیر عیاشی اور کافی میں اس متن کے علاوہ اس عبارت کا اور اضافہ ہے:

وَ قَالَ جَابِرٌ: قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ ءَالِه: إِنِّي كُنْتُ أَنْظُرُ إِلَى الإِبِلِ وَ الْغَنَمِ وَ أَنَا أَرْعَاهَا؛ وَ لَيْسَ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا وَ قَدْ رَعَى الْغَنَمَ، وَ كُنْتُ أَنْظُرُ إِلَيْهَا قَبْلَ النُّبُوَّةِ وَ هِيَ مُتَمَكِّنَةٌ فِي الْمَكِينَةِ، مَا حَوْلَهَا شَيْءٌ يُهَيِّجُهَا حَتَّى تَذْعَرُ فَتَطِيرُ.

فَأَقُولُ: مَا هَذَا وَ أَعْجَبُ، حَتَّى حَدَّثَنِي جَبْرَئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:إِنَّ الْكَافِرَ يُضْرَبُ ضَرْبَةً مَا خَلَقَ اللهُ شَيْئًا إِلَّا سَمِعَهَا وَ يَذْعَرُ لَهَا إِلَّا الثَّقَلَيْنِ.

فَقُلْتُ: ذَلِكَ لِضَرْبَةِ الْكَافِرِ، فَنَعُوذُ بِاللهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ.

جابر کہتے ہیں کہ: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: میری عادت یہ تھی کہ میں جب اونٹوں اور بھیڑوں کو چراگاہ میں لے جاتا تھا جبکہ خداوند عالم نے کسی بھی نبی کو مبعوث بہ رسالت نہیں کیا مگر وہ بھیڑوں کو چراتا تھا، میں بھی مبعوث ہونے سے پہلے بھیڑ بکریاں چراتا تھا۔ وہ ایک محفوظ جگہ اپنی غذا چرنے میں مشغول رہتی تھیں اور ان کے اطراف میں کوئی ایسی چیز نہیں تھی کہ جو ان کو اکساتی جبکہ میں نے کتنی بار دیکھا کہ وہ اچانک ڈرتی ہیں اور اپنی جگہ سے کودنے لگتیں۔ میں خود سے کہتا تھا: یہ کیا ماجرا ہے؟ اور تعجب میں پڑ جاتا تھا یہاں تک کہ جبرئیل

Presented by Ziaraat.Com

نے آکر مجھے خبر دی کہ جب کافر اس دنیا سے جاتا ہے تو فرشتے اس کو کوڑے مارتے ہیں تو جن وانس کے علاوہ تمام مخلوق ان کی آواز سے ڈرتی ہے۔ پس میں نے کہا: وہ بھیڑوں اور اونٹوں کا وحشت اور اضطراب اسی سبب سے تھا کہ جو کافروں کے مرنے کے وقت سزا دی جاتی ہے! میں خدا کے عذاب قبر سے پناہ چاہتا ہوں۔

مردے کی مثالی صورت کے مشاہدے کی داستان

آیۃ الحق والیقین ترجمان قرآن و سلمان زمان آیۃ اللہ حاج شیخ محمد جواد انصاری ہمدانی مرحوم اعلی اللہ مقامہ الشریف نقل کرتے ہیں کہ: میں ہمدان کی ایک سڑک سے گزر رہا تھا، میں نے دیکھا کہ لوگ ایک جنازے کو اپنے کاندھوں پر اٹھائے ہوئے قبرستان لئے جارہے ہیں اور کچھ افراد تشیع جنازہ کر رہے ہیں۔

لیکن اس کو ملکوتی پہلو سے دیکھا کہ اس کو ایک بہت زیادہ مبہم و گہری تاریکی کی طرف لے جارہے ہیں، اور اسکی روح مثالی جنازے کے اوپر بیٹھی ہوئی اس کی ساتھ جارہی ہے، اور بار بار چاہتی ہے کہ خدا سے اپنی نجات کا سوال کرے کہ خدایا نجات دے، مجھے وہاں نہ لے جائیں۔ لیکن اس کی زبان پر خدا کا نام جاری نہیں ہورہا ہے، وہ وہاں لوگوں کی طرف رخ کرکے کہتا ہے کہ اے لوگو! مجھے نجات دو میرا ساتھ دو کہ مجھے یہ نہ لے کر جائیں اس کی آواز کسی کے کان میں نہیں پہنچتی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

مرحوم اعلی اللہ مقامہ فرماتے ہیں کہ میں صاحب جنازہ کو اچھی طرح جانتا تھا وہ ہمدان کا ظالم و ستمگر حاکم تھا۔

میرا ایک دوست ڈاکٹر حسین احسان، خدا اس پر رحمت نازل فرمائے، بہت زیادہ مہذب اور متدین تھا، طہران میں اسکا مطب تھا لیکن سردی کے چھ ماہ میں وہ کربلا و دیگر زیارات کے لے چلا جاتا تھا اور کربلا میں بھی طبابت کرتا تھا اور غرباء سے علاج کے پیسے نہیں لیتا تھا بلکہ خود ہی بعض غرباء کو دوا اور مخارج کے پیسے بھی دے دیتا تھا اور بہت زیادہ سادہ زندگی گزارتا تھا تقریبا پندرہ برس ہوگئے اسے دنیا سے رحلت کئے ہوئے اس نے ہم سے بیان کیا کہ: ایک روز میں کاظمین کی زیارت سے مشرف ہوا اور نہر کے راستے سے کاظمین پہنچا، شط دجلہ سے کاظمین کا راستہ ہے اور وہاں سے حرم کا کچھ دور کا فاصلہ ہے. وہاں میں نے دیکھا کہ ایک جنازے کو گاڑی سے لایا گیا اور لوگوں نے گاڑی سے اتار کر اسے اپنی دوش پر اٹھایا اور حرم مطہر کے صحن میں تشیع جنازہ کرکے لے جانے لگے۔

عراق میں یہ رسم ہے کہ جب کوئی شیعوں میں سے انتقال کرتا ہے تو اس کے قبیلہ اور خاندان والے اس کی جنازے کو تابوت میں رکھ کر گاڑی میں سوار کرتے ہیں اور اسی طرح تشییع جنازہ والے افراد مختلف گاڑیوں میں سوار ہوکر جنازے کے گاڑی کے ساتھ چلتے ہیں. اور کاظمین، کربلا میں حرم کا طواف کراکے وہاں سے نجف اشرف لے جاتے اور حرم مطہر کا طواف انجام دے کر وادی السلام میں دفن کردیتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

وہ مرحوم کہتے ہیں کہ جب وہ جنازہ کو صحن حرم مطہر کی طرف لے جا رہے تھے تو میں بھی جنازے کے پیچھے پیچھے چلنے لگا. کیونکہ میں بھی زیارت سے مشرف ہونے کا ارادہ رکھتا تھا کچھ دور چلا تھا کہ اچانک کیا دیکھا کہ ایک کالا خوفناک کتا جنازے پر بیٹھا ہوا ہے میں نے بہت تعجب کیا اور سوچنے لگا کہ یہ کتا جنازے پر کیوں بیٹھا ہے اور اس بات سے غافل تھا کہ یہ مرنے والے کا مثالی بدن ہے اور دنیوی کتا نہیں ہے. جو لوگ میرے اطراف میں تشییع جنازہ میں ساتھ تھے میں نے ان سے سوال کیا جنازے کی اوپر کیا ہے؟ جواب دیا: کچھ بھی نہیں ہے بس یہی کپڑا ہے کہ جو تم دیکھ رہے ہو۔

میں سمجھ گیا کہ یہ کتا اس مرنے والے کی صورت مثالی ہے اور اسے فقط میں دیکھ رہا ہوں باقی کسی کو نہیں دکھائی دے رہا ہے۔

میں خاموش رہا یہاں تک کہ جنازے کو صحن حرم مطہر تک پہنچا دیا جیسے ہی چاہتے تھے کہ تابوت کو صحن میں داخل ہو کر ضریح کے طواف کے لئے اندر لے جائیں میں نے دیکھا کہ وہ کتا دروازے پر تابوت سے نیچے کود پڑا اور ایک گوشہ میں کھڑا ہو گیا یہاں تک کہ جنازے کو طواف کرایا اور جب صحن حرم مطہر سے نکلے وہ کتا دوبارہ تابوت پر کود کر سوار ہو گیا اور جنازے پر بیٹھ گیا۔

یہ بات واضح رہے کہ وہ صاحب جنازہ ایک ظالم و جابر شخص تھا کہ اسکی شکل و صورت کتے کی شکل میں مجسم ہو گئی. اور کیونکہ دیکھنے والے مرحوم

Presented by Ziaraat.Com

پاکیزہ باطن رکھتے تھے کہ فقط انہوں نے اس چیز کو درک کیا اور دوسروں کو کچھ دکھائی نہیں دیا۔

جو لوگ اپنا محاسبہ رکھتے ہیں ان کی راہ بہت آسان ہے

جی ہاں! ہم جس دنیا میں زندگی بسر کر رہے ہیں اس کا ایک روز حساب و کتاب ہوگا، کلمات الٰہی اور انبیاء واولیاء الٰہی کا پیغام بغیر حساب و کتاب نہیں ہے۔

خداوند متعال نے ہمیں دو طاقتیں عطا کیں ہیں ایک باطنی قوت جسے عقل کہتے ہیں، اور دوسرے خارجی کہ جو دین ومذہب اور سیرت اولیا خدا ہے۔

انسان کو چاہیے کہ وہ گناہ انجام نہ دے یہ دنیا کھیل اور تماشے کا بازار نہیں ہے اور انسان کو یہاں بے کار و عبث پیدا نہیں کیا گیا ہے۔

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَ أَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ[۱]۔

کیا تم گمان کرتے ہیں کہ ہم نے تمہیں عبث و بیہودہ پیدا کر دیا ہے اور تم ہماری طرف پلٹائے نہیں جاؤ گے؟

خرامیدن لاجوردی سپہر   همان گرد گردیدن ماه و مهر
مپندار کاین چرخ بازی گریست   سراپرده‌اىن چنین سرسری است

(سورج کی صبح وشام رفت وآمد اور چاند تاروں کا گردش پر یہ گمان نہ کرو کہ یہ نظام شمسی و رات و دن کا آنا جانا کوئی کھیل ہے بلکہ ان کے پیچھے ایک عظیم راز ہے)

۱۔ سورہ مومنون، آیت ۱۱۵۔

Presented by Ziaraat.Com

امیر المومنین علیہ السلام کا یہ فعل حکمت سے خالی نہیں تھا کہ جب آپ تلاوت قرآن کے وقت اس آیہ پر پہنچتے تھے "أَيَحْسَبُ الإنسنُ أن يُتْرَكَ سُدًى"[۱] کو تکرار کرتے تھے اور زیر لب بھی پڑھا کرتے تھے۔

اگر انسان تنہایی کے عالم میں گناہ کا مرتکب ہو تو وہ یہ گمان نہ کرے کہ کسی نے اسے نہیں دیکھا یا کسی کو اس کے گناہ کا علم نہیں ہوا خدا ہے اعمال کو لکھنے والے فرشتے ہیں اور نیت و شکل و صورتوں کا محاسبہ کرنے والے ہیں بھلے دنیا میں حساب وکتاب نہ ہو لیکن روز محشر ضرور ہوتا ہے۔

جن لوگوں نے اپنا محاسبہ کرلیا ہے ان کی منزل بہت آسان ہے اور وہ بہترین اور اچھے راستے سے گزر کر خدا کی پناہ میں راحت و آرام کی جگہ پر فائز ہونگے۔

لیکن جن افراد نے اس عالم دنیا کو عبث اور بغیر مدبر گمان کرکے بے عدالتی اور ظلم سے کام لیا ہے، وہ گرفتار ہیں اور فقط خدا جانتا ہے کہ کب یہ اس گرفتاری سے نجات پائیں گے انہیں سکرات موت، منکر ونکیر، عذاب قبر، محشر، پل صراط و میزان اور جہنم میں ابدی قیام اور برے اعمال کا محاسبہ کرنے والے فرشتوں کی ہمراہی وغیرہ کا سامنا پڑیگا۔

اگر انسان آج اپنے نفس کا محاسبہ نہیں کرتا تو کل انسان کا محاسبہ ضرور ہوگا اور اسے اس بار شرمندگی اٹھانا پڑیگا۔

۱۔ سورہ قیامت، آیت ۳٦۔

Presented by Ziaraat.Com

پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: "الدُّنْيَا مَزْرَعَةُ الآخِرَةِ"[1] دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

اور امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

أَلَا فَحَاسِبُوا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوا، فَإِنَّ فِي الْقِيَامَةِ خَمْسِينَ مَوْقِفًا كُلُّ مَوْقِفٍ مَقَامُ أَلْفِ سَنَةٍ[2]۔

اور نیز کافی میں سند متّصل کی ساتھ ابراہیم بن عُمر یمانی نے حضرت موسی بن جعفر صلوات اللہ وعلیہما السلام سے روایت نقل کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يُحَاسِبْ نَفْسَهُ فِي كُلِّ يَوْمٍ، فَإِنْ عَمِلَ حَسَنًا اسْتَزَادَ اللهَ، وَ إِنْ عَمِلَ سَيِّئًا اسْتَغْفَرَ اللهَ مِنْهُ وَ تَابَ إِلَيْهِ[3]۔

کوئی شخص ہم میں سے اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک وہ ہر روز اپنے نفس کا محاسبہ نہ کرلے، پس اگر اس نے نیک عمل انجام دیا تو وہ اس میں

---

۱ - احیاء العلوم، ج ۴، ص ۱۸۔

۲ - بحار الانوار، ج ۱۵، جزدوم جو کہ اخلاق پر مشتمل ہے ص ۴۰ پر مجالس شیخ مفید اور امالی شیخ طوسی سے روایت کی ہے اور جو کہ امالی طوسی، ج ۱، ص ۳۴ و ص ۱۰۹ پر ذکر ہے۔ آگاہ ہو جاؤ: اپنے نفس کا محاسبہ کرلو قبل اس کے کہ خود تمہارا محاسبہ کیا جائے کیونکہ قیامت میں محاسبہ کے پچاس مقامات ہیں کہ جن میں سے ہر ایک پر حساب وکتاب میں ایک ہزار سال لگیں گے۔

۳ - اصول کافی، ج ۲، ص ۴۵۳۔ اور کیونکہ یہ حدیث بھی وصیت کا ایک فقرہ ہے کہ جو حضرت موسی بن جعفر علیہما السلام نے ایک طولانی اور مفصل ہشام کو وصیت فرمائی ہے لہذا یہ لفظ بھی اسی وصیت کے ضمن میں "تحف العقول" ص ۳۸۳ میں اور "بحار الانوار" ج ۱، میں ص ۴۳ پر تحف العقول سے نقل ہوا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

اضافہ کی خداوند سے توفیق طلب کرتا ہے اور اگر برا عمل انجام دیا تو استغفار کرتا ہے اور خداوند متعال سے توبہ کرتا ہے۔

پوری گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر انسان نے اپنے گناہ کا جبران کرلیا اور حقوق الناس کو ادا کیا اور خداوند متعال کی اطاعت و بندگی سے سرپیچی نہیں کی اس کا سفر آخرت نہ صرف یہ کہ آسان ہے بلکہ قابل استقبال ہے اور آسمان کے فرشتے اور جنت کی حوریں اسے مبارکباد پیش کریں گے۔ اور ملائکہ اس پر رحمت کے منتظر ہوں گے۔

مومن کے انتقال کے وقت اس کی کامیابی پر ابلیس کا افسوس

علامہ مجلسی بحارالانوار میں ایک روایت کہ جس کی سند مرسلہ ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ:

إذَا رَضِىَ اللهُ عَنْ عَبْد قَالَ: يَا مَلَكَ الْمَوْتِ اذْهَبْ إلَى فُلَانٍ فَأْتِنِى بِرُوحِه، حَسْبِى مِنْ عَمَلِه، قَدْ بَلَوْتُهُ فَوَجَدْتُهُ حَيْثُ أُحِبُّ.

فَيَنْزِلُ مَلَكُ الْمَوْتِ وَ مَعَهُ خَمْسُ مِائَة مِنَ الْمَلئكَة مَعَهُمْ قُضْبَانُ الرَّيَاحِينَ وَ أُصُولُ الزَّعْفَرَانِ، كُلُّ وَاحِدِ مِنْهُمْ يُبَشِّرُهُ بِبِشَارَةِ سِوَى بِشَارَةِ صَاحِبِه.

وَ يَقُومُ الْمَلئكَةُ صَفَّيْنِ لِخُرُوجِ رُوحِه، مَعَهُمُ الرَّيْحَانُ؛ فَإذَا نَظَرَ إلَيْهِمْ إبْلِيسُ وَضَعَ يَدَهُ عَلَى رَأْسِه ثُمَّ صَرَخَ؛ فَيَقُولُ لَهُ جُنُودُهُ: مَا لَكَ يَا سَيِّدَنَا؟فَيَقُولُ: أمَا تَرَوْنَ مَا أُعْطِىَ هَذَا الْعَبْدُ مِنَ الْكَرَامَة؟ اَيْنَ كُنْتُمْ عَنْ هَذَا؟ قَالُوا: جَهَدْنَا بِه فَلَمْ يُطِعْنَا[1]۔

۱۔ بحارالانوار، کتاب العدل والمعاد، ج ۶، ص۱۶۱۔

Presented by Ziaraat.Com

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب خداوند متعال اپنی بندے سے راضی ہوتا ہے تو موت کے فرشتے سے کہتا ہے کہ: اے ملک الموت میری طرف سے فلاں شخص کے پاس جا اور اسکی روح قبض کرکے میرے پاس لے آ۔ میں نے اس کا امتحان لے لیا ہے اس نے جو نیک اعمال انجام دئے ہیں وہ اسکے لے کافی ہیں، اور میں نے اس مقام و منزل پر پایا کہ جسے میں دوست رکھتا ہوں۔ ملک الموت بارگاہ خداوندی سے نازل ہوتا ہے، اس کیفیت میں کہ اس کے ہمراہ پانچ سو فرشتے اپنے ہاتھوں میں پھولوں اور زعفران کے گلدستہ لئے ہوتے ہیں، اور ان میں سے ہر ایک فرشتہ اسے الگ الگ بشارتیں دیتا ہے اور پھر فرشتے گلدستوں کو ہاتھوں میں لیتے ہیں اور قبض روح کے لئے اس کے دونوں طرف طولانی صف بناتے ہیں. جیسے ہی شیاطین کا سردار ابلیس اس منظر کو دیکھتا ہے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو پکڑ کر فریاد کرتا ہے۔

جب ابلیس کے پیروکار اسے اس حال میں دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں: اے ہمارے سید و سردار کیا کوئی حادثہ پیش آگیا جو آپ ایسی حالت میں ہیں؟ ابلیس کہتا ہے: کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ یہ خدا کا بندہ کس قدر قابل کرامت و احترام قرار پایا ہے؟ تم لوگ کہاں تھے کہ اس پر تمہاری نظریں نہیں پڑیں؟.

وہ سب کہتے ہیں: کہ اے ہمارے سردار ہم نے اسے راہ مستقیم سے کافی ہٹانے کی کوشش کی ہماری کسی بات نے اس پر اثر نہیں کیا۔

Presented by Ziaraat.Com

البتہ اس روایت میں پانچ سو فرشتوں کی تعداد مومن کی وسعت و ظرفیت کے اعتبار سے ہے، وگرنہ مومن کا درجہ خدا کے نزدیک اس سے کہیں زیادہ بلند ہے. وہ ہزار دس ہزار یا ستر ہزار فرشتے بھی بھیج سکتا ہے۔

صبح عاشورا بریر بن خضیر ہمدانی کا واقعہ

بریر بن خضیر ہمدانی سید الشہدا علیہ السلام کے جلیل القدر صحابی اور قاری قرآن تھے اور مسجد کوفہ میں بیٹھ کر درس احکام اور قرآن دیا کرتے تھے۔ صبح عاشورہ بریر، عبد الرحمٰن عبد ربہ انصاری کے ہمراہ خیمہ کے دروازے پر کھڑے ہوئے سید الشہدا علیہ السلام کے خیمے سے باہر آنے کا انتظار کر رہے تھے۔ بریر بن خضیر نے اس موقع پر عبد الرحمٰن کے ساتھ مزاح کرنا شروع کر دیا۔

عبد الرحمٰن نے ان سے کہا: مزاح نہ کریں خدا کی قسم یہ وقت مذاق کرنے کا نہیں ہے۔

بریر نے جواب میں کہا: خدا کی قسم میرے تمام اہل خاندان اور جاننے والے جانتے ہیں کہ میں نے کبھی مذاق یا بیہودہ گفتگو نہیں کی ہے. نہ عالم جوانی میں اور نہ عالم پیری میں لیکن میں اس وقت اس چیز پر بے حد خوشحال مسرور ہوں، جو چند لمحوں بعد ملنے والی ہے۔ خدا کی قسم ہمارے اور جنت کی حوروں سے ملاقات کے درمیان اتنا فاصلہ رہ گیا ہے. کہ اس قوم کی

Presented by Ziaraat.Com

طرف سے ایک حملہ ہوا اور ہم جان کو فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت میں فدا کریں اور میں کتنا مشتاق ہوں کہ یہ کام جلدی ہو جائے[1]۔

وعده وصل چون شودنزديك   آتش عشق شعله ور گردد

(جب وصال کا وعدہ نزدیک ہو جاتا ہے تو آتش عشق شعلہ ور ہو جاتی ہے)

قَوْمٌ إذا نودوا لدَفْعِ مُلِمَّة   وَ الْقَوْمُ بَيْنَ مُدَعَّسٍ وَ مُكَرْدَسِ
لَبِسوا الْقُلوبَ عَلى الدُّروعِ وَ أقْبَلوا   يَتَهافَتونَ عَلَى ذِهابِ الانْفُسِ

(جب قوم کو کسی اہم امر سے دفاع کے لیے بلایا اور وہ قوم اس معاملے کی مثبت و منفی پہلوؤں کے درمیان پس و پیش میں نظر آئی، تو انہوں نے اپنے دلوں پر زرہ پہن لی اور آگے بڑھے اور اپنی جان نثار کرنے کو تیار ہو گئے)

۱- بحار الانوار، ج۱۰، ص ۱۹۲-اس واقعہ کی سند کو مرسل بیان کیا گیا ہے. لیکن محدث قمی نے نفس المہموم، ص ۱۴۳پر ابو مِخنَف از عمرو بن مرّہ الجملی سے انہوں نے ابو صالح حنفی سے انہوں نے غلام عبد الرّحمٰن بن عبد ربہ انصاری سے روایت نقل کی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

بارہویں مجلس

عالم طبیعت اور برزخ و قیامت کی خصوصیات

Presented by Ziaraat.Com

Presented by Ziaraat.Com

أعوذُ بِاللهِ منَ الشَّيطانِ الرَّجيم

بِسمِ اللهِ الرَّحمنِ الرَّحيم

اَلْحَمْدُ لله رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلوةُ وَالسَّلاَمُ عَلَى سَيِّدنَا مُحَمَّدْ وَّآلِهِ الطَّاهِرِيْنَ وَلَعْنَةُ اللهِ عَلَى اَعْدَائِهِمْ اَجْمَعِيْنَ مِنَ الْآنَ اِلَى قِيَامِ يَوْمِ الدِّيْنِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اَلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ[1]۔

قَالَ اللهُ الْحَكِيْمِ فِىْ كِتَابِهِ الْكَرِيْم:

"بِسْمِ اللهِ الرَّحْمنِ الرَّحِيْمِ وَلَاتَحسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوافِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتَابَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ*فَرِحِينَ بِمَاءاتَاهُمُ اللهُ مِن فَضلِهِ وَيَستَبْشِرُوْنَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوابِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلَّاخَوْفٌ عَلَيهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُونَ*يَسْتَبْشِرونَ بِنِعْمَةِمِّنَ اللهِ وَفَضلِ وَأَنَّ اللهَ لَايُضِيعُ أَجْرَالْمُؤْمِنِينَ"[2]۔

قبلا یہ بیان ہو چکا کہ انسان کے مرنے کے بعد اس کی روح، عالم برزخ میں چلی جاتی ہے؛ عالم برزخ کو عالم مثال اور نیز عالم خیال بھی کہتے ہیں۔

---

۱ - یہ مطالب بارہویں ماہ رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ میں بیان کیے گئے۔

۲۔ سورۂ آل عمران، آیت ۱۶۹ تا ۱۷۱ تک۔

Presented by Ziaraat.Com

عالم مثال یعنی وہ عالم صورت محض کہ جہاں مادہ نہیں پایا جاتا ہے بلکہ مادہ کے خصوصیات اور اس کے آثار مانند کم و کیف پائے جاتے ہیں اس مطلب کو بیشتر اور مزید واضح و روشن کرنے کے لئے کچھ اور توضیح پیش کرتے ہیں۔

مثال کے طور پر اگر انسان اپنے وجود میں غور و فکر کرے اور اس کا مطالعہ کرے تو اسے معلوم ہوگا کہ اس کے بدن میں وزن پایا جاتا ہے اور کیونکہ مادہ ہے لہٰذا اس میں تغیر و تبدل بھی پایا جاتا ہے اور اسی طرح انسان کے بدن کی ظاہری شکل و صورت بھی پائی جاتی ہے۔ لیکن وہ بدن کے اندر نہیں ہے بلکہ بدن کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور اس صورت نے اس بدن کو اپنی شکل و صورت میں ظاہر کر رکھا ہے آپ جب آئینہ کی طرف نگاہ کرتے ہیں تو آپ کی صورت آئینہ میں دکھائی دیتی ہے لیکن آپ کا وزن آئینہ پر کوئی اثر انداز نہیں ہوتا اور اس کے وزن سے آئینہ سنگین نہیں ہوتا۔ اگر آپ خوشحال یا غمزدہ ہوتے ہیں تو آئینہ خوشحال یا محزون نہیں ہوتا بلکہ آئینہ فقط ظاہری شکل وصورت کی نشاندہی کرتا ہے۔

البتہ یہ بات ہم نے از باب مثال بیان کی ہے وگرنہ پہلی بات تو یہ کہ وہ اصل صورت برزخی و ملکوتی اس خارجی شکل و صورت کے علاوہ ہے اور دوسری بات یہ کہ صورت، آئینہ میں ظاہر نہیں ہوئی بلکہ آئینہ موج اور لہر کو توڑتا ہے اور انسان آئینہ کی تیز چمک اور اپنی آنکھ کے نور کی کرن کے پلٹنے کے سبب اپنے وجود کو دیکھتا ہے نہ کہ آئینہ کو۔ یعنی جب نور کی کرن آنکھ کے

Presented by Ziaraat.Com

پردے سے نکل کر آئینہ پر پلٹ کر خود انسان کی طرف پلٹتی ہے تو انسان اپنے وجود کو دیکھتا ہے[۱]۔

اس صورت کو صورت مثالی کہتے ہیں۔ عالم خواب میں بدن زمین پر ہوتا ہے اور آپ خواب دیکھتے ہیں اور آپ کی صورت مثالی خواب میں حرکت کرتی ہے گرچہ بدن میں کسی طرح کی کوئی حرکت نہیں پائی جاتی مگر آپ عالم خواب میں ایک موجود اور حقیقت کا احساس کرتے ہیں، اپنے کو زندہ پاتے ہیں، اپنے کو عالم و قادر پاتے ہیں، حرکت کرتے ہیں، کلام کرتے ہیں اور مختلف کام انجام دیتے ہیں جبکہ بدن میں کسی طرح کی حرکت نہیں پائی جاتی ہے اور اس کے ذریعہ کوئی کام بھی انجام نہیں پاتا ہے۔

آپ خواب میں جس صورت اور اپنے وجود کا ادراک کرتے ہیں وہ آپ کی صورت مثالی اور ملکوتی ہے اور ہر گز اس سوئے ہوئے بدن سے اس کا کوئی سروکار نہیں ہے بدن الگ شئی ہے اور صورت متحرک کہ جس پر انسان کا خواب میں پورا وجود قائم ہے، دوسری چیز ہے۔ وہ صورت مثالی، خیالی یا برزخی ہے کہ جو خواب میں بدن سے جدا ہوتی ہے مگر بیداری کی حالت میں وہ بدن سے رابطہ برقرار کرلیتی ہے اور جو کام انجام دیتی ہے بدن کے ذریعہ ظاہر ہوتا ہے اور نیز بدن بھی اتحاد کی وجہ سے وہی کام انجام دیتا ہے۔ گرچہ نماز،

۱۔البتہ یہ قدماء کی تعبیر ہے لیکن دور حاضر کے علماء کہتے ہیں کہ نور کی کرن آنکھ کے لئے نہیں ہے بلکہ اس دکھائی دینے والی شئی کے لئے ہے کہ جس کا عکس آئینہ پر پڑتا ہے اور تصویر وصورت کو آنکھ کے لئے ظاہر کرتا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

روزہ اور حج وغیرہ بدن کے ذریعہ انجام پاتے ہیں مگر در حقیقت صورت مثالی ان افعال کو انجام دیتی ہے۔

انسان کا دنیا میں کردار بدن کا مثالی صورت سے اتحاد کے ساتھ ہے

پس کلی اعتبار سے کہا جاسکتا ہے کہ صورت مثالی جو بھی ارادہ و تصور کرتی ہے انسان کا وجود، خارجی بدن و صورت کے اتحاد کی وجہ سے اس کے حکم کی تعمیل میں فعالیت انجام دیتا ہے اور اسی نقش پر نیز مادہ و بدن حرکت کرتا ہے اور فعالیت انجام دیتا ہے۔

عالم خواب میں یہ صورت، بدن سے اپنا رابطہ کم کرلیتی ہے اور مجرد ہو جاتی ہے اور بدن سے جدا ہو کر اپنی حقیقت کو خود اپنے ہی وجود میں پاتی ہے۔

عالم نفس اور قیامت میں بھی وہ حقیقت، صورت مثال سے جدا ہو جاتی ہے اور نفس انسان، صورت کے علاوہ اپنی حقیقت میں تجلّی کرتا ہے۔

جس طرح دنیا میں صورت مثالی، انسان کے بدن کے ساتھ متحد ہے اسی طرح نفس انسان بھی انسان کے بدن اور مثال کے ساتھ متحد ہے اور نفس کی قوتیں بھی انسان سے اتحاد رکھتی ہیں اور تمام انسان کے وجودی مراتب ایک دوسرے سے تعلق رکھتے ہیں۔ موت کے ذریعہ صورت مثالی بدن سے جدا ہو جاتی ہے اور اپنے مجرد ہونے کو مادہ سے علیحدہ درک کرتی ہے

Presented by Ziaraat.Com

عالم مثال سے گزرنے کے بعد اور عالم قیامت میں داخل ہونے کے بعد نفس انسان بھی عالم صورت سے جدا ہو جاتا ہے اور اپنے تجرد حقیقی کا صورت سے جدا ادراک کرتا ہے۔ عالم مثال کو (قیامت صغری) اور عالم نفس کو (قیامت کبری) کہتے ہیں۔

اس دنیا اور عالم مادہ و طبیعت میں بدن و صورت اور نفس ایک ساتھ ہیں لیکن آہستہ آہستہ مراتب کے ساتھ ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں اور ان کا ایک ساتھ ہونا اس لئے نہیں ہے کہ وہ ایک دوسرے کے پہلو میں قرار دیئے گئے ہیں بلکہ نفس اپنے اعتبار سے صورت مثالی پر احاطہ رکھتا ہے اور صورت مثالی دوسری کیفیت سے بدن پر احاطہ رکھتی ہے۔

اور چونکہ جو افراد دنیا پرست اور اس میں غرق ہیں وہ اس سے زیادہ درک نہیں کر سکتے کہ یہ ان کی حقیقت بس یہی بدن ہے لہٰذا گمان کرتے ہیں کہ ان کا حقیقت وجود اسی بدن تک محدود و منحصر ہے۔ وہ یہ تصور کرتے ہیں کہ ان کی حقیقت نفسانیہ یا مثالیہ یہی بدن ہے جبکہ بدن لباس کا حکم رکھتا ہے یہ ایک سانچہ کے مانند ہے جس طرح کھال بدن سے جدا ہو کر نئی آجاتی ہے۔ بہرحال یہ نہیں جانتے کہ یہ صورت حقیقت بھی رکھتی ہے۔

عالم برزخ اور مثال میں بھی اسی طرح گمان کرتے ہیں کہ ان کی حقیقت وہی صورت ہے جبکہ یہ نہیں جانتے کہ صورت، نفس سے تعلق رکھتی ہے اور جب نفس نے اپنی حقیقت کو پالیا اور مرحلہ تجرد پر فائز ہو گیا اور بدن و صورت کو جدا کر دیا سمجھ جائے گا کہ اس کی اصل حقیقت نفس تھی جو کہ عالم

Presented by Ziaraat.Com

صورت سے بہتر بلند و بالا تھی اور صورت، عالم بدن سے بہت بلند تھی۔ پس جو ہم صورت مثالی کہہ رہے ہیں وہ اس وقت بھی ہمارے ساتھ ہے اگر یہ نہ ہوتی تو ہمارا بدن حرکت نہیں کر سکتا تھا لیکن اس کی خاصیت یہ ہے کہ یہ نہ بدن کے اندر ہے اور نہ بدن سے جدا ہے۔

بعض وہ افراد کہ جو احکام شریعت کے پابند ہیں اور سیر وسلوک و عرفان و تہذیب نفس کی راہ میں گامزن ہیں ممکن ہے وہ اختیاری موت کے مرتبہ کو حاصل کرلیں جبکہ وہ زندہ ہیں لیکن جس وقت چاہیں لباس بدن کو اتار دیں اور صورت مثالی ان کے بدن سے جدا ہو جائے اور بعض کے لئے یہ بھی ممکن ہے کہ صورت مثالی کو جدا کردیں اور نفس مجرد، صورت سے جدا ہو جائے اور پھر دوبارہ صورت کی طرف پلٹ جائے اور معمولی افراد کی طرح زندہ ہو جائیں۔

لہٰذا جن کا یہ نظریہ ہے کہ خداوند متعال نے انسان سے جدا ایک صورت مثالی کو اس کے برزخ کے لئے پیدا کیا ہے کہ جب وہ مر جاتا ہے تو اس کی روح بدن سے نکل جاتی ہے اور بدن مثالی برزخ میں وارد ہوتی ہے، یہ صحیح نہیں ہے۔

مثالی ڈھانچہ انسان کی حقیقت سے خارج نہیں ہے کہ جو خدا نے اسے جدا خلق کیا ہو اور اس میں صورت حلول کرے اور روح اس ڈھانچہ میں چلی جائے صورت مثالی انسان کے ساتھ اتحاد رکھتی ہے جس طرح انسان اپنے لباس کے ساتھ ایک طرح سے اتحاد رکھتا ہے اور لباس کو کبھی اتار دیتا

Presented by Ziaraat.Com

ہے تو کبھی پہن لیتا ہے انسان کی حقیقت کسی ڈھانچہ میں داخل نہیں ہو جاتی ہے اور ڈھانچہ سے نکل کر خود سے خارج نہیں ہو جاتی ہے صورت بھی بدن میں اپنی حقیقت سے جدا نہیں ہوتی اور بدن سے بھی خارج نہیں ہوتی بلکہ اس بدن کے ساتھ ایک طرح کی وحدت ومعیّت ہے۔

اور بعض جو یہ گمان کرتے ہیں کہ اصلاً صورت مثالی کا کوئی معنی نہیں ہے جو چیز انسان کے مرنے کے بعد باقی رہتی ہے وہ اس کے لطیف اور بہت چھوٹے بدن کے ذرّات ہیں کہ جو بدن کو باقی رکھتے ہیں جس وقت بدن سے روح نکل جاتی ہے اور قبر میں دفن ہو جاتا ہے تو یہ بدن قبر میں متلاشی ہو جاتا ہے اور وہ لطیف اجزاء ہرگز ختم نہیں ہوتے۔ وہ اجزاء کہ جو بہت چھوٹے ہوتے ہیں اور انسان کی حقیقت انہیں سے وجود پاتی ہے اور انسان کا نطفہ ابتداء خلقت میں انہیں سے وابستہ ہوتا ہے، زندہ رہتے ہیں اور عذاب وثواب یا اجر و پاداش انہیں سے مربوط ہے، یہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ اجزاء چاہے کتنے ہی لطیف اور چھوٹے ہوں بالآخر اس عالم مادہ کا جزء ہیں اور مرنے کے بعد عالم مادہ متلاشی ہو جائے گا اور حساب وکتاب، صورت مثالی سے ہوگا کہ جو اس دنیا سے نکل کر اپنے مرحلۂ تجرد تک پہونچی ہے تاکہ مادہ کے ساتھ رابطہ کو ختم کردے۔

برزخی زندگی پر قرآنی آیات کی دلالت

من جملہ جن دلائل کو انسان کے مرنے کے بعد زندہ ہونے کو ثابت کیا جاسکتا ہے وہ وہی آیت تھی کہ جس کو ہم نے آغاز گفتگو میں بیان کیا ہے:

Presented by Ziaraat.Com

" وَلاَتَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوافِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتاً"
ہر گز یہ گمان نہ کرنا کہ جو لوگ راہ خدا میں قتل کر دیئے گئے ہیں وہ مردہ ہیں "بَلْ أَحْيَاءٌ" بلکہ وہ زندہ ہیں۔ "عِندَرَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ" خدا کے نزدیک رزق پا رہے ہیں۔ "فَرِحِينَ بِمَاءَاتَاهُمُ اللّٰهُ مِن فَضلِه" خوشحال ہیں وہ افراد کہ جن کو خدا نے اپنے فضل سے جو کچھ انہیں عطا کیا ہے۔

"وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوابِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلَّاخَوْفٌ عَلَيهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُونَ" اور خوشحال ہیں ان افراد کے ذریعہ کہ جو ابھی مرے نہیں ہیں اور ان سے ملحق نہیں ہوئے ہیں ہر طرح کا غم واندوہ ان سے اٹھالیا گیا ہے اور وہ منزل اطمینان پر فائز ہو گئے ہیں۔

اس لئے کہ مقام ولایت کے ذریعہ جو کہ وہی عبودیت مطلقہ ہے اس سے ہر طرح کی وحشت اور غم و اندوہ جو کہ جدائی کے آثار میں سے ہے، اس سے ختم کر دیئے جاتے ہیں اور جب اس عالم میں چلے جاتے ہیں تو مجرد اور اپنے دائرہ وسعت کی وجہ سے زندہ مومنین کو ان کی روح اور ان کے مقام کہ جو خدا نے ان کے لئے معین کیا ہے انہیں بشارت دیتے ہیں۔

"يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍمِّنَ اللّٰهِ وَفَضلٍ" وہ خوشحال ہیں ان نعمات پر کہ جو خدا نے انہیں عطا کی ہیں۔ (گذشتہ ذکر ہو چکا کہ ان نعمات سے مراد وہی مقام ولایت ہے کہ جو فنا فی اللہ ہونا ہے) اور خداوند متعال اپنے فضل کے علاوہ انہیں ظفر وکامیابی کرتا ہے۔ "وَأَنَّ اللّٰهَ لايُضِيعُ أَجْرَالْمُؤْمِنِينَ" (اور

Presented by Ziaraat.Com

خداوندعالم مومنین کی محنت کو ضائع نہیں کرتا) اس معنی کی حقیقت کا بہتر ادراک کرتے ہیں۔

اس آیت میں بیان ہوا ہے کہ ہر گز یہ گمان نہ کرو کہ راہ خدا میں قتل ہونے والے مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں۔ یہ نہیں فرمایا کہ: خداوند روز قیامت انہیں زندہ کرے گا بلکہ یہی مرنا حیات و زندگی ہے اور یہی حیات برزخی پر دلیل ہے۔

البتہ یوں تو سبھی زندہ ہیں جو بھی مرجاتا ہے وہ زندہ ہے لیکن جو خوبصورتی ان کے اندر ہے اور قرآن نے جس کو ان سے مخصوص کیا ہے وہ یہ ہے کہ "عِندَرَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ" وہ اللہ کی طرف سے رزق پاتے ہیں اور یہ رزق ان کے پاس ہمیشہ پہونچتا رہتا ہے۔" فَرِحِينَ بِمَاءَاتَاهُمُ اللّٰهُ مِن فَضلِهِ"اور جو بھی خدا کے فضل سے ان تک پہونچا ہے اس پر خوشحال ہیں۔

علم حکمت متعالیہ میں ثابت ہے کہ جواہر مجردۂ متلالۂ کا رزق اسماء و صفات الٰہی سے متصل ہے جس وقت وہ جواہر، اسماء اور صفات خداوند کے نور کے مقابل قرار پاتے ہیں اور ذات مقدس پروردگار کی وحدت ان میں تجلی کرتی ہے تو ان کا جوہری وجود چمکنے لگتا ہے اور اس کے اثر سے جو ان میں خوشی اور مسرت کی لہر دوڑتی ہے وہ قابل توصیف نہیں ہے۔

اس حالت میں ارواح مجردہ کی غذا و روزی عرفان الٰہی ہے۔ خداوند متعال اس رزق میں سے انہیں عنایت کرتا ہے اور وہ سمجھ جاتے ہیں کہ وہ روزی انہیں خدا کی طرف سے پہونچی ہے اور اس رزق و روزی کا ادراک کرنا

Presented by Ziaraat.Com

اور سمجھنا ان کے لئے بہت زیادہ لذت کا سبب بنتا ہے۔لہٰذا اسی لئے خدا نے فرمایا" یُرْزَقُون " وہ معارف الٰہی کو غذا کے طور پر کھاتے ہیں اور ان کا جوہر وجود، اسماء و صفات الٰہی کے اتصال کے سبب ان کو زندگی دیتا ہے اور وہ ہمیشہ اس نعمت سے بہرہ مند ہیں۔

" فَرِحِينَ بِمَاءَاتَاهُمُ اللهُ مِن فَضلِه "وہ اس پر خوشحال ہوتے ہیں کہ جو خدا نے ان پر اپنا فضل کیا ہے اور ان کے جوہر مجرد وجود میں تجلی کی ہے اور اسماء وصفات خدای لم یزل نے ان میں اپنا ظہور کیا ہے۔

یہ آیت وضاحت کر رہی ہے کہ موت کے بعد بھی حیات ہے اور اس کے علاوہ اس پر بھی دلالت کر رہی ہے کہ جو رزق مرنے کے بعد حاصل ہوگا کہ یہی ملکوتی غذا ہے۔

اس آیت کے مانند سورۂ بقرہ کی یہ آیت ہے:

" وَلاَتَقُولُوالِمَن يُقْتَلُ فِى سَبِيلِ اللهِ أَمْوَات بَلْ أَحْيَاءٌوَلَكِن لاتَشعُرُونَ "[۱]۔

"جو لوگ راہ خدا میں قتل کر دیئے گئے انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تم اس حقیقت کا ادراک نہیں کرتے ہو"۔

اور یہ آیت بھی موت کے بعد زندگی پر دلالت کر رہی ہے:

"مِمَّاخَطِيئَتِهِمْ أُغْرِقُوافَأُدْخِلُوانَاراً"[۲]۔

۱۔ سورۂ بقرہ، آیت ۱۵۴۔

۲۔ سورۂ نوح، ۲۵ویں آیت کا جزء۔

Presented by Ziaraat.Com

"قوم نوح اپنے گناہوں کی وجہ سے دریا میں غرق ہو گئے اور ڈوبنے کے بعد جہنم میں وارد ہو گئے"۔

دنیا سے عبور کرکے بلا فاصلہ برزخ میں داخلہ ہے

یعنی جیسے ہی وہ غرق ہوئے بلا فاصلہ آتش جہنم میں وارد ہو گئے کیونکہ (فاء) عربی میں ترتیب اتصالی کے لئے ہیں مانند: رَأَيْتُ زَيْداً فَقُلْتُ لَهُ (میں نے زید کو دیکھا اور بلا فاصلہ اس کے دیکھنے کے بعد اس سے کہا) نہ یہ کہ زید کو دیکھا اور ایک گھنٹے بعد اس سے کہا۔ علم نحو کے ماہر ابن مالک (فاء) اور (ثُمَّ) اور ان کے درمیان فرق کے بارے میں کہتے ہیں:

وَالْفَآءُ لِلتَّرْتِيْبِ بِاتّصالِ   وَ ثُمَّ لِلتَّرتِيْبِ بِانْفِصَالِ

("ف" ترتیب اتصالی کے لیے اور "ثم" ترتیب انفصالی کے لیے ہے)

اسی مفہوم کا سورۂ فجر کی آیات مبارکہ سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے:

"يَأَيَّتهَاالنَّفْسُ الْمُطمَئنَّةُ * ارْجِعِى إِلى رَبِّكِ رَاضِيَةًمَّرْضِيَّةً * فَادْخُلى فِى عِبَادِى * وَادْخُلى جَنَّتى"[1]۔

خداوند متعال ان نفوس سے خطاب کر رہا ہے کہ جو مقام اطمینان پر فائز ہوئے ہیں:

"ای نفس مطمئنہ اپنے پروردگار کی طرف پلٹ آ اس حال میں کہ تو اپنے رب سے راضی ہے اور تیرا رب تجھ سے راضی ہے اور میرے بندوں میں داخل ہو جا اور جنت میں وارد ہو جا۔" جیسے ہی انسان خداوند متعال کی

۱۔ سورۂ فجر، آیت ۲۷ تا ۳۰۔

Presented by Ziaraat.Com

طرف رجوع کرتا ہے گویا موت کی طرف رجوع کرتا ہے اور موت کے بعد بلا فاصلہ اولیاء اور خدا کے خاص بندوں میں شامل ہو کر جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

اور نیز سورۂ مبارک میں ارشاد فرمایا ہے:

"فَأَمَّاإِن كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ * فَرَوْحٌ وَرَيحَانٌ وَجَنَّتُ نَعِيمٍ * وَأَمَّاإِن كَانَ مِنْ أَصحَابِ الْيَمِينِ * فَسلَامٌ لَّكَ مِنْ أَصحَابِ الْيَمِينِ * وَأَمَّاإِن كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِينَ الضَّآلِّينَ * فَنزُلٌ مِّنْ حَمِيمٍ وَتَصلِيَةُجَحِيمٍ"[۱]۔

خداوند متعال اس سورہ میں سکرات موت کے واقعات کو بیان کر رہا ہے اور حالت احتضار میں اپنے قرب کو بیان فرما رہا ہے پھر اس کے بعد کہتا ہے کہ جو لوگ مقربین میں سے ہیں موت کے فوراً بعد ان کے پاس روح اور جنت کی نعمات اور خوشبو پہونچ جاتی ہے یعنی جیسے ہی ان کی روح بدن سے جدا ہوئی ان نعمات سے فیضیاب ہو جائیں گے اور وہ افراد کہ جو اصحاب یمین میں سے ہیں مرنے کے بعد فوراًان کی طرف خداوند متعال کا سلام و ثواب بھیج دیا جاتا ہے اور جھوٹے و گمراہ گروہ کی وہی غذا ہے کہ جو جہنمی افراد کے لئے آمادہ کی جاتی ہے اور ان کے منھ میں کھولتا ہوا گرم پانی ڈالا جائے گا اور آتش جہنم میں ڈال دیے جائیں گے۔ یہ قیامت سے پہلے بعض عذاب ہوتے ہیں۔

یہ آیت بھی واضح و روشن دلالت کر رہی ہے کہ مرنے کے فوراً بعد انسان تک ثواب وعقاب پہونچ جاتا ہے البتہ یہ خیال رہے کہ برزخی ثواب و

۱۔ سورۂ واقعہ، آیت ۸۸ تا ۹۴۔

Presented by Ziaraat.Com

عقاب ہے نہ کہ قیامت والا، کیونکہ قیامت کی منزل جدا ہے کہ جسے اس کی کیفیت کے ضمن میں مفصلاً بیان کیا جائے گا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قریش کے مقتولین جنگ بدر سے گفتگو

مجلسی رضوان اللہ علیہ نے بحار الانوار میں روایت نقل کی ہے کہ:

"رُوِیَ عَنِ النَّبِی صَلَّی اللّٰهُ عَلیه وَ آله اَنَّهُ وَقفَ عَلَی قَلیبِ بَدْرٍ فَقَالَ لِلْمُشْرِکِینَ الَّذِینَ قُتِلُوا یَوْمَئِذٍ وَقَدْ اُلْقُوافِي الْقَلیبِ لَقَدْ کُنْتُمْ جیرانَ سَوْءٍ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلیه وَ آله أَخْرَجْتُمُوهُ مِنْ مَنْزِلِه وَطَرَدْتُمُوهُ، ثُمَّ اجْتَمَعْتُمْ عَلَیْهِ فَحَارَبْتُمُوهُ،فَقَدْوَجَدْتُمَاوَعَدَنِي رَبِّي حَقّاً.

فَقَالَ لَهُ عُمَرُیَارَسُولَ اللّٰه:مَاخِطَابُكَ لِهَامٍ قَدْصَدِیَتْ؟!فَقَالَ لَهُ: مَهْیَاابْنَ الْخَطَّابِ فَوَاللّٰهِ مَاأَنْتَ بِأَسْمَعَ مِنْهُمْ،وَمَابَیْنَهُمْ وَبَیْنَ أَنْتَ أَخُذَهُمُ الْمَلَائِکَةُ بِمَقَامِعِ الْحَدیدِإِلَّاأَنْ أَعْرِضَ بِوَجْهِیَه کَذاعَنْهُم"[۱]۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہوئی ہے کہ جب جنگ بدر میں مشرکین مغلوب ہوگئے اور قتل کر دیئے گئے اور مقتولوں کو بدر کے کنویں میں ڈال دیا

۱۔ بحار الانوار، طبع آخوندی، ج۶، ص۲۵۴ و ۲۵۵ کی پاورقی میں کہتے ہیں کہ: "شرح عقائد" میں قول رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد، فَقَدْ وَجَدْتُ مَا وَعَدَنی رَبّی حَقّاً، ذکر ہوا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: فَهَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَکُمْ رَبُّکُمْ حَقّاً؟ "کیا تم نے حقیقت میں وہی پایا جس کا تمہارے پروردگار نے تم سے وعدہ کیا تھا؟ "اسی حدیث کے مشابہ غزالی نے کتاب "إحیاء العلوم" کے باب ما یَلْقَاهُ الْمَیّتُ فِی الْقَبْرِ الَی نَفخَةِ الصّور ج۴، ص۴۲۲ و ۴۲۳ پر ذکر کی ہے: وَاَمَّا قُتِلَ صنادیدُ قُرِیْشٍ یَوْمَ بَدْرٍ نَادَاهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ آله وَسَلَّمَ، فَقَالَ: یا فَلانُ یا فلانُ یا فلانُ! قَدْ وَ جَدْتُ مَا وَعَدَنی رَبِّی حَقّاً، فَهَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَدْتُکُمْ حَقّاً؟ فَقیلَ: یا رسولُ اللّٰه! أتُنادیْهم وَهُمْ امواتٌ؟! فَقَالَ صَلَی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ آلِه وَسَلَّمَ: اَلّذی نفسی بِیَدِه اِنَّهُمْ لَاسْمَعُ بهذا الکلام مِنْکُمْ الّا انّهم لا یَقْدِرونَ عَلَی الجواب. اور عراقی، مستخرج احادیث "الاحیاء" حاشیہ پر کہتا ہے: اس حدیث کو مسلم نے عمر بن خطاب سے نقل کیا ہے۔

گیا تو آپؑ نے کنویں کے دہانہ پر کھڑے ہو کر مقتولین کو مخاطب کرکے کہا: تم رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کس قدر برے مجاور و ہمسایہ تھے کہ اس کو مکہ سے گھر سے بے گھر کر دیا اور ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا اور پھر آپس میں جمع ہو کر اس کے خلاف جنگ کی پس خدا نے جس حق کا مجھ سے وعدہ کیا تھا وہ حق میں نے اپنی نظروں سے دیکھ لیا۔ عمر نے کہا: آپ ان سے مخاطب ہیں کہ جن کا سر بدن سے جدا ہے اور مردہ ہیں روح نکل چکی ہے اس کا کیا فائدہ ہے؟

آپ نے فرمایا: خاموش ہو جا! اے خطّاب کے بیٹے! خدا کی قسم وہ تجھ سے زیادہ سنتے ہیں۔ ان کے اور ان ملائکہ کے کہ جو اپنے ہاتھوں میں لوہے کے گرز لئے ہوئے ہیں کوئی فاصلہ نہیں ہے مگر یہ کہ میں فقط ان کی طرف سے اپنے چہرے کو پھیر لوں۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی مقتولین جنگ جمل سے گفتگو

اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ جس وقت آپؑ بصرہ میں اہل جمل سے جنگ کرکے فارغ ہوئے تو اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور مقتولین کی صفوں کو چیرتے ہوئے کعب بن سورۃ کے قریب پہنچے (کعب بصرہ کا قاضی تھا اور اس عہدہ پر اس کو عمر بن خطاب نے فائز کیا تھا اور کعب اہل بصرہ کے درمیان عمر اور عثمان کے دور میں منصب قضاوت پر باقی تھا۔ جیسے ہی بصرہ میں اہل جمل کی طرف سے امیر المومنین علیہ السلام کے

Presented by Ziaraat.Com

خلاف فتنہ برپا ہوا، کعب نے قرآن کو اپنی گردن میں حمایل کیا اور اپنے تمام بیٹوں اور خاندان کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام سے جنگ کرنے نکلا اور یہ سب جنگ جمل میں قتل ہوگئے)۔

جب آپ کعب کے جنازے پر پہونچے تو ٹہر کر فرمایا: یہ کعب ہے اس کو بٹھاؤ کعب کو دو لوگوں کے درمیان بٹھا دیا۔

حضرت علیہ السلام نے فرمایا: ای کعب بن سورہ! قَدْ وَجَدْتُ ما وَعَدَنی رَبِّی حَقّاً، فَهَلْ وَجَدْتَ مَا وَعَدَکَ ربک حَقّاً؟ "جو میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ کیا تھا میں نے اسے حق پایا کیا تجھے بھی تیرے پروردگار نے وعدہ دیا تھا تو نے اسے حق پایا؟"

پھر اس کے بعد آپ نے فرمایا: کعب کو لٹا دو اور پھر کچھ دور چلے یہاں تک کہ طلحۃ بن عبد اللہ جو کہ مقتولین کے درمیان پڑا ہوا تھا۔ پہونچے اور آپؑ نے فرمایا: اس کو بھی بٹھا دیا جائے: اسے بھی بٹھا دیا گیا۔ آپ نے وہی جملہ طلحہ سے بھی فرمایا اور پھر حکم دیا کہ طلحہ کو لٹا دیا جائے۔

اس موقع پر آپ کے ایک صحابی نے کہا: اے امیر المومنینؑ آپ کا ان دونوں سے گفتگو کا کہ جو مر چکے ہیں اور کچھ نہیں سن سکتے، کیا فائدہ ہے؟

آپ نے فرمایا: اے شخص! خدا کی قسم انہوں نے میری ان باتوں کو سنا ہے جس طرح اہل بدر نے کنویں میں کلام رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا تھا[1]۔

۱۔ بحار الانوار، ج۶، ص۲۵۵۔

اسی دلیل کی وجہ سے شیعہ اور اہل سنت کی روایات میں اہل قبور کی زیارت کے لئے یہ الفاظ " السلامُ عَلیک والسلامُ علیکم والسلاَمُ عَلَی اَھلِ لا اله الّا الله "وارد ہوئے ہیں۔

من جملہ دلائل میں سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول برزخ میں زندگی پر دلیل ہے:

" اَلْقَبْرُ روضَةٌ مِن رِیاضِ الجنه، اَوْ حُفْرَة مِن حُفْرِ النِّیرانِ "[1]

" قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔" اور بالکل یہی حدیث کا مضمون حضرت سید الساجدین علیہ السلام سے بھی روایت میں نقل ہوا ہے[2]۔

گرچہ مرنے کے بعد انسان قیامت والی جنت اور دوزخ تک نہیں پہونچتا ہے لیکن قبر میں اس کے لئے جنت کے باغ کا نمونہ اور جہنم کے گڑھے کا نمونہ ظاہر ہو جاتا ہے۔

حیات برزخی پر دوسری دلیل رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول ہے کہ آپؐ نے فرمایا: "مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِیَامَتُهُ"[3]۔

۱۔ " بحارالانوار "، ج۶، ص۲۰۵ نقل از فخر رازی فی تفسیرہ اس آیت کے ذیل میں: بل احیاءٌ ولکن لَا تشعُرُونَ (سورہ بقرہ ذیل آیہ ۱۵۴) "احیاء العلوم" میں باب ما یلقاه المیّتُ فی القبر، ج۴، ص۴۲۳ پر ذکر کیا گیا ہے اور عراقی نے حاشیہ میں لکھا ہے کہ: اس حدیث کو ترمذی نے ابو سعید حذری سے نقل کیا ہے۔

۲۔ بحارالانوار، ج۶، ص۲۱۴ و ۲۱۵۔

۳۔ احیاء العلوم، ج۴، ص۴۲۳۔

Presented by Ziaraat.Com

جو بھی مر جاتا ہے اس کے لئے قیامت برپا ہو جاتی ہے۔

اور اسی طرح یہ بھی آپؑ کا قول دلیل ہے:

" انَّ اَوْلیاءَاللهِ لَا یمُوْتُوْنَ،وَ لَکنْ یَنْقَلُوْنَ مِنْ دَارٍ الی دار "

اولیاء خدا نہیں مرتے بلکہ وہ ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔

ان تمام مطالب کو امام فخر رازی نے اپنی تفسیر میں سورۂ مبارکہ آل عمران کی اس آیت: بل احیاء عندَ رَبّهِم یُرزقون (آیہ ۱۷۰ تا ۱۷۲) کے ذیل میں بیان کیا ہے۔

اور نیز شیخ طبرسی نے تفسیر "مجمع البیان" میں اس آیت کے ذیل میں بیان کیا ہے کہ: "رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت نقل ہوئی ہے کہ: جب جعفر بن ابی طالب جنگ موتہ میں شہید ہوئے تو آپؐ نے فرمایا: میں نے جعفر کو دیکھا کہ وہ دو پروں کے ساتھ فرشتوں کی صفوں میں جنت میں پرواز کر رہے تھے۔"

اگر فقط مرنے کے بعد روح برزخی اور صورت برزخی بھی ختم ہو جائے تو دو پروں کے ساتھ جنت میں ملائکہ کے ساتھ پرواز کرنے کا کوئی معنی نہیں بنتا ہے۔

گذشتہ بیان کے علاوہ ان شاء اللہ تعالی دیگر اور بھی آیات و روایات کہ جو برزخی ثواب و عذاب پر دلالت کرتی ہیں آنے والی بحثوں میں بیان کریں گے تاکہ کسی طرح کا کوئی شک و شبہ نہ رہ جائے۔

Presented by Ziaraat.Com

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی بقاء نفس کے بارے میں زندیق سے گفتگو

شیخ طبرسی نے احتجاج میں ایک طویل حدیث کے ضمن میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانے میں ایک زندیق نے آپ سے جو سوالات کئے ہیں ان کو بیان کیا ہے کہ اس زندیق نے آپ سے کہا: یہ بتائیں کہ جب چراغ کو خاموش کیا جاتا ہے تو اس نور کا کیا ہوتا ہے؟

آپ نے فرمایا: وہ نور چلا جاتا ہے اور کبھی پلٹ کر نہیں آیا۔

زندیق نے کہا: اگر آپ اس بات کو قبول کرتے ہیں تو انسان کے لئے کیوں انکار کرتے ہیں؟ انسان بھی اسی طرح ہے کہ جب مر جاتا ہے اور اس کی روح بدن سے نکل جاتی ہے تو کبھی پلٹ کر نہیں آتی ہے۔ جس طرح چراغ کا نور گل ہونے کے بعد نہیں پلٹتا ہے!

امام علیہ السلام نے فرمایا: تو نے اس قیاس میں اشتباہ کیا ہے؛ کیونکہ اجسام میں آگ مخفی ہے لیکن خود اجسام پتھر اور لوہے کے مانند اپنے اوپر قائم ہیں جب انھیں ایک دوسرے پر مارا جاتا ہے تو ان دونوں کے درمیان سے آگ کی چنگاریاں نکلتی ہیں اس سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ چراغ میں نور پایا جاتا ہے پس آگ خود اجسام کے اندر ثابت ہے لیکن نور ایک ایسی موجود ہے جو پیدا ہوتی ہے اور ختم ہونے والی ہے لیکن روح ایسی نہیں ہے روح لطیف شئی

Presented by Ziaraat.Com

ہے کہ جو مادی لباس زیب تن کئے ہوئے ہے اور جس چراغ کا حکم تو اس پر لگا رہا ہے وہ غلط ہے۔

جو خدا رحم مادر میں ایک پانی کے قطرے سے بچہ پیدا کرتا ہے اور اس پانی میں مختلف اجزاء مانند رگیں، دانت، بال اور ہڈیاں وغیرہ کو آپس میں ملاتا ہے، وہی اس انسان کو مرنے کے بعد زندہ کرے گا اور فنا کے بعد پلٹائے گا۔

زندیق نے کہا: پس مرنے کے بعد روح کہاں مستقر ہو گی؟

آپ نے فرمایا: زمین کے اندر، مقصود وہی زمین ملکوتی ہے۔ یوم الوقتِ المعلوم تک کہ جو پلٹائے جانے کا وقت ہے۔

زندیق نے کہا: کسی شخص کو دار پر لٹکا کر پھانسی دی جائے اور اسے دار ہی پر چھوڑ دیا جائے تو اس کی روح کہاں رہتی ہے؟

آپ نے فرمایا: اس فرشتہ کے ہاتھ میں کہ جو اس کی روح قبض کرتا ہے تا کہ وہ زمین کے اندر جو کہ ملکوت ہے پہنچا دے۔

زندیق نے کہا: کیا روح بھی بدن کے مانند بدن سے جدا ہونے کے بعد متلاشی ہو جاتی ہے یا وہ باقی رہتی ہے؟

آپ نے فرمایا: روح اس روز تک باقی ہے کہ جب تک صور پھونکا جائے گا اس وقت تمام چیزیں ختم ہو جائے گی اور کوئی محسوس شئ باقی نہیں رہے گی اور پھر تمام موجودات پلٹائی جائیں گی جس طرح خدائے مدبّر نے

Presented by Ziaraat.Com

انہیں شروع میں پیدا کیا تھا اور یہ کام چار سو سال میں انجام پائے گا اور یہ پہلے صور اور دوسرے صور پھونکے جانے کے درمیان کی مدت ہوگی[۱]۔

حضرت رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سعد بن معاذ کی تشیع جنازہ میں

کتاب "امالی" میں شیخ طوسی اپنی سند کے ساتھ شیخ ابو عبد اللہ حسین بن ابی عبد اللہ عضائری سے انہوں نے شیخ صدوق سے اور مرحوم صدوق نے علل الشرائع میں ابو الحسن بن ابراھیم ھمدانی سے انہوں نے جعفر بن یوسف الازدی سے انہوں نے علی بن نوح حنّاط سے انہوں نے عَمرو بن سَیَع سے انہوں نے عبد اللہ بن سنان سے انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ: حضرت رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں خبر دی گئی کہ سعد بن مُعاذ رحلت کر گئے۔ رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ سعد کے گھر گئے اور دروازے پر ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اور غسل کا حکم دیا غسل کے بعد سعد کو حنوط و کفن دینے کے بعد جنازے کو کاندھے پر رکھا اور قبرستان بقیع کی طرف لے کر چلے آپؐ اس حالت میں سعد کی تشیع جنازہ کر رہے تھے کہ پا برہنہ اور آپؐ کے دوش پر ردا نہیں تھی۔ کبھی سعد کے تابوت کو داہنی طرف سے کاندھا دیتے تھے تو کبھی بائیں طرف سے یہاں تک کہ قبر کے پاس لے جا کر قبر کے کنارے رکھا اور آپؐ خود سعد کی قبر میں وارد ہوئے اور سعد کو لحد میں رکھا اور اینٹوں کو چاروں طرف سے چننے لگے کبھی

۱۔ احتجاج طبرسی، ج ۲، ص ۹۶-۹۷، طبع نجف، ایک طویل حدیث کے ضمن میں بیان فرمایا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

اصحاب سے پتھر طلب کرتے تھے کبھی گیلی مٹی اور جو اینٹوں کے درمیان میں فاصلہ رہ جاتا تھا اسے کاملاً بند کر دیتے تھے۔

رسول خداﷺ جب قبر مکمل کر چکے تو فرمایا: "اِنِّیْ لَأَعْلَمُ اَنَّهُ سَيَبْلَى وَ يَصِلُ الْبِلَى اِلَيْهِ، وَلَكِنَّ اللهَ يُحِبُّ عَبْداً اِذَا عَمِلَ عَمَلاً أَحْكَمَهُ" "میں جانتا ہوں کہ یہ قبر بہت جلدی پرانی ہو کر بوسیدہ ہو جائے گی لیکن خدا اس چیز کو دوست رکھتا ہے کہ جو اس کا بندہ کام انجام دے وہ محکم و استوار ہو۔

جب رسول خداﷺ قبر سے فارغ ہوئے اور اس پر خاک ڈالی تو سعد کی ماں نے کہا: اے سعد تجھے یہ جنت مبارک ہو کہ جس میں داخل ہو رہا ہے!

رسول خداﷺ نے فرمایا: اے مادر سعد! اتنے یقین سے خدا پر حکم نہ کر، اس وقت سعد پر فشار قبر ہو رہا ہے۔ اس کے بعد رسول خداﷺ قبرستان سے پلٹ آئے آپؐ کے ساتھ آپؐ کے اصحاب بھی واپس آ گئے۔ اصحاب نے آپؐ کی خدمت میں عرض کیا: اے خدا کے رسولؐ! آج ہم نے آپؐ کی ذات گرامی سے وہ افعال سرزد ہوتے دیکھے جو آپؐ نے سعد سے پہلے کسی کے جنازے میں انجام نہیں دیئے تھے؟ آپ سعد کے تشیع جنازے میں پا برہنہ رہے!

Presented by Ziaraat.Com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس لئے کہ میں نے دیکھا کہ آسمان کے فرشتے پابرہنہ اور بغیر ردا کے سعد کی تشیع جنازہ کر رہے تھے میں نے بھی ان کی اتباع کی ہے۔

اصحاب نے پھر عرض کیا: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کبھی تابوت کے داہنی طرف کاندھا دیتے کبھی بائیں جانب؟ حضورؐ نے فرمایا: میرا ہاتھ جبرئیل کے ہاتھ میں تھا جہاں سے وہ شروع کرتے تھے میں بھی شروع کرتا تھا۔ اصحاب نے پھر سوال کیا: حضورؐ آپ نے خود غسل کا حکم دیا اور خود ہی نماز جنازہ پڑھائی اور آپؐ نے اپنے دست مبارک سے سعد کی لحد بنائی پھر فرما رہے تھے سعد کا فشار قبر ہو رہا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: جی ہاں، کیوں کہ سعد اپنے گھر والوں کے ساتھ بداخلاقی سے پیش آتے تھے یہ فشار قبر بداخلاقی کی وجہ سے ہے[1]۔

اس روایت کو شیخ صدوق نے بھی کتاب امالی میں ذکر کیا ہے[2]۔

ملا محمد ہادی نراقی کا وادی السلام میں ایک مردے سے گفتگو کرنے کا واقعہ

ایک عجیب واقعہ جو اس دنیا میں رونما ہوا اور حضرت آیۃ اللہ رئیس الملۃ والدین، شیخ الفقہاء والمجتہدین مرحوم آخوند ملا محمد مہدی نراقی[1] اعلی اللہ تعالی مقامہ الشریف سے نقل ہوا ہے۔

۱۔ امالی شیخ، ج۲، ص۴۲، ۱۴۱ و علل الشرائع، ج۱، باب ۲۶۲: العِلّة الّتی مِن أجلِها یَکون عَذابُ القَبر، ص۳۰۹ و ۳۱۰۔ بحار الانوار، ج۶، ص۲۲۰۔

۲۔ امالی صدوق، طبع سنگی، مجلس ۶۱، ص۲۳۱۔

Presented by Ziaraat.Com

مرحوم نراقی کا شمار عظیم علماء میں ہوتا تھا آپ علوم عقلی و نقلی اور عرفان الٰہی میں مہارت کامل رکھتے تھے اور فقہ و اصول، حکمت و ریاضیات اور علوم غریبہ و اخلاق میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ مرحوم نراقی حقیر کی نانی کے نانا تھے یعنی حقیر کی ماں کی ماں کی ماں کے باپ تھے اور آپ کے فرزند ملّا احمد نراقی جو کہ رشتہ میں ہمارے ماموں ہوتے ہیں، مرحوم شیخ انصاری کے استاد اور برجستہ مصنفین میں سے ہیں۔

شیخ انصاری نجف اشرف سے اپنے دوران تحصیل علم ایران تشریف لائے اور اصفہان کے سفر کے بعد کاشان پہنچے اور چار برس ملّا احمد نراقی کے دروس میں شرکت کی اور پھر نجف اشرف چلے گئے۔

ذیل میں ذکر ہونے والا واقعہ نجف اشرف کے علماء و طلاب کے درمیان مشہور ہے اور ہمارے عزیز و اقارب کے درمیان مرحوم نراقی کے حقیقی حالات میں شمار ہوتا ہے۔

مرحوم نراقی نجف اشرف میں ساکن تھے اور وہیں آپ کی رحلت ہوئی اور آپ کا مقبرہ بھی صحن مطہر امام علی علیہ السلام میں واقع ہے۔

آپ پر نجف اشرف میں ماہ مبارک رمضان میں ایک ایسا وقت بھی آیا کہ جب اپنے گھر تشریف لائے تو افطار کے لئے کچھ نہیں تھا اہل و عیال نے کہا گھر میں افطار کے لئے کچھ نہیں ہے لہٰذا باہر جا کر کچھ مہیا کریں!

۱۔ نراق؛ عراق کے وزن پر ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

مرحوم نراقی اس حالت میں باہر آئے کہ آپ کے پاس خریدنے کے لئے کچھ نہیں تھا۔ گھر سے وادی السلام کی طرف اہل قبور کی زیارت کے قصد سے گئے اور قبروں کے درمیان بیٹھ گئے اور فاتحہ پڑھنے لگے یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا اور اندھیرا ہونے لگا۔

اچانک میں کیا دیکھتے ہیں کہ چند عرب ایک جنازے کو لے کر آئے اور اس کے لئے قبر کو کھودا اور جنازے کو قبر میں اتارا اور میری طرف رخ کرکے کہا: ہمارے پاس وقت نہیں ہے ہمیں جلدی ہے لہٰذا باقی اس جنازے کے دفن کی ذمہ داری آپ پر ہے۔

جنازے کو قبر میں رکھ کر چلے گئے۔ مرحوم نراقی کہتے ہیں: میں قبر میں اترا اور اس کے کفن کے تسموں کو کھولا تاکہ اس کے چہرے کو خاک پر رکھوں اور اینٹ لگا کر قبر کو بند کردوں، ناگہاں دیکھا کہ قبر میں ایک کھڑکی ہے میں اس میں داخل ہوا کیا دیکھا کہ ایک بڑا باغ ہے کہ جس میں سرسبز میوہ بھرے مختلف قسم کے درخت ہیں۔

اس باغ کے دروازے سے ایک راستہ قصر شاہی کی طرف جارہا ہے کہ جس راستے میں جواہرات کے فرش بچھے ہوئے ہیں۔ میں اس میں داخل ہوا اور فوراً اس قصر کی طرف چلا، کیا دیکھا کہ باعظمت قصر ہے کہ جو قیمتی جواہرات سے تعمیر شدہ ہے۔ میں زینے کے ذریعہ اوپر گیا اور ایک بڑے کمرے میں وارد ہوا۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص کمرے کے سامنے بیٹھا ہوا ہے اور کمرے کے اطراف میں لوگ بیٹھے ہوئے ہیں میں سلام کرکے بیٹھ گیا۔

Presented by Ziaraat.Com

انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا اس کے بعد میں نے دیکھا کہ اطراف والے اس شخص سے مسلسل احوال پرسی کر رہے ہیں اور اپنے رشتہ داروں کے بارے میں سوال کر رہے ہیں اور وہ شخص ایک ایک کا بڑی خوشحالی سے جواب دے رہا ہے۔

کچھ دیر گزری تھی کہ کیا دیکھا کہ ایک سانپ دروازے سے داخل ہوا اور سیدھا اس شخص کی طرف گیا اور اس کے ڈنک مار کر کمرے سے باہر چلا گیا۔

اس کے درد کے اثر سے اس شخص کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور حالت غیر ہو گئی لیکن آہستہ آہستہ اس کی حالت پہلے کی طرح ہو گئی۔

پھر وہ ایک دوسرے سے باتیں کرنے لگے اور دنیا کے بارے میں اس شخص سے دریافت کرنے لگے۔

ایک گھنٹہ گزرا تھا کہ کیا دیکھا پھر دوسری مرتبہ سانپ دروازے سے داخل ہوا اور پہلے والے مقام پر اس نے کاٹا اور چلا گیا۔

اس شخص کی حالت مضطرب ہو گئی اور اس کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور پھر وہ اپنی اصلی حالت پر پلٹ آیا۔

میں نے یہ دیکھ کر سوال کیا۔ اے شخص آپ کون ہیں؟ یہ کون سی جگہ ہے؟ یہ قصر کس کا ہے؟ یہ سانپ کیا ہے؟ اور کیوں تمہیں ڈس رہا ہے؟

اس شخص نے جواب دیا: میں وہی مردہ ہوں کہ جسے تم نے ابھی قبر میں اتارا ہے اور یہ میرا جنت کا برزخی باغ ہے کہ جو خداوند متعال نے مجھے

Presented by Ziaraat.Com

عنایت فرمایا ہے اور میری قبر میں عالم برزخ کی طرف ایک کھڑکی کھول دی گئی ہے۔

یہ قصر بھی میرا ہے یہ جو تم میوہ دار درختوں اور جواہرات کا مشاہدہ کر رہے ہو یہ میری برزخی جنت ہے اور میں یہاں آیا ہوں۔

اور یہ جو میرے کمرے میں لوگوں کو دیکھ رہے ہو یہ میرے رشتہ دار ہیں کہ جو مجھ سے پہلے دنیا سے رحلت کر چکے ہیں اور یہ مجھ سے تمام عزیز و اقارب کے بارے میں سوال کر رہے ہیں اور میں ان کے حالات ان سے بیان کر رہا ہوں۔

میں نے سوال کیا یہ سانپ تمہیں کیوں ڈستا ہے؟

کہا: ماجرا یہ ہے کہ میں مومن ہوں احکام اسلامی مانند روزہ، نماز، خمس اور زکات کا پابند تھا اور میں جتنی بھی فکر کرتا ہوں یاد نہیں آتا کہ میں نے کوئی ایسا خلاف کام انجام دیا ہو کہ اس سزا کا مستحق قرار پاؤں اور یہ میرا باغ ان تمام صفات کے ساتھ میرے اعمال صالحہ کا نتیجہ ہے۔ مگر ایک روز ایسا ہوا کہ میں گرمی کے موسم میں ایک گلی سے گزر رہا تھا کیا دیکھا کہ ایک دکاندار اپنے خریدار سے جھگڑا کر رہا ہے میں ان کے قریب گیا تا کہ ان کے امور کی اصلاح کروں۔ میں نے دیکھا کہ دکاندار کہتا ہے کہ چھ شاہی (تین سو دینار) کا مقروض ہے، خریدار کہتا ہے کہ میں پانچ شاہی کا مقروض ہوں میں نے دکاندار سے کہا: تم آدھا شاہی چھوڑ دو اور خریدار سے کہا کہ تم بھی آدھا شاہی اور دو دو لہٰذا ساڑے پانچ شاہی دے دو۔

Presented by Ziaraat.Com

دکاندار خاموش ہوگیا اور میرے احترام میں کچھ نہیں کہا۔ لیکن کیونکہ دکاندار حق پر تھا اور میں نے آدھے دینار پر اپنی طرف سے قضاوت کر دی کہ جس پر دکاندار راضی نہیں تھا، اس کا حق ضائع کر دیا اس عمل کی سزا میں خداوند متعال نے اس سانپ کو میرے لئے معین کیا ہے کہ جو ہر گھنٹے بعد میرے ایک ہی مقام پر ڈستا ہے اور چلا جاتا ہے یہ اس وقت تک رہے گا کہ جب تک صور پھونکا جائے اور تمام مخلوق حساب و کتاب کے لئے جمع ہو اور آل محمد علیہم السلام کی شفاعت میرے شامل حال ہو۔

میں نے یہ سنا اور ان سے یہ کہہ کر اٹھا کہ میرے اہل و عیال گھر میں میرے منتظر ہیں ان کے لئے افطار کا سامان لے کر جانا ہے۔ وہ شخص اپنے مقام سے اٹھا اور مجھے رخصت کرنے آیا جیسے ہی میں نے دروازے سے باہر نکلنے کا ارادہ کیا مجھے اس نے ایک چاول کا تھیلہ دیا اور کہا: یہ اچھے چاول ہیں اپنے اہل خانہ کے لئے لے جاؤ۔

میں نے چاولوں کو لیا اور خداحافظی کی اور باغ سے باہر آیا اور جس کھڑکی سے داخل ہوا تھا اسی سے خارج ہوا دیکھا کہ اسی قبر میں ہوں اور مردہ قبر میں لیٹا ہوا ہے اور کھڑکی بھی نہیں ہے۔ قبر سے باہر نکلا اور اینٹوں وغیرہ کو چنا اور قبر کو بند کر کے چاول لے کر گھر آیا اور چاولوں کو بنایا۔

کافی عرصہ گزر گیا ان چاولوں میں سے پکاتے تھے مگر ختم نہیں ہوتے تھے اور جب بھی پکائے ان میں سے ایسی خوشبو نکلتی کہ پورا محلّہ خوشبو سے معطر ہو جاتا پڑوسی پوچھتے کہ یہ چاول کہاں سے خریدے؟

Presented by Ziaraat.Com

بالآخر کافی مدت کے بعد ایک روز میں گھر نہیں تھا ایک شخص مہمان آگیا میری بیوی نے چاول بنائے جب دم پر آئے تو پورا گھر خوشبو سے مہک اٹھا مہمان نے با اصرار سوال کیا یہ چاول کہاں سے آئے؟ کہ جو تمام چاولوں کی اقسام میں سے زیادہ خوشبو دے رہے ہیں؟

اہل خانہ نے اس واقعہ کو نقل کر دیا۔ اس بیان کے بعد چاول ختم ہو گئے۔

جی ہاں! یہ جنتی کھانے ہیں کہ جو خداوند متعال اپنے مقرب بندوں کو اپنی بارگاہ سے عطا کرتا ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام کے لیے محراب میں ملکوتی دستر خوان

حضرت مریم علیہا السلام کے لئے قرآن کریم میں وارد ہوا ہے کہ:

"كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقاً قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّى لَكِ هَذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللهِ إِنَّ اللهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ"[1]۔

حضرت مریمؑ کو بیت المقدس میں عبادت کے لئے لایا گیا اور حضرت زکریا علیہ السلام کے زیر کفالت عبادت انجام دینا شروع کی۔ وہاں کی آب و غذا مرغ و خورے نہیں تھے بلکہ بھوک و روزہ تھا کیونکہ تحت تعلیم و تربیت روحانی تھیں۔

۱۔ سورۂ آل عمران، آیت ۳۷ کا جزء۔

لیکن جب بھی حضرت زکریا علیہ السلام محراب عبادت میں تشریف لاتے تھے تو جناب مریم علیہا السلام کے پاس جنتی پھل اور معنوی رزق پاتے تھے اور سوال کرتے تھے اے مریم علیہا السلام اس طرح کی روزی کہاں سے تمہارے لئے آتی ہے؟

جناب مریم علیہا السلام جواب میں فرماتی تھیں: یہ ملکوتی کھانے ہیں اور خدا کی جانب سے میرے لئے آئے ہیں اور خداوند عالم جس کے لئے ارادہ کرتا ہے بغیر حساب وکتاب عطا کرتا ہے۔

اگر کوئی محرمات ومشتبہات سے پرہیز کرے تو اس طرح کی روزی اس کو نصیب ہوگی۔

اگر کوئی حرام کھانا کھائے تو چالیس روز تک اس کی دعا مستجاب نہیں ہوگی اور اس کا دل سیاہ ہو جائے گا۔

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے لیے آسمانی دسترخوان کا نازل ہونا

علامہ مجلسی رضوان اللہ علیہ نے کتاب "خرائج وجرائح" میں شیخ سعید ابن ھبۃ اللہ قطب راوندی سے روایت نقل کی ہے کہ: ایک روز امیر المومنین علیہ السلام کے خانہ مبارک میں کچھ نہ تھا۔ آپ نے حضرت فاطمہ علیہا السلام سے فرمایا: کیا گھر میں کچھ کھانے کو ہے؟ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نے کہا: نہیں! امیر المومنین علیہ السلام اپنے گھر سے باہر آئے ایک دینار قرض لیا تاکہ

Presented by Ziaraat.Com

اپنی معیشت کے لئے کچھ چیز خریدیں راستے میں مقداد ابن اسود سے ملاقات ہو گئی اور مقداد کو تنگی کی حالت میں پایا ان کے تمام اہل و عیال بھوکے تھے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے وہ دینار مقداد کو عنایت کر دیا اور مسجد میں رسول خداﷺ کے پاس آ گئے اور نماز ظہر و عصر کو آنحضرتﷺ کے ساتھ پڑھا۔ نماز کے بعد رسول خداﷺ نے امیر المومنینؑ کے ہاتھ کو پکڑا اور دونوں حضرت فاطمہ علیہا السلام کے گھر تشریف لائے کیا دیکھا کہ فاطمہ اپنے مصلائے عبادت پر نماز میں مشغول ہیں اور آپؑ کے پیچھے ایک کاسہ میں ابال آ رہا ہے اور اس کی بھانپ اوپر کی طرف جا رہی ہے۔

جیسے ہی فاطمہ علیہا السلام نے حضرت رسول خداﷺ کی آواز کو سنا مصلائے عبادت سے اٹھیں اور آپؐ کو سلام کیا۔ جناب فاطمہؑ آپ کے نزدیک سب سے عزیز ترین تھیں۔ رسول خداﷺ نے جواب سلام دیا اور اپنے دست مبارک کو حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے سر مبارک پر پھیر کر فرمایا: اے فاطمہ سلام اللہ علیہا ہمارے لئے جو کھانا تیار ہوا ہے لے آؤ!

فاطمہ سلام اللہ علیہا نے کاسہ اپنے پدر بزرگوار رسول خداﷺ کی خدمت میں رکھ دیا۔ آنحضرتﷺ نے فرمایا: اے فاطمہ علیہا السلام! یہ کھانا کہاں سے تمہارے لئے آیا ہے؟ میں نے آج سے پہلے اس رنگ کا کھانا نہیں دیکھا ہے اور اس کھانے کی خوشبو کے مانند کوئی خوشبو استشمام نہیں کی ہے اور آج تک اس جیسا پاکیزہ اور طیب کھانا نہیں کھایا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

اور اس کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کو امیر المومنین علیہ السلام[1] کے ہاتھوں پر رکھا اور فرمایا: یہ تمہارے ایک دینار کا بدلہ ہے خداوند عالم جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق عطا کرتا ہے[2]۔

اور اسی روایت کے مثل علامہ مجلسی نے تفسیر عیاشی سے ایک اور روایت نقل کی ہے[3]۔

اور جس روایت کو ہم نے ذکر کیا علامہ مجلسی اس کے ذیل میں بیان کرتے ہیں کہ: زمخشری نے تفسیر "کشّاف" میں حضرت زکریا علیہ السلام اور جناب مریم علیہا السلام کے واقعہ کے ضمن میں بیان کیا ہے کہ: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہوئی ہے کہ: قحطی کا زمانہ تھا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھوکے تھے جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا اپنے بابا کے لئے دو روٹیاں اور کچھ گوشت کا پارچہ ہدیہ کے طور پر لائیں اور یہ وہ کھانا تھا کہ جو آپ علیہا السلام نے خود نہیں تناول فرمایا تھا اور اپنے بابا پر نثار کیا تھا! رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طبق

۱۔ علامہ مجلسی کی عبارت میں کہ جو آپ نے "خرائج" سے نقل کی ہے لفظ امیر المومنینؑ ذکر نہیں ہوا ہے لیکن اس کے لئے پہلا قرینہ روشن ہے کہ رسول اللہؐ کے مخاطب امیر المومنینؑ ہی تھے اور دوسرا قرینہ علامہ مجلسی کی دوسری روایت ہے۔ بحار الانوار، ج۱۰، ص۱۹، وج ۴۳، ص۵۹۔ تفسیر فرات بن ابراہیم سے روایت کی ہے اور اس میں لفظ علی بن ابی طالب موجود ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس روایت کو ہم نے نقل کیا ہے اس میں لفظ علی بن ابی طالب کاتب سے چھوٹ گیا ہے۔

۲۔ بحار الانوار، ج۱۰، ص۱۰۔ اور، ج ۴۳، ص۲۹۔

۳۔ بحار الانوار، ج۱۰، ص۱۰، وج ۴۳، ص۳۱۔

Presented by Ziaraat.Com

کو جناب فاطمہ علیہا السلام کی طرف لوٹا دیا اور فرمایا: اے میری آنکھوں کے نور قریب آ اور طبق کو بھی لے آ۔

فاطمہ سلام اللہ علیہا نے طبق سے کپڑا ہٹایا۔ آپؐ نے کیا دیکھا کہ طبق روٹی اور گوشت سے بھرا ہوا ہے۔ آپؐ کو تعجب ہوا اور سمجھ گئے کہ یہ درستر خوان خداوند متعال کی جانب سے نازل ہوا ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوال کیا: اے فاطمہؑ! یہ کھانا آپ کہاں سے لائیں؟

جناب فاطمہؑ نے فرمایا: یہ کھانا خدا کی طرف سے ہے اور خداوند متعال جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق عطا کرتا ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خدا کی حمد ہے کہ جس نے تجھے بنی اسرائیل کی عورتوں کی سردار کے مانند قرار دیا ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی بن ابی طالبؑ، حسنؑ و حسینؑ اور تمام اہلبیت علیہم السلام کو بلایا تاکہ سب مل کر کھائیں سب نے کھایا اور سیر ہو گئے مگر وہ کھانا اسی طرح باقی تھا جناب فاطمہؑ نے پھر اسے پڑوسیوں میں تقسیم کیا۔ جی ہاں! ملکوتی بھوک و پیاس کی شکل راہ خدا اور تقرب الٰہی میں آسمانی دستر خوان اور خوشگوار پانی ہے کہ جو بغیر کسی شک و شبہ سے اس راہ میں گامزن افراد کے نصیب میں ہوگا۔

Presented by Ziaraat.Com

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملکوتی شربت حضرت علی اکبر علیہ السلام کو عطا فرمایا

چنانچہ مقرّم نے مقتل خوارزمی ج۲، ص۳۱ سے اور مقتل عوالم ص ۹۵ سے نقل کیا ہے کہ جس وقت حضرت علی اکبرؑ پہلی مرتبہ ایک سو بیس لعینوں کو واصل جہنم کرکے میدان سے پلٹے تو، "وَقَدْ اشتَدَّ بِهِ العَطَشُ فَرَجَعَ الَی أبِیهِ یَسْتَرِیحُ وَ یَذْکُرُ مَا أجْهَدَه منَ الْعَطَشِ، فَبَکَی الْحُسَینُ وَ قَالَ: وَاغَوْثَاهُ! مَا أسْرَعَ الْمُلتَقَی بِجَدِّکَ فَیسقِیکَ بِکَاسِه شَرْبَةً لا تَظْمَأُ بَعْدَهَا. وَأخَذَ لِسَانَهُ فَمَصَّهُ وَ دَفَعَ الیه خَاتَمَهَ یَتَضَعَه فِیْ فِیْهِ"[۱]۔

"اس حال میں کہ پیاس آپؑ پر غالب تھی۔ باپ کے قریب آئے تاکہ کچھ دیر آرام کریں اور پیاس کی شدت باپ سے بیان کریں۔ حضرت سید الشہدا علیہ السلام نے رو کر فرمایا: اے میرے لال وہ وقت کتنا نزدیک ہے کہ تم اپنے جد سے ملنے والے ہو اور وہ تمہیں آب کوثر سے سیراب کریں گے پھر کبھی پیاس نہ لگے گی اور اس کے بعد علی اکبر کی زبان کو اپنے دہن مبارک میں قرار دیا اور چوسا اور اپنی انگشتری کو بیٹے کے منھ میں رکھ دیا۔"

گویا علی اکبرؑ نے بھی تاکہ بابا جان لیں کہ انہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیراب کر دیا ہے، دوسری مرتبہ جنگ کی اور آپؑ کا بدن ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا

۱۔ مقتل الحسینؑ، مقرّم، ص۲۹۸؛اور کتاب "علی الاکبر" میں مقرّم نے صفحہ ۸۰ پر "لھوف" سے اس عبارت کو نقل کیا ہے: العَطْشُ قَتَلَنی وَ ثِقْلُ الحَدیدِ أجْهَدَنِی، فَهَلْ اِلَی شَرْبَةِ مَاءِ اتَقَوّی بِهَا عَلَی الاعدآءِ. اور خود لھوف میں اس طرح ہے۔ فهل الی شَربَةِ من الماءِ سبیلٌ.

Presented by Ziaraat.Com

تو: "نَادَی رَافِعاً صَوْتَهُ: عَلَیْکَ منِّی السَّلامُ اَبا عَبْد الله! هَذَا جَدِّی قَدْ سَقَانِی بِکاسِهِ شَرْبَةً لا اظْمأُ بَعْدَهَا، وَهُوَ یَقُوْلُ:انَّ لَکَ کَأْساً مَذْخُوْرَةً"[۱]۔

"بلند آواز میں کہا: یا اباعبد اللہ میرا آپ پر سلام ہو! مجھے میرے جد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شربت کوثر سے اس طرح سیراب کر دیا ہے کہ اب کبھی تشنگی کا احساس نہیں ہوگا اور کہہ رہے ہیں کہ: اے حسینؑ ایک پیالہ آپ لئے رکھا ہے تاکہ آپ آئیں اور آپ کو بھی سیراب کروں۔"

ایسے مظہر تقوی کے لئے باپ کا گریہ وزاری کرنا حق ہے کہ: "عَلَی الدُّنیا بَعدَک العفاءَ"۔

چنانچہ طبری اپنی سند کے ساتھ حمید بن مسلم سے روایت کرتا ہے کہ: " سمَاعُ اُذنی یَوْمَئذ منَ الْحسیْنِ یَقولُ: قَتَلَ اللهُ قَوْماً قَتَلُوْکَ یَا بُنَیَّ! مَا أجْرَأَهُم عَلَی الرَّحمنِ، وَ عَلَی انتهاکحُرْمَةِ الرَّسُوْلِ! عَلَی الدُّنیا بَعدک العَفَاء. قَالَ :وَکَأنّی أنْظُرُ الَی امْرَأةَ خَرَجَتْ سُرْعَةً کَأنَّهَا الشَّمْسُ الطَّالِعَةُ تُنَادی: یَا اخیَاهُ! وابْنَ اُخیَّاهُ!

قَالَ:فَسَألْتُ عَنْهَا، فَقِیلَ: هَذه زَیْنَبُ ابْنَةُ فَاطمَةَ ابْنَةِ رَسُولِ الله صلّی اللهُ عَلیه وآله وَسلَّم، وَجَآءتْ حَتّی أکبَّتْ عَلَیْه، فَجَآءَهَا الحُسَیْنُ فَأخَذَ بِیَدِهَا فَرَدَّهَا الَی الفُسْطَاطِ"[۲]۔

۱۔ مقتل مقرّم، ص۳۰۰۔

۲۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۴۴۶۔ ارشاد شیخ مفید، ص۲۵۹۔ بحار الانوار، ج۴۵، ص۴۴۔

Presented by Ziaraat.Com

حمید بن مسلم کہتا ہے: میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے کہ حسینؑ کہہ رہے تھے: خدا اس گروہ کو قتل کرے جنہوں نے تجھے قتل کیا ہے اے میرے بیٹے! ان کی حرمت خدا اور رسول کو پامال کرنے کی کتنی جرأت ہو گئی۔

اے میرے چشم وچراغ! تیرے بعد دنیا پر خاک ہو!

حمید کہتا ہے: میں دیکھ رہا تھا کہ اچانک تیزی سے ایک خاتون خیمہ سے باہر نکلی اور مثل چمکتے ہوئے آفتاب اور وہ فریاد کر رہی تھی: ہائے میرے بھائی! وای میرے بھتیجے!

حمید کہتا ہے: میں نے سوال کیا یہ خاتون کون ہے؟ بتایا گیا: یہ زینبؑ بنت فاطمہؑ بنت رسولؐ خدا ہیں۔ یہ خاتون آئیں یہاں تک کہ خود کو علی اکبرؑ پر گرادیا اور ان کے بعد حسینؑ علی اکبر کے لاشے کے پاس پہونچے اور آپ نے زینب کا ہاتھ پکڑ کر خیام کی طرف واپس کر دیا۔

Presented by Ziaraat.Com

Presented by Ziaraat.Com

تیرہویں مجلس

برزخ میں دنیوی راہ سعادت و شقاوت
ایک طرفہ ہو جاتی ہے

Presented by Ziaraat.Com

Presented by Ziaraat.Com

أعوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيطانِ الرَّجيم

بِسمِ اللهِ الرَّحمٰنِ الرَّحيم

اَلْحَمْدُ للهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلاَمُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدْ وَّآلِه الطَّاهِرِيْنَ وَلَعْنَةُ اللهِ عَلَى اَعْدَائِهِمْ اَجْمَعِيْنَ مِنَ الْاٰنَ اِلَى قِيَامِ يَوْمِ الدِّيْنِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِىِّ الْعَظِيْمِ[1]

جن آیات میں سزا و جزا زمانے سے مخصوص ہیں وہ برزخی ہیں.

قَالَ اللهُ الْحَكِيْم فِىْ كِتَابِهِ الْكَرِيْم:

" يَوْمَ يَأْتِ لاتَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّابِإِذْنِه فَمِنْهُمْ شَقِىٌّ وَسَعِيدٌ * فَأَمَّاالَّذِينَ شَقُوا فَفِى النَّارِلَهُمْ فِيهَازَفِيرٌوَشَهِيقٌ * خَالِدِينَ فِيهَا مَادَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَّامَاشَآءَرَبُّكَ إِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ * وَأَمَّاالَّذِينَ سُعِدُوا فَفِى الْجَنَّةِخَالِدِينَ فِيهَامَادَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَّامَاشَآءَرَبُّكَ عَطَاءً غَيْرَ مَجْذُوذٍ"[2]۔

"ایک روز ایسا آجائے گا کہ کوئی بھی بغیر اذن خدا کسی سے بات بھی نہ کرسکے گا اس روز لوگ دو حصوں میں تقسیم ہو جائیں گے کچھ نیک بخت کچھ

۱۔ یہ مطالب ماہ رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ کی تیرہویں تاریخ کو بیان ہوئے ہیں۔

۲۔ سورۂ ہود، ۱۰۵ تا ۱۰۸ تک۔

Presented by Ziaraat.Com

بد بخت۔ پس جو لوگ بد بخت ہوں گے وہ جہنم میں رہیں گے جہاں ان کے لئے صرف ہائے اور چیخ پکار ہوگی اوہ وہیں ہمیشہ رہنے والے ہیں جب تک آسمان و زمین قائم ہیں مگر یہ کہ آپ کا پروردگار نکالنا چاہے کہ وہ جو بھی چاہے کرسکتا ہے۔ اور جو لوگ نیک بخت ہیں وہ جنت میں ہوں گے اور وہیں ہمیشہ رہیں گے جب تک کہ آسمان و زمین قائم ہیں مگر یہ کہ پروردگار جو چاہے اور یہ خدا کی ایک عطا ہے جو ختم ہونے والی نہیں ہے۔

علی ابن ابراہیم قمی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ: "یہ آیات برزخ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں یعنی قیامت برپا ہونے سے پہلے جہنم میں ہمیشہ رہنا یعنی دنیا کی آگ میں ہمیشہ رہنا ہے جب تک زمین و آسمان باقی ہیں اور جنت میں ہمیشہ رہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ مقام جہاں مومنین کی ارواح منتقل ہوتی ہیں اور جنتی عطا غیر مقطوع کا مطلب یہ ہے کہ برزخی جنت قیامتی جنت سے متصل ہو جائے گی۔

اور یہ آیات ان نظریات کے ردّ میں دلیل ہیں کہ جو عذاب قبر کے منکر ہیں اور برزخی دنیا میں قیامت برپا ہونے سے پہلے عقاب و ثواب کو قبول نہیں کرتے ہیں"[۲]۔

اور جیسے کہ اس مرد بزرگوار کے کلام سے واضح ہے کہ دنیوی جنت و جہنم سے مراد برزخی جنت و جہنم ہے اور چونکہ عالم برزخ عالم دنیا کا آخری

۱۔ ممکن ہے کہا جائے کہ: زفیر و شهیق جهنم، خود اہل جہنم ہیں جیسا کہ لفظ لَهُم دلالت کر رہا ہے۔
۲۔ تفسیر علی بن ابراہیم، ص ۳۱۴ و ۳۱۵۔

Presented by Ziaraat.Com

مرحلہ ہے بس فرق یہ ہے کہ وہاں صورت اور کم و کیف پائے جاتے لہٰذا اسے بھی دنیا سے تعبیر کرتے ہیں۔

اور علی بن ابراہیم قمی اپنی تفسیر کے مقدمہ میں لکھتے ہیں: جو لوگ ثواب و عقاب کا انکار کرتے ہیں ان کے لئے چند آیات قابل ذکر ہیں:

" يَوْمَ يَأْتِ لاتَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّابِإِذْنِه فَمِنْهُمْ شقيٌّ وَسعيدٌ* فَأَمَّاالَّذينَ شَقُوا فَفي النَّارِلَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَ شَهِيقٌ* خَالِدينَ فِيهَا مَادَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالأَرْضُ "[۱]۔

یہ آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ان لوگوں کا عذاب آسمان و زمین سے ملا ہوا ہے اور یہ دنیوی برزخ کے بارے میں ہے کیونکہ جیسے ہی قیامت برپا ہوگی آسمان و زمین بھی ختم ہو جائیں گے۔

اور خداوند متعال کا دوسرا قول: النار يُعْرَضونَ عَلَيْهَا غُدوّاً عَشيّاً[۲]۔

چونکہ وہ صبح و شام کہ جہاں مشرکین کو جہنم کی آگ میں ڈالا جائے گا دار دنیا اور عالم برزخ میں ہے اور قیامت میں صبح و شب کا وجود نہیں ہے۔

اور خداوند متعال دوسرے مقام پر فرماتا ہے: "وَلَهُمْ رِزْقُهُم فِيهَا بُكرَةً وَ عَشِيّاً"[۳]۔

کیونکہ "بکرة وعشی" کہ جس کا معنی صبح و شب ہے اور اسی وقت اہل بہشت کو رزق پہونچتا ہے، یہ برزخ اور عالم دنیا کی جنت ہے کہ جہاں مومنین

۱۔ سورۂ ہود، آیت ۱۰۵ تا ۱۰۶ اور ۱۰۷ کا شروع کا حصہ۔

۲۔ سورہ غافر، آیت ۴۶ ویں آیت کا شروع کا حصہ۔

۳۔ سورۂ مریم، ۶۲ ویں آیت کا شروع کا حصہ۔

Presented by Ziaraat.Com

کی ارواح مرنے کے بعد منتقل ہوتی ہیں لیکن حقیقی جنت میں صبح و شام کا وجود نہیں ہے۔

اسی طرح خداوند متعال دیگر آیت میں بیان کرتا ہے: " وَمِن وَرآئِہِم بَرْزَخٌ اِلَی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ"[۱] یہ آیت برزخی ثواب و عقاب کے بارے میں ہے اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ: برزخ سے مراد قبر ہے کہ جہاں اہل قبور کو ثواب و عقاب پہنچتا ہے۔

اور اس دعوی پر معصوم کا قول بھی دلیل ہے کہ فرمایا: " وَاللهِ مَا تَخَافُ علیکُمْ اِلَّا الْبَرْزَخَ" خدا کی قسم ہم تمہاری طرف سے برزخ کے سلسلہ میں حیران و پریشان ہیں لیکن روز قیامت سب سے پہلے ہم تمہاری شفاعت کرنے والے ہوں گے کیونکہ وہاں ہمیں حق شفاعت دیا گیا ہے۔

خداوند متعال نے ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

" وَلَاتَحْسَبَنَّ الَّذِینَ قُتِلُوافِی سَبِیلِ اللهِ أَمْوَاتَابَلْ أَحْیَاءٌ عِندَ رَبِّہِمْ یُرْزَقُونَ*فَرِحِینَ بِمَاءَاتَاھُمُ اللهُ مِن فَضْلِ ھِوَیَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِینَ لَمْ یَلْحَقُوابِہِمْ مِّنْ خَلْفِہِمْ أَلَّاخَوْفٌ عَلَیہِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُونَ "[۲]۔

جو راہ خدا میں قتل کر دیئے گئے ہیں انہیں ہرگز مردہ گمان نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے خدا کی طرف سے رزق پا رہے ہیں اور جو ان پر اللہ نے اپنے فضل و کرم سے عطا کیا ہے اس پر خوشحال ہیں اور ان افراد کی بشارت پر بھی وہ

۱۔ سورۂ مومنون، آیت ۱۰۰۔

۲۔ سورۂ آل عمران، آیت ۱۶۹ و ۱۷۰۔

Presented by Ziaraat.Com

خوشحال ہیں کہ جو ان کی معنوی زندگی سے تعلق و رابطہ رکھتے ہیں مگر ابھی ان سے ملحق نہیں ہو پائے ہیں اور ان سے تمام اقسام نے غم و اندوہ کو اٹھالیا گیا ہے اور مقام و منزل اطمینان پر فائز ہیں۔

اور چونکہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت کی اس طرح تفسیر فرمائی ہے: "یَسْتَبْشِرُوْنَ وَاللهِ فِی الْجَنَّةِ لِمَنْ لَمْ یَلْحَق بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ مِنَ الْمُومِنیْن فِی الدُّنْیَا"

خدا کی قسم ان لوگوں کے لئے کہ جو جنت میں ہیں مومنین کی طرف سے کہ جو ابھی دنیا میں زندگی گزار رہے ہیں اور ان سے ملحق نہیں ہوئے ہیں، بشارت دینا باعث مسرت و خوشحالی ہے۔ لہٰذا اس بنا پر اس آیہ کریمہ میں جنت سے مراد برزخی جنت ہے کہ جو بقاء دنیا کے ساتھ سازگاری رکھتی ہے۔

اور ان افراد کی رد کے لئے کہ جو عذاب قبر کے منکر ہیں بہت سی دیگر آیات موجود ہیں[1]۔

برزخ میں جنت و جہنم کے نمونے موجود ہیں

اور اسی استدلال کے مانند برزخی بہشت کے بارے میں جو آیات دلالت کرتی ہیں، حضرت علامہ طباطبائی مد ظلہ نے اپنے رسالۂ معاد "الانسان بَعدَ الدُّنیا" میں تفسیر نعمانی کے حوالے سے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے[2] وا۔

۱۔ تفسیر علی بن ابراھیم، طبع سنگی، ص۱۸۔

۲۔ رسالۂ "الانسان بعد الدنیا" ص۱۱و۱۲، از نسخہ خطی۔

Presented by Ziaraat.Com

جی ہاں! یہ آیات جو برزخ میں ثواب و عقاب کو ثابت کرتی ہیں ان سے استدلال کرنے کے لئے ان دیگر آیات کی طرف توجہ کرنا ضروری ہے کہ جن میں روز قیامت اور اس کی کیفیات مانند آسمان و زمین، ستارے، پہاڑ اور دریا وغیرہ کے مضمحل ود گرگون ہونے کو وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔

وہ ایسا وقت ہوگا کہ آسمان ایک دوسرے سے ٹکرا کر بکھر جائیں گے زمین پھٹ جائے گی سورج سیاہ ہو جائے گا ستارے ٹوٹ کر گر جائیں گے یہ عالم دوسرے عالم میں تبدیل ہو جائے گا۔

"إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ"[۲]۔

ا۔ "تفسیر علی بن ابراہیم" ص ۴۱۲ میں اس آیۂ شریفہ کے ذیل میں : ولهم ازْقُهمْ فِيها بُكْرَةً وَعَشِيّاً کہتے ہیں: اس کا تعلق قیامت سے پہلے دنیوی بہشت سے ہے اور اس پر "بُكرةً و عشيا" دلیل ہے کیونکہ بُکرۃ و عشی محشر والی بہشت میں نہیں ہے بلکہ بہشت دنیوی ہے کہ جہاں مومنین کی ارواح منتقل ہوتی ہیں اور وہیں چاند و سورج طلوع کرتے ہیں۔

اور اسی تفسیر میں دوسرے مقام پر صفحہ ۵۸۶ پر اس آیہ مبارکہ: النارُ يُعْرَضُونَ عَلَيها غُدُوّاً و عشيّاً کے ذیل میں کہتے ہیں کہ یہ روز قیامت سے پہلے کی دنیا ہے کیونکہ قیامت میں غدو و عشی کا وجود نہیں پایا جاتا اور کیونکہ غُدّو (صبح) عشیّ (شب) چاند و سورج کے ذریعہ ہوتے ہیں اور ابدی بہشت میں چاند و سورج کا وجود نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا: آپ اس آیت: النارُ يُعْرَضُونَ عَلَيها غُدُوّاً و عشيّاً کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ حضرتؑ نے فرمایا: یہ بتاؤ لوگ اس آیت سے کیا مراد لیتے ہیں؟ اس شخص نے کہا: لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت آتش خُلد سے متعلق ہے۔ پس حضرتؑ نے فرمایا: پس یہ لوگ خوشبخت ہیں! پھر آپؑ سے کہا گیا: میں آپ پر قربان جاؤں یہ مسئلہ کس طرح ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا: یہ دنیا میں ہے لیکن آتش خلد کے بارے میں خدا فرماتا ہے: وَ يومَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْا آلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذاب۔

۲۔ سورۂ انشقاق، آیت ۱-۲۔

Presented by Ziaraat.Com

اس وقت آسمان پھٹ جائیں گے اور اپنے خدا کے حکم کی تعمیل کریں گے اور خدا کے حکم کو ماننا ان کا حق ہے۔

" إِذَا السَّمَاء انفَطَرَتْ وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انتَثَرَتْ "[۱]۔

جس وقت آسمان ٹکڑے ہو جائے اور ستارے آسمان سے ٹوٹ کر گر جائیں۔

" إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَإِذَا النُّجُومُ انكَدَرَتْ "[۲]۔

جس وقت سورج اپنے نور کی شعاؤں کو اپنی طرف پلٹالے اور ستارے تاریک ہو جائیں۔

" يَوْمَ تُبَدَّلُ الأَرْضُ غَيْرَ الأَرْضِ وَالسَّمَاوَاتُ وَبَرَزُواْ لله "[۳]۔

اس وقت کہ جب زمین غیر زمین میں بدل جائے اور آسمان متغیر ہو جائیں اور خداوند متعال کے لئے ظاہر ہو جائیں۔

" يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنفُوشِ "[۴]۔

اس وقت کہ جب لوگ مانند پروانے پراکندہ ہو جائیں اور پہاڑ مچھروں کے پروں کے مانند ٹکڑوں کی طرح فضا میں منتشر ہو جائیں۔

۱۔ سورۂ انفطار، آیت ۱-۲۔

۲۔ سورۂ تکویر، آیت ۱-۲۔

۳۔ سورۂ ابراہیم، آیت ۴۸۔

۴۔ سورۂ قارعہ، آیت ۴-۵۔

Presented by Ziaraat.Com

"يَوْمَ تَكُونُ السَّمَاءُ كَالْمُهْلِ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ"[۱]۔

اس روز آسمان مانند پگھلے ہوئے لوہے اور پہاڑ مانند اڑے ہوئے پروں کی طرح بے بنیاد ہیں۔

یہ آیات قیامت کبریٰ کے مناظر اور مقام و منزل تجلی نفس کو بیان کر رہی ہیں اور چونکہ نفس صورت و مثال سے بالاتر درجہ رکھتا ہے لہٰذا وہاں آسمان و زمین اور ستارے و پہاڑ نہیں ہیں اور وہاں زمین دوسری شکل میں ہو گی۔

لہٰذا تمام وہ آیات جو نعمات بہشت اور عقاب دوزخ اور آسمان و زمین کی محدودیت کو بیان کرتی ہیں اور ان کے باقی رہنے تک ان نعمات کی بقاء کو بیان کرتی ہیں انکا تعلق مثالی اور برزخی جنت ہی سے ہوگا۔

برزخ میں آسمان و زمین ہے کیونکہ وہ عالم صورت ہے اور برزخی موجودات و نفوس دنیا کی خبر رکھتے ہیں اور اسی طرح آسمان و زمین سے بھی آگاہ ہیں البتہ ان کی حیات ملکوت آسمان و زمین میں ہے۔

اور یہ آیہ مبارکہ "النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ"[۲] سے چند طرح سے استفادہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ عالم برزخ کے بارے میں ہے اور قیامت کبریٰ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

۱۔ سورۂ معارج، آیت ۸-۹۔

۲۔ سورۂ غافر، آیت ۴۶۔

Presented by Ziaraat.Com

اول: سب سے پہلے لفظ غُدّو اور عشی (روز وشب) جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ قیامت کبری میں روز وشب نہیں پائے جاتے۔

برزخ میں قیامت کی جنت و جہنم کا دریچہ کھل جائے گا

دوم: دوسرا جملہ **یُعْرَضُوْنَ عَلَیّھَا** کیونکہ اس جملہ کا معنی یہ ہے کہ مشرکین کو آگ پر ڈالا جاتا ہے اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ انہیں آگ کے اندر ڈالا جاتا ہے بلکہ یہ ہے کہ انہیں آگ کے کنارے لے جایا جاتا ہے اور وہاں رکھا جاتا ہے اور آگ کے شعلوں کو ان کی طرف کیا جاتا ہے وہ شعلہ انہیں اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں اور انہیں حرارت پہونچاتے رہتے ہیں وہ اس وحشتناک منظر سے متاثر ہوتے ہیں اور جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا کہ جنت و جہنم قیامتی برزخ میں نہیں ہیں بلکہ ان کے لئے قیامت کا ایک دریچہ ہے۔

"**یُفْتَحُ لَهٗ بَابٌ اِلَی الْجَنَّةِ وَ یُفْتَحُ لَهٗ بَابٌ اِلَی النَّارِ**"[۱]۔

"جنت و جہنم کی طرف برزخ سے ایک در کھول دیتے ہیں اور عالم قبر سے ان دونوں کی طرف کھڑکی کھول دیتے ہیں"

عالم برزخ کے وجود پر قرآنی آیات کی دلالت

سوم: اس آیت کے بعد فرمایا: "**وَ یَومَ تقومُ السّاعَةُ اَدْخِلُوا آل فِرعَوْنَ اَشَدَّ العذاب**. پھر اس کے بعد وہ ہر صبح وشب جہنم کی آگ کے دامن گیر ہوں گے اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا کہ جب تک قیامت برپا

۱۔ یہی معنی چند روایات میں کتاب کافی، ج ۳، باب المسالۃ فی القبر، ص ۲۳۶ سے ۲۴۰ تک ذکر ہوا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

ہو۔ اس وقت عذاب والے فرشتوں سے خطاب ہوگا کہ آل فرعون پر شدید ترین عذاب نازل کرو۔

پس معلوم ہوتا ہے کہ قیامت سے پہلے ان افراد پر عذاب ہوا ہے مگر مکمل طور پر نہیں لہذا اب مکمل عذاب ہوگا۔ وہ مقام اور عالم کہ جہاں آل فرعون عذاب میں غرق ہیں اسے عالم برزخ کہتے ہیں لیکن اس آیہ مبارکہ: "لَهُمْ رِزْقُهمْ فيها بُكرَةً وَ عشياً" کے برزخ سے مخصوص ہونے کی وجہ یا تو صبح و شب اور سورج وچاند، زمین وآسمان اور مرحلہ با مرحلہ زمانہ کی حرکت سے جو ان کے درمیان ایک خاص نسبت پیدا ہوتی ہے یا یہ کہ خود موجودات کے باطن میں مسلسل جوہری حرکت سے پیدا ہوتی ہے اور قیامت میں اصلاً آسمان وزمین نہیں ہیں لہذا وہاں حرکت بھی نہیں ہے اس بناپر ان کے درمیان کی نسبت کہ جس سے مفہوم زمان سمجھا جائے، نہیں پائی جاتی ہے۔

" مُتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَلَا زَمْهَرِيرًا "[1]۔

اور عالم برزخ کے وجود کو ثابت کرنے کے لئے نیز اس آیت کا بھی سہارالیا جاسکتا ہے۔

"إِذِ الْأَغْلَالُ فِي أَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلَاسِلُ يُسْحَبُونَ * فِي الْحَمِيمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُونَ "[2]۔

۱۔ سورۂ انسان، آیت ۱۳۔

۲۔ سورۂ غافر، آیت ۷۱و۷۲۔

Presented by Ziaraat.Com

جن لوگوں نے کتاب اور ان باتوں کی تکذیب کی جن کو دے کر ہم نے پیغمبروں کو بھیجا تھا انہیں عنقریب اس کا انجام معلوم ہو جائے گا۔ جن کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ڈالی جائیں گی اور انہیں کھینچا جائے گا گرم پانی میں اور پھر اس کے بعد جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔

"حَمیم" گرم چیز کو کہتے ہیں جیسے گرم پانی، گرم ہوا وغیرہ۔ اور "سحب" کے معنی کھینچنے کے ہیں اور "سَجْر" آگ لگانے کے معنی میں ہے۔ سَجَرَ التَّنور یعنی تنور میں آگ جل گئی اور جیسا کہ ہم نے بیان کیا "ثم" تراخی و انفصال کے معنی میں ہے۔ یعنی ایک مدت اور زمانہ کے بعد۔ للذا اس بنا پر آیت کا معنی یہ ہوگا۔ یہ تکذیب و جھگڑا کرنے والے افراد پہلے گرم پانی یا ہوائے گرم میں ڈالے جائیں گے پھر اس کے بعد آگ میں جلائے جائیں گے۔

یہ واضح و روشن ہے کہ "حمیم" میں "سحب" سے مراد عالم برزخ ہے کہ یہ وہاں کی گرمی سے عاجز ہیں اور آگ میں "سجر" سے مراد عالم قیامت ہے کہ وہاں مکمل طور پر جل کر اپنے آخری مرحلہ سزا پر پہونچ جائیں گے۔ اور نیز اس آیہ کریمہ سے بھی استدلال کیا جاسکتا ہے کہ:

"حتَّىَ إِذَا جَاء أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لاَ يُفَرِّطُونَ * ثُمَّ رُدُّواْ إِلَى اللهِ مَوْلاَهُمُ الْحَقِّ أَلاَ لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ أَسْرَعُ الْحَاسِبِينَ"[1] -

یہاں تک کہ جب کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے تو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اسے اٹھا لیتے ہیں اور اس کام میں وہ کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرتے

۱۔ سورۂ انعام، آیت ۶۱ و ۶۲۔

Presented by Ziaraat.Com

ہیں پھر سب اپنے مولائے برحق خداوند متعال کی طرف پلٹا دیئے جاتے ہیں۔آگاہ ہو جاؤ کہ فیصلہ کا حق صرف اسی کو ہے اور وہ بہت جلد حساب کرنے والا ہے۔

"ثم"فاصلہ کے معنی میں ہے اور یہ فاصلہ وہی برزخ ہے کیونکہ لوگوں کا خدا کے سامنے پیش ہونا عالم برزخ میں نہیں ہوگا۔برزخ دنیا کی طرح ہے فقط مادہ سے مجرد وخالی ہے اور انسان کا خدا کے سامنے اور سوال و میزان و حساب وکتاب کا ہونا عالم قیامت کا مرحلہ ہے جو کہ مقام حقیقت نفس ہے فقط صورت مثالی نہیں ہے اسی وجہ سے "ثم" استعمال کیا ہے۔" ثم رُدُّوا" نہ کہ "فَرُدّوا" یعنی فرشتوں کے روح قبض کرنے اور قیامت کبری کے درمیان فاصلہ ہے کہ جس کو طے کرنے کے بعد بارگاہ خداوند متعال میں پہنچا جائے گا۔

برزخ میں انسان کے باطن سے سوال ہوگا کہ جہاں جھوٹ کا امکان نہیں ہے

اور گذشتہ بیان شدہ آیت:"یَومَ یاتِ لَا تکلَّمُ نَفْسُ الّا بِاذنه" دلالت کررہی ہے کہ عالم برزخ میں کوئی بھی اذن خدا کے بغیر بات نہیں کرسکتا ہے اور عالم برزخ کے شروع ہونے اور عالم دنیا کے ختم ہونے کے بعد انسان سے اختیار کو چھین لیا جائے گا۔ اس کے بعد جھوٹ بولنا اور وہ مصلحت پرستی کہ جو دنیا میں اپنے اہداف و منافع کی خاطر انجام دیتا تھا،کام نہیں آئیں گی ملک الموت روح قبض کرے گا اس کے بعد دیگر فرشتے کہ جو انسان سے مرنے

Presented by Ziaraat.Com

کے بعد ملاقات کرتے ہیں اس کے باطن کے بارے میں سوال کریں گے اور وہ روح ملکوتی اور صورت مثالی کے ساتھ زبان ظاہری اور افکار واہمہ کے ساتھ جواب دے گا۔

ملک الموت اس کی روح قبض کرلیتا ہے اور اس کے عزیز و اقارب غسل و کفن دے کر نماز جنازہ کے بعد اسے قبر کی طرف لے جاتے ہیں اور روح بدن سے تعلق و رابطہ کی وجہ سے بدن کے ساتھ جاتی ہے اور اس کے ساتھ رہتی ہے۔

دفن کی پہلی رات ملائکہ مردے سے روح مثالی اور صورت ملکوتی کے قالب میں سوال وجواب کرتے ہیں نہ کہ بدن مادی سے۔

جی ہاں اس دنیا میں انسان بات چیت کرتا ہے۔ چلتا پھرتا ہے تو اسی صورت مثالی کے ساتھ یہ تمام امور انجام پاتے ہیں حقیقت امر یہ ہے کہ بدن اسی صورت مثالی کے ساتھ ایک طرح کا اتحاد رکھتا ہے لہٰذا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اس کا بات چیت کرنا یا دیگر امور انجام دینا بدن کے ارادہ اور قدرت سے ہے۔ جب انسان اس عالم سے کوچ کر جاتا ہے اور عالم برزخ میں وارد ہوتا ہے اور صورت مثالی بدن سے جدا ہو جاتی ہے اور انسان اپنی حقیقت کو صورت مثالی کے قالب میں دیکھتا ہے اس وقت سمجھتا ہے کہ جو کچھ بھی وہ عالم دنیا میں انجام دے رہا تھا صورت مثالی اور ملکوتی ڈھانچہ کے ذریعہ تھا۔

فرشتے عالم مثال میں اسی صورت مثالی و ملکوتی کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں وہاں عالم وہم وگمان اور مصلحت اندیشی نہیں ہے وہ عالم، اعتبارات اور

Presented by Ziaraat.Com

تخیلات کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ عالم حقیقت و عالم حق ہے۔ جھوٹ، حق و باطل کی آمیزش، شہوت، وہمیات، غضب و عقل اور سعادت و شقاوت کے مخلوط ہونے کا تعلق اس عالم دنیا سے ہے۔

وہاں ملائکہ انسان کے باطن سے سروکار رکھتے ہیں اور انسان اپنی باطنی حقیقت کے ساتھ جواب گو ہوگا لہذا جھوٹ بول کر فرشتوں پر کسی بھی شئی کو مشتبہ نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اگر کوئی اس دنیا میں جھوٹ بولتا ہے اور اس کا وجدان و حقیقت کسی چیز کی حکایت کرتے ہیں اور زبان دوسری چیز کی تو یہ دونوں میں اختلاف جھوٹ کے سبب پیدا ہوا ہے۔ جھوٹ کتاب قلب اور گفتار زبان میں جدائی ڈالتا ہے۔ لیکن وہاں حقیقت کھلی کتاب کے مانند ہو چکی ہوگی اور راہ سر پیچی کہ جس کے مختلف غرائز ہیں سب چھینے جاچکے ہوں گے صرف و صرف حقیقت ہوگی ملائکہ باطن اور حقیقت انسان سے کلام کریں گے یعنی نفس و دل انسان سے ہم کلام ہوں گے۔

وہ عالم، ریاکاری، مکر و حیلہ گری، وہمی مصلحت اندیشی اور ہوائی باتیں کرنے کا مرکز نہیں ہے کہ انسان ان کے ذریعہ اشتباہ کر بیٹھے اور اپنے افعال کو حق پر منطبق کرے اور اپنے گذشتہ افعال کو خوبصورت لباس پہنا کر حق کی صورت میں ظاہر کرے۔

ممکن ہے انسان اس دنیا میں رضائے خدا یا اپنے حقیقی کردار کو ظاہر کرنے کے لئے ترک گناہ کرے بلکہ کسی اور وجہ سے گناہ کا مرتکب نہ ہو مثلاً جھوٹ نہ بولے اس وجہ سے کہ اس کے دوست اسے سمجھ جائیں گے کہ وہ

Presented by Ziaraat.Com

جھوٹا ہے چوری اس وجہ سے نہ کرے کہ اگر معلوم ہو گیا تو رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا خیانت اور ظلم و ستم نہ کرے اس وجہ سے کہ معاشرے و سماج میں اس کی شخصیت پامال ہو جائے گی اور وقار ختم ہو جائے گا۔ لیکن ایسا انسان اگر ایسے موڑ پر آ پہنچے کہ اسے سو فیصد یقین ہو جائے کہ اس کے جھوٹ و فریب اور ظلم و خیانت سے کوئی مطلع نہیں ہوگا اور اس کی آبرو ریزی نہیں ہوگی اسے کوئی جرائم کے ارتکاب سے روکنے والا نہیں ہوگا۔

یہ ظاہر و باطن میں اختلاف فقط اس دنیا ہی تک محدود ہے کہ جو انسان میں پایا جاتا ہے۔

"الہ" یعنی وہ جس کی طرف انسان کا قلب متوجہ ہے

عالم برزخ میں ظاہر و باطن مختلف نہیں ہے جو بھی انسان کا باطن ہے وہی ظاہر ہوتا ہے۔ اگر اچھا ہے تو اچھا، برا ہے تو برا ظاہر ہوتا ہے انسان کا دل جو کچھ بھی بیان کرتا ہے اور عقیدہ رکھتا ہے اس کی ملکوتی زبان بھی وہی کہتی ہے اور اسی کی گواہی دیتی ہے۔

وہاں جب انسان سے کہا جاتا ہے: مَنْ رَبُّکَ؟ تیرا پروردگار کون ہے؟ انسان وہی جواب دیتا ہے کہ جو اس نے دنیا میں رب قبول کیا تھا اور اس سے متوسل ہوتا تھا۔

"الٰہ" یعنی وہ کہ جس کی طرف انسان کا قلب ہمیشہ متوجہ ہے اس کے حرم کا طواف کرتا رہتا ہے اور خلوت و جلوت میں اپنے دل کو اس کی یادوں

Presented by Ziaraat.Com

سے پر کر رکھا ہے اور ہمیشہ ذکر الٰہی کرتا رہتا ہے۔ یہی انسان کا اصل مقصد ہے یہی معبود حقیقی ہے۔

کسی کا معبود اس کی بیوی ہے وہ جو بھی خواہش رکھتا ہے فقط اسی کے لئے ہے۔ کسی کا خدا اس کا بیٹا ہے یعنی زمین و آسمان کے خدا اور پیغمبر اکرمؐ و قرآن کو اپنے بیٹے کی محبت کے سامنے ناچیز شمار کرتا ہے فقط اپنے بیٹے سے عشق و محبت کرتا ہے اور اس کی خواہشات کو ذکر الٰہی اور سیرت پیغمبر و قرآن پر مقدم رکھتا ہے۔

کسی کا معبود اس کی تجارت ہے تو کسی کا ثروت، کسی کا معبود اس کی شخصیت و بزرگی ہے تو کسی کا علم و دانش، کسی کا معبود اس کا دین و ایمان ہے تو کسی کا نفس اور اس کی جان ہے۔ یہ وہ متعدد دنیا میں خدا ہیں کہ جو فرزندان آدمؑ کے لئے خدا نظر آتے ہیں اور ہر آدمی اپنے ذوق اور سلیقہ کے مطابق انتخاب کرکے اپنی عبادت سے مخصوص کرلیتا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے دو زندانی دوستوں سے فرمایا: "يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ أَأَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ"[۱]۔

ارباب متفرقون، یعنی وہ صاحبان ولایت کہ جنہوں نے عالم کثرت و اعتبار کی بنا پر انسان کے دل پر اپنے حکومتی خیالات کے پہرے بٹھا دیئے ہیں۔

ارباب متفرقون، یعنی یہی ظالم حکمران اور اپنے زمانے کے ستمگر و طاغوت کہ انسان سے اپنی بندگی و اطاعت کے طلبگار ہیں۔

۱۔ سورۂ یوسف، آیت ۳۹۔

Presented by Ziaraat.Com

انسان ممکن ہے نماز پڑھے روزہ بھی رکھے اور مساجد بھی تعمیر کرائے مگر یہ سب عبادات اس وقت قدر و منزلت رکھتی ہیں کہ جب ان کے ذریعہ رابطہ الٰہی ظاہر ہو۔ یعنی اگر گھر میں تنہا بھی ہے اور غسل جنابت واجب ہو تو غسل کرے اور نماز کو ترک نہ کرے اور جب تجارت کا مرحلہ آئے اور انسان کے ہاتھ میں ترازو ہو اور ایسے جاہل خریدار کے ساتھ کہ جس سے کچھ حساب وکتاب نہ آتا ہو، کم فروشی نہ کرے اور زیادہ قیمت نہ لے، کیونکہ خدا شاہد ہے۔ بستر خواب پر محو خواب ہیں اس وقت بھی خدا موجود ہے اور بیدار ہیں تب بھی خدا موجود ہے بیوی بچوں اور مال دولت سے اتنی ہی محبت ہو کہ یہ امانت الٰہی اور ہدیہ الٰہی ہیں، ہماری ملکیت نہیں ہیں خدا کی محبت دائمی ہونا چاہیئے ان کی عارضی۔

ایسا عامل انسان جب قبر میں مورد سوال واقع ہوگا اور فرشتے سوال کریں گے: من ربک؟ تیرا خدا کون ہے؟ جواب میں کہے گا: اللہ جَلَّ جَلَالُہُ رَبّی. فرشتے آواز دیں گے قَدِمتَ خَیرَ قُدُومٍ، نَزَلتَ خَیرَ مَقَامٍ، اَهلاً وَسَهلاً. خوش آمدید۔

لیکن وہ لوگ کہ جو ظاہراً تو یہ اقرار کرتے ہیں کہ ہمارا خدا زمین و آسمان کا خالق ہے لیکن عمل میں اس پر اعتقاد نہیں رکھتے اور گواہی فقط لقلقۂ زبانی ہے ہمیشہ ایمان و شرافت اور تقویٰ و عدالت کا دم بھرتے ہیں مگر مقام عمل میں ان تمام امور کو چند کھوٹے سکّوں میں فروخت کر دیتے ہیں اگر ترازوی حقیقت میں دیکھا جائے تو ان کا خدا درہم و دینار، سونا چاندی اور فقط ان کا شکم ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

جیسا کہ رسول اکرم ﷺ نے آخری زمانے کے لوگوں کی خصوصیات بیان فرمائیں ہیں کہ:

"أَلِهَتُهُمْ بُطُونُهُمْ وَ نِسَا وُهُمْ قِبْلَتُهُمْ وَ شَرَفُهُمُ الدَّرَاهِمُ وَالدَّنَانِير"[۱]

ان کے شکم ان کے معبود ہیں اور ان کی بیویاں ان کی قبلہ گاہ ہیں اور ان کا شرف و وقار، درہم و دینار جمع کرنا ہے۔

من ربک سوال پر جو جواب دیے جائیں گے

جب عالم قبر میں ان کے خدا کے بارے میں سوال کیا جائے گا: من ربّکَ؟ تیرا خدا کون ہے؟ جواب میں یہ حقیقت کو بیان کریں گے۔ کہیں گے: بَطنی، بَطنی، میرا شکم، میرا شکم۔ اس جواب کو سن کر فرشتے کہیں گے۔ وای ہو تجھ پر اب اپنے اسی خدا کا دامن پکڑ اور اپنے شکم سے درخواست کر تا کہ وہ تجھے ہمارے عذاب سے نجات دے۔

پھر دوسرے سے سوال ہوگا: مَن رَبّکَ؟ وہ جواب میں کہے گا: میری بیوی۔ کہیں گے کہ اب اپنی بیوی سے کہہ تا کہ تجھے نجات دے!

پھر تیسرے سے سوال کریں گے: مَن رَبّکَ؟ وہ جواب دے گا: میرا فرزند؛ میں ایک بوڑھا انسان تھا میں نے محنت کرکے پیسہ جمع کیا اور اپنے بیٹے

۱۔ یہ روایت "بحارالانوار" میں دو مقام پر نقل ہوئی ہے۔ ایک ج۲۲، ص۴۵۳ پر ان الفاظ کے ساتھ: بُطُونُهُمْ أَلِهَتُهُمْ وَ نِسَاوُهُمْ قِبْلَتُهُمْ وَالدَّنَانِيرُهُمْ وَ شَرَفُهُمْ مَتَاعُهُمْ.اور دوسرے مقام ج۷۷، ص۹۷ پر اس موعظہ و نصیحت میں کہ جو آنحضرتؐ نے ابن مسعود کو فرمائیں ہیں: أَلِهَتُهُمْ بُطُونُهُمْ... مَحَارِيبُهُمْ نِسَاوُهُمْ وَ شَرَفُهُمُ الدَّرَاهِمُ وَالدَّنَانِير۔

Presented by Ziaraat.Com

کو دیا میرا فرزند باہر ملک پڑھنے گیا تاکہ ڈاکٹر یا انجینیئر بن کر واپس آئے لیکن وہ اپنے ایمان کا سودہ کر بیٹھا اور کفّار کے تحت تاثیر آگیا میں نے جتنی بھی کوشش کی مگر اپنی اس غلط روش سے نہیں پلٹا؛ایسے سجا کر کہے گا کہ ملک کو ڈاکٹر اور انجینیئر معاشرے کی خدمت کے لئے نہیں ہے بلکہ غربا و فقرا کی جیب خالی کرنے اور بیکراں ثروت جمع کرنے کے لئے ہے۔ فرشتے کہیں گے: اب جا اور اسی ڈاکٹر وانجینیئر کو لے آ تاکہ تجھے عالم برزخ و فرشتوں کے عذاب سے رہائی عطا کرے!

اور بعض لوگ فرشتوں کے اس سوال مَن رَبّکَ ؟کے جواب میں کہیں گے: میری تجارت، میرا چیک، میری حکومت، میرا جاہ و حشم اور میرا غرور علم و دانش یہ سب میرے خدا ہیں۔

وہ کتنا تعجب خیز مرحلہ ہوگا کہ جس دن حقائق ظاہر و آشکار ہوں گے اور خدا ہر سوال کے جواب سے بری ہو جائے گا۔

اس دنیا بھی اسی طرح ہے فرق فقط یہ ہے کہ عالم نفس طلوع نہیں ہوا ہے اور اس کے پوشیدہ عیوب ظاہر نہیں ہوئے ہیں اس وقت ظاہر ہوں گے۔

"وَبَرَزُواْ لله الْوَاحد الْقَهَّارِ"[۱]

"يَوْمَ هُم بَارِزُونَ لَا يَخْفَى عَلَى اللهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ لِّمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ"[۲]

۱۔ سورۂ ابراہیم کی ۴۸ ویں آیت کا آخری حصہ۔

۲۔ سورۂ غافر، آیت ۱۶۔

Presented by Ziaraat.Com

وہ شخص کے جو اپنے جواب اچھی طرح دے گا اور کہے گا: میرا خدا ایک ہے اور بے نیاز ہے، زمین و آسمان کا خلق کرنے والا ہے۔ وہ کہے گا: "نَمْ نَوْمَةَ العَرُوسِ قَرِيرَ لاحين"[۱] راحت و آرام کی نیند سو جا جیسے ٹھنڈی آنکھوں کے ساتھ نئی دلہن سوتی ہے۔

موت کے بعد مومن و کافر کے حالات

شیخ صدوق، محمد بن علی بن بابَوَیہ قمی نے کتاب "امالی" میں اپنی سند کے اتصال کے ساتھ حضرت امام صادق علیہ السلام سے حدیث نقل کی ہے کہ: جب مومن اس دنیا سے رحلت کرتا ہے تو ستر ہزار ملائکہ قبر تک اس کی تشییع جنازہ کرتے ہیں اور جب منکر و نکیر اس کو قبر میں بیٹھا کر سوال کرتے ہیں: من ربک؟ وما دینک؟وَ مَنْ نبیّکَ؟

تو مومن جواب میں کہتا ہے: میرا پروردگار، اللہ ہے اور میرا رسول، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور میرا دین، اسلام ہے۔ اس جواب کے بعد وہ دونوں ملائکہ جہاں تک اس مومن کی آنکھوں کا نور جاسکتا ہے۔ اس کی قبر کو کشادہ کردیتے ہیں اور جنت سے اس کے لئے کھانے لاتے ہیں اور روح و ریحان کو اس کے لئے مہیا کرتے ہیں اور یہی خداوند متعال کی آیۂ ذیل کا مفہوم ہے کہ فرماتا ہے:

"فَأَمَّا إِن كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ * فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ" یعنی اس کی قبر میں "وَجَنَّةُ نَعِيمٍ"[۲] یعنی آخرت اور روز قیامت میں۔

۱۔ کافی، ج ۳، ص ۲۳۸۔

۲۔ سورۂ واقعہ، آیت ۸۸ و ۸۹۔

Presented by Ziaraat.Com

اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ: اگر کافر اس دنیا سے رحلت کرتا ہے تو ستر ہزار ملائکہ جہنم قبر تک اس کی تشیع جنازہ کرتے ہیں۔

اور وہ شخص تشیع جنازہ کرنے والے لوگوں سے فریاد کرتا ہے اور خدا کی قسم دیتا ہے کہ جس آواز کو جن و انس کے علاوہ تمام مخلوق سنتی ہے، اے کاش مجھے ایک بار دنیا میں پلٹنے کا موقع مل جائے تاکہ میں ایمان والوں میں ہو جاؤں: اور کہتا ہے:

" ارْجِعُوْنِی لَعَلّی اَعْمَلُ فیما تَرَکْتُ "[1]۔

مجھے دنیا میں پلٹا دو تاکہ میں نے جو اعمال صالحہ ترک کئے ہیں انہیں بجا لاسکوں۔ وہ ملائکہ اسے جواب دیتے ہیں: " کَلّا اِنَّهَا کَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا "[2]۔

ہر گز ہر گز ایسا نہیں ہو سکتا۔ دنیا کی طرف پلٹنا محال ہے یہ جو تو کہہ رہا ہے اگر اب بھی تجھے پلٹا دیا جائے تو نیک اعمال نہیں کر سکتا۔

فرشتے آواز دیتے ہیں کہ: " لورُدَّ لَعَادَ لِمَا نُهِیَ عَنْهُ " اگر اسے دوبارہ دنیا میں پلٹا دیا جائے تو جس برے عمل سے روکا گیا تھا دوبارہ انجام دے گا۔

اور جب اسے قبر میں دفن کرکے چلے جاتے ہیں تو منکر و نکیر وحشتناک چہروں کے ساتھ اس کی قبر میں وارد ہوتے ہیں اور اسے اٹھا کر سوال کرتے ہیں: مَنْ رَبُّکَ؟ وَمَا دِیْنُکَ؟ وَمَنْ نَبِیُّکَ؟ اس کی زبان جواب دینے سے قاصر ہو جاتی ہے اور اس سے قدرت جواب سلب ہو جاتا ہے۔

۱۔ مفہوم آیت سورۂ مومنون ۹۹ و ۱۰۰: " رَبِّ ارجعون * لَعَلّی اَعْمَلُ فیما تَرَکْتُ "۔

۲۔ یہ جملہ سورۂ مومنون کی آیت ۱۰۰ سے ہے اور آیت میں " هوَ قائِلُهَا " آیا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

وہ فرشتے ایسے کوڑے اسے مارتے ہیں کہ جس سے تمام چیزیں دہشت میں پڑ جاتیں ہیں۔ پھر دوبارہ اس سے سوال کرتے ہیں: مَنْ رَبُّکَ؟وَمَا دِیْنُکَ؟وَمَنْ نَبِیُّکَ؟فَیَقُوْلُ:لَا اَدْرِی وہ جواب دیتا ہے کہ میں نہیں جانتا۔ اس کے بعد فرشتے اس سے کہتے ہیں: "لَا دَرَیْتَ وَ لَا هُدَیْتَ وَلَا اَفْلَحْتَ" تونے سمجھنے کی کوشش نہیں کی اور نہ ہی ہدایت پائی اور نہ تو کامیاب ہوا[1]۔

اور اس کے بعد جہنم کے دروازوں میں سے ایک دریچہ اس کی قبر کی طرف کھول دیتے ہیں اور دوزخ کی گرم ہوا اس کی طرف پہنچتی ہے اور یہی خداوند متعال کے قول کا مفہوم ہے کہ فرمایا: وَأَمَّا إِن كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِينَ الضَّالِّينَ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيمٍ[2] یعنی آخرت و روز قیامت میں[3]۔

مرحوم علامہ مجلسی رضوان اللہ علیہ نے علامہ حلی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کشف الیقین سے انہوں نے تفسیر حافظ محمد بن مومن شیرازی سے اپنی سند کے ساتھ روایت نقل کی ہے کہ:

صخر بن حرب (یعنی ابو سفیان) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ سے کہا: ای محمدؐ! یہ آپؐ کے بعد امر ولایت ہمارے لئے ہے یا کسی اور کے لئے؟

۱۔ ہو سکتا ہے یہ بھی معنی ہو: تو نہیں سمجھا اور تو نے ہدایت نہیں لی اور تو کامیاب نہ ہوا۔

۲۔ سورۂ واقعہ، آیت ۹۲ و ۹۳۔

۳۔ "امالی" صدوق، طبع سنگی، ص ۱۴۴ و ۱۴۵۔

Presented by Ziaraat.Com

آپ نے فرمایا: ای صَخر! میرے بعد امر ولایت اس شخص کے لئے ہے کہ جس کی نسبت مجھ سے ایسے ہے کہ جیسے ہارون کی موسیٰؑ سے تھی۔ اس موقع پر خداوند متعال نے یہ آیات نازل فرمائیں "عَمَّ یَتَسَآءَلُونَ" یعنی اے میرے نبیؐ اہل مکہ آپؐ سے علی بن ابی طالبؑ کی خلافت کے بارے میں سوال کرتے ہیں؟ "عَنِ النَّبَاءِ العَظِیْمِ الَّذی هُم فیه مُخْتَلِفُوْن" ان میں سے بعض علیؑ کی ولایت وخلافت کی تصدیق کرتے ہیں اور بعض تکذیب کرتے ہیں۔

کلَّا، یہ کلمہ ان کے رد کے لئے آیا ہے، سَیَعلَمُونَ، بہت جلد یہ جان جائیں گے کہ اس کی خلافت آپؐ کے بعد اسی کا حق ہے۔

ثُمَّ کَلَّا سَیَعْلَمُوْنَ[1] یہ بہت جلد اس وقت حق خلافت وولایت کو جان جائیں گے کہ جب ان سے قبر میں اس کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

پس کائنات کی کوئی بھی مخلوق چاہے وہ مشرق میں ہو یا مغرب میں ہو، خشکی میں ہو یا دریا میں، ایسی نہیں ہوگی کہ جس سے اس کے مرنے کے بعد منکر ونکیر ولایت امیر المومنین علیہ السلام کا سوال نہ کریں، مرنے والے سے کہتے ہیں: من ربک؟ما دینک؟وما نبیک؟وَمَنْ امامک؟

تیرا پروردگار کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبیؐ کون ہے؟ اور تیرا امام کون ہے؟[2]۔

۱۔ عمّا یتسالون سے ثم کلّا سیعلمون تک: سورہ نبا کی ا سے ۵ آیات۔

۲۔ "بحار الانوار" طبع آخوندی، ج ۶، ص ۲۱۶۔

Presented by Ziaraat.Com

کافر کی قبض روح کی سختی کو حیوانات محسوس کرتے ہیں

ہم نے جس روایت کو گذشتہ گیارہویں مجلس میں چار کتابوں سے عالم قبر میں منکر و نکیر کے سوالات کے بارے میں نقل کیا، عیاشی اور کافی کی روایت کے مطابق تھا کہ جس کو انہوں نے جابر سے نقل کیا تھا اور ہم نے اسے وہاں پر ذکر کردیا مگر یہاں پر مناسبت وموضوع کی وجہ سے دوبارہ تکرار کررہے ہیں۔

جابر کہتے ہیں: حضرت ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری اونٹوں اور گوسفندوں کا نظارہ کرنے کی عادت تھی کہ جب میں انہیں چرانے لے جاتا تھا اور خدا کی طرف سے کوئی نبیؑ مبعوث نہیں ہوا مگر یہ کہ اس نے گوسفند نہ چرائے ہوں اور میں منصب نبوت ملنے سے پہلے ان کا نظارہ کررہا تھا اور وہ اپنی چراگاہ میں مستقر تھے۔اور ان کے اطراف میں کوئی چیز نہیں تھی کہ جو انہیں ڈراتی اچانک میں دیکھتا تھا کہ وہ اپنی جگہ سے ادھر اُدھر ہونے لگتے اور کودنے لگتے تھے۔ میں اپنے آپؐ سے کہتا تھا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟اور بہت زیادہ تعجب میں پڑ جاتا تھا۔ یہاں تک کہ جبرئیلؑ نازل ہوئے اور مجھ سے کہا: جب کافر اس دنیا سے رحلت کرتا ہے تو فرشتے اسے اس طرح کوڑے مارتے ہیں کہ جس کی دہشت سے جن وانس کے علاوہ تمام مخلوق حرکت میں آجاتی ہے اور ڈرتی ہے۔ میں اس وقت سمجھا کہ یہ جانوروں کا ڈرنا کافروں پر فرشتوں کے کوڑنے مارنے کی وجہ سے ہے پس میں عذاب قبر سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔

Presented by Ziaraat.Com

بعض اوقات جو ہم دیکھتے ہیں کہ کتے بھونکنے لگتے ہیں مرغیاں شور کرنے لگتی ہیں گھوڑے ہنہنانے لگتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ انکا رابطہ عالم صورت و مثال سے بہت زیادہ ہے اور انسان حقیقت نفس و روح سے کم رابطہ رکھتا ہے لیکن ان کا انسان سے رابطہ عالم خیال و مثال میں ہے۔

ملائکہ انسان سے کہتے ہیں خدا نے تجھے خلق کیا اور چاند و سورج روز وشب کو تیری طرف مسخر کیا اور انہیں تیرا تابع بنایا اور جو کچھ بھی روی زمین پر ہے سب تیرے لئے پیدا کیا تو نے وہاں ساری زندگی گزاری اپنے ساتھ کیا لے کر آیا؟

تو فطرت الٰہی کے ساتھ دنیا میں وارد ہوا، پھر وہاں سے نابینا کیوں نکلا؟ یہ سختی و دشواری تیری کس غفلت کا نتیجہ ہے؟

قرآن کریم میں معیشت ضنکا سے مراد عالم برزخ کا عذاب ہے

"وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى"[۱]۔

بعض روایات میں ذکر ہوا ہے کہ "معیشت ضنکا" سے عذاب عالم برزخ مراد ہے۔علامہ مجلسی رضوان اللہ علیہ امام سجاد علیہ السلام کی اس روایت کے ذیل میں کہ جو آپؑ نے عذاب قبر کے بارے میں فرمائی اور

۱۔ سورۂ طہ، آیت ۱۲۴۔

Presented by Ziaraat.Com

"معیشت ضنکا" کو عذاب قبر میں شمار فرمایا ہے، تحریر کرتے ہیں کہ یہ امام کی حدیث دلالت کر رہی ہے کہ اس آیۂ مبارکہ میں معیشت ضنکا سے مراد وہی عذاب قبر ہے اور اس مطلب کی تائید اس کے بعد والی آیت سے ہوتی ہے کہ اس میں قیامت کو اس کے بعد ذکر کیا ہے اور بہت سے مفسرین نے بھی یہی تفسیر کی ہے۔ اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس سے مراد دنیا میں حالات کا خراب ہونا ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں بہت سے کافر راحت و سکون کی زندگی گزار رہے ہیں اور بہت سے مومنین اس کے برخلاف زندگی بسر کر رہے ہیں[1]۔

تفسیر مجمع البیان میں بھی نیز "معیشت ضنک" سے مراد عذاب قبر ہی لکھا گیا ہے اور اس معنی کو ابن مسعود اور ابو سعید خُدری و سدّی سے نقل کیا اور ابو ہریرہ سے بھی روایت مرفوع نقل ہوئی ہے[2]۔

امالی شیخ طوسی میں ایک خط کا ذکر ہے جو کہ امیر المومنین علیہ السلام نے والی مصر کو لکھا ہے اور محمد بن ابی بکر کے ساتھ بھیجا ہے۔ یہ خط بہت طولانی ہے اور اس میں بہت نصیحت آمیز و بیدار کرنے والے مطالب پائے جاتے ہیں۔ اس نامہ میں آپ نے موت اور اس کے بعد کے مراحل کا تذکرہ

۱۔ بحار الانوار، ج ۶ طبع آخوندی، ص ۲۱۵۔

۲۔ بحار الانوار، ج ۶ طبع آخوندی، ص ۲۱۵۔

Presented by Ziaraat.Com

فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ: " وَاِنَّ الْمَعِیْشَۃَ الضَّنْکَ الَّتِیْ حَذَّرَ اللّٰہُ مِنْھَا عَدُوَّہُ، عَذَابَ الْقَبْرِ "[۱]۔

جی ہاں جو شخص سچے جواب اور حقیقت امر سے اجتناب کرتا ہے اور جھوٹ بولنے پر آمادہ ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے وجود میں مختلف مادی قوتیں پائی جاتی ہیں اور وہ مصلحت اندیشی کی بنا پر آخرت سے فراری یا رسوائی کے خطرے سے جھوٹ بولنے لگتا ہے لیکن انسان کے مرنے کے بعد یہ تمام چیزیں اس میں باقی نہیں رہتیں اور اس کا اختیار ختم ہو جاتا ہے اس کے لئے حقیقت سے گریز ممکن نہیں ہے لہٰذا وہ فطری وجبلتی طور پر سچ بولے گا۔

بعض افراد جو نشے کی حالت میں سچ بولتے ہیں اور حقیقت کو بڑھا چڑھا کر بیان نہیں کرتے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی فطرت پاک و پاکیزہ اور عقیدہ محکم ہے۔ نشہ کی حالت میں خدا اور پیغمبر و امام علیہم السلام اور اسلام کی مدح و ثنا بھی کرتے ہیں اور جن کا عقیدہ خراب اور ضمیر برے ہوتے ہیں وہ نشے کی حالت میں خدا اور امام و رسول کو برا بھلا کہتے ہیں اور سب و شتم کرتے ہیں جبکہ یہ دونوں افاقہ کی حالت میں ظاہری ماحول کی رعایت کرتے ہوئے ایسا فعل انجام نہیں دیتے یہ دونوں کے افعال و گفتار میں اختلاف اور حقایق کا ظہور نشے اور مستی اور اختیار سلب ہونے کی وجہ سے وجود میں آیا ہے۔

اور اسی طرح غالباً انسان حالت خواب میں اپنے باطنی خواہشات کے مطابق عمل کرتا ہے جبکہ حالت بیداری میں ایسا نہیں کرتا ہے۔

۱۔ امالی شیخ، طبع نجف، ج۱، ص ۷۲۔

Presented by Ziaraat.Com

یہی وجہ ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: خواب اور موت کو ایک ہی کہا گیا ہے[۱]۔ ملائکہ انسان سے حالت احتضار میں، تشیع جنازہ میں، غسل و کفن کے وقت، دفن کرتے وقت، دفن کی پہلی رات اور طول برزخ میں مرنے والے کی روح ملکوتی سے ہمکلام ہوتے ہیں لہٰذا زندہ افراد کی ملکوتی نگاہیں روشن نہیں ہوتیں ہیں ان حالات سے بے خبر رہتے ہیں اور اس گفت و شنید کو درک نہیں کرپاتے ہیں۔

وادی السلام سے متعلق سید جمال الدین گلپائگانی کی داستان

ہمارے علم اخلاق کے استاد مرحوم جمال الحق و آیۃ اللہ العظمٰی سید جمال الدین گلپایگانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں ایک دن نجف اشرف میں اہل قبور کی زیارت کے لئے وادی السلام گیا ظہر کی نماز کے بعد گیا تھا ہوا بہت گرم تھی گرمی کی شدت کی وجہ سے میں نے ایک سایہ میں کپڑا بچھایا اور بیٹھ گیا۔ (مرحوم آیۃ اللہ جمال الدین بہت زیادہ وادی السلام جاتے تھے اور وہاں بیٹھتے تھے ہم یہ سوچتے تھے کہ شاید ان کو ارواح سے کوئی کام ہے اور ان کی آپس میں گفتگو ہوتی ہے)

فرماتے ہیں کہ جیسے ہی میں بیٹھا میری طرف کچھ عجیب حالت میں ارواح آئیں کہ جن کے بدن کثیف تھے لباس پارہ پارہ تھے مجھ سے آکر التجا کرنے لگیں کہ ہماری مدد کرو اور شفاعت کرو!

۱۔ معالی الاخبار، ص۲۸۹۔

Presented by Ziaraat.Com

یہ ارواح انہیں قبر کی تھیں کہ جن کے درمیان میں بیٹھا تھا اور یہ تمام روساء عرب اور دنیا میں جو جاہ و حشم اور تکبر کے ساتھ زندگی گزارتے تھے ان کی قبور تھیں۔

مجھ سے لپٹ کر اصرار و التجا کر رہے تھے۔ مجھے غصہ آگیا اور میں نے سب کو ڈانٹا و پھٹکارا اور کہا: اے بے انصافو تم نے دنیا میں لوگوں کا مال کھایا اور ظلم و ستم کیا یتیموں پر رحم نہ کیا اور ہم نے سب کچھ منبروں سے چیخ چیخ کر بتایا مگر تم نے ذرہ برابر کان نہیں دھرے اور اب شفاعت کے طلبگار ہو؟ جاؤ میرے پاس سے چلے جاؤ۔ میں نے سب کو بھگا دیا اور وہ چلی گئیں۔ یہ بات قابل توجہ رہے کہ بعض کی شفاعت عذاب برزخ کے بعد ضرور ہوگی اگر وہ حقیقت میں اہل ایمان ہوں گے اور انہوں نے عذاب برزخ کو چکھ لیا ہوگا۔

مرحوم قاضی کی مرحوم عاملی کو نصیحتیں اور وادی السلام میں توقف

مرحوم آیۃ اللہ العظمیٰ حاج میرزا علی قاضی رضوان اللہ علیہ کے بہت سے شاگردوں سے نقل ہوا ہے کہ آپؒ بہت زیادہ نجف اشرف میں اہل قبور کی زیارت کے لئے وادی السلام جایا کرتے تھے اور وہاں تین چار گھنٹے رہتے تھے یہاں تک کہ آپ کے شاگرد تھک کر واپس آجاتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ وہ ایسا کیا کرتے ہیں کہ اتنی دیر ہو جاتی ہے مگر تھکن کا احساس نہیں ہوتا۔

Presented by Ziaraat.Com

مرحوم آیۃ اللہ حاج شیخ محمد تقی آملی رحمۃ اللہ علیہ، مرحوم قاضی کے علم و عرفان واخلاق کے اول نمبر کے شاگرد تھے، نقل کرتے ہیں کہ میں نے کافی عرصہ تک دیکھا ہے کہ مرحوم قاضی دو یا تین گھنٹے وادی السلام میں جا کر بیٹھتے تھے۔ میں یہ سوچتا تھا کہ انسان کو چاہئے کہ وہ فقط زیارت کرے اور پلٹ آئے اور سورہ فاتحہ کے ذریعہ مردوں کی روح کو شاد کرے اس سے اور بھی زیادہ ضروری کام ہیں کہ جن کا انجام دینا واجب تر ہے۔

یہ میرے دل میں بات تھی مگر میں نے کسی پر ظاہر نہیں کی تھی حتی اپنے قلبی دوست سے بھی نہیں، کافی دن گزر گئے اور میں روزانہ تحصیل علم کے لئے استاد محترم کے حضور جاتا رہا یہاں تک کہ نجف اشرف سے ایران پلٹنے کے لئے عازم سفر ہوا لیکن اس سفر کے بارے میں شک و تردید میں مبتلا تھا کہ انجام دوں یا نہ دوں۔ یہ نیت بھی میرے ذہن ہی میں تھی اور کوئی اس سے باخبر نہیں تھا۔ رات کا وقت ہوا میں نے کمرے میں سونا چاہا میرے پیروں کی طرف کمرے میں ایک طاق تھا اس میں علمی و دینی کتابیں رکھی تھیں میں معمولاً انہیں کی طرف پیر کرکے سویا کرتا تھا اس رات میرے دل میں خیال آیا کہ یہ کتابیں تو طاق کے اوپر ہیں میرے پیر ان سے نیچے ہیں اور یہ کتابوں کی بے حرمتی نہیں ہے میں یہ سوچ کر سو گیا۔

صبح جب استاد مرحوم قاضی کے حضور پہنچا اور سلام کیا تو آپ نے جواب سلام کے بعد فرمایا: تمہارے لئے ایران جانے میں مصلحت نہیں ہے

Presented by Ziaraat.Com

اور کتابوں کی طرف پیر کرنا ان کی بے حرمتی ہے میں لرز گیا۔ اور کہا حضور آپ یہ سب کہاں سے سمجھے فرمایا: وادی السلام سے۔

مردے کے بات کرنے کے سلسلے میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی فرمائش

کتاب کافی میں مرحوم کلینی نے علی بن ابراہیم سے انہوں نے محمد بن عیسی سے انہوں نے یونس سے انہوں نے عمرو بن شمر سے انہوں نے جابر سے روایت کی ہے کہ حضرت علی بن الحسین امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا: ہمیں نہیں معلوم کہ ہم کس طرح لوگوں کے ساتھ برتاؤ کریں جو کچھ رسول خدا ﷺ سے ہم تک پہنچا ہے لوگوں میں بیان کریں تو لوگ مذاق اڑاتے ہیں اور اگر خاموش رہیں علوم سینے میں ٹھاٹھے مارتا ہے۔

ضمرہ بن معبد نے کہا: اے فرزند رسولؐ جو کچھ آپ تک پہنچا ہے ہم سے بیان فرمائیں۔ حضرت نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ جب دشمن خدا کو مرنے کے بعد قبرستان کی طرف لے جایا جاتا ہے کیا فریاد کرتا ہے؟

جابر کہتے ہیں کہ ہم نے کہا: نہ فرزند رسولؐ ہم نہیں جانتے۔

حضرتؑ نے فرمایا: دشمن خدا جنازہ اٹھانے والوں سے فریاد کرتا ہے: کیا تم اس شکایت کو نہیں سن رہے ہو کہ جو میں شیطان سے کر رہا ہوں؟ دشمن خدا نے مجھے فریب دیا ہے اور مجھے ہلاکت اور خطرے کے گڑھے میں دھکیل کر باہر نہیں نکالا۔

Presented by Ziaraat.Com

اور میں ان لوگوں سے بھی شکوا کرتا ہوں کہ جن کے ساتھ میں نے برادرانہ سلوک کیا لیکن انہوں نے مجھے بے یارومددگار چھوڑ دیا اور میں اپنے ان بچوں سے بھی گلا کرتا ہوں کہ جن کی میں نے ہمیشہ حمایت کی اور ان کا پشت پناہ رہا لیکن انہوں نے بھی مجھے بے ناصر ومددگار چھوڑ دیا اور آخری میری تم سے التجا یہ ہے کہ مجھ سے میرا تمام مال و متاع اور گھر چھوٹ گیا کہ جو میں نے محنت سے جمع کیا تھا بس مجھ پر اتنا کرم کردو کہ مجھے قبرستان اتنی جلدی نہ لے جاؤ۔

ضمرہ نے کہا: ای ابو الحسن! اگر اس مردے کے اندر اتنی جان ہے کہ وہ یہ فریاد کرسکتا ہے تو ممکن ہے تابوت سے کود کر جنازہ اٹھانے والوں پر حملہ آور ہو جائے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے بارگاہ مقدس الٰہی میں عرض کیا: پروردگارا! اگر ضمرہ نے اس جملے کے ذریعہ حدیث رسول اللہ ﷺ کا مذاق اڑایا ہے تو اس پر اپنا غضب نازل فرما۔

جابر کہتے ہیں: چالیس دن گزرے تھے کہ ضمرہ کا انتقال ہو گیا۔ اس کا ایک غلام کہ جو اس کے غسل و کفن میں شریک تھا دفن کے بعد حضرت سجاد علیہ السلام کی خدمت میں پہونچا اور آپؑ کے حضور بیٹھ گیا حضرت نے سوال کیا: اے شخص تو کہاں سے آیا ہے؟

اس نے جواب دیا: ضمرہ کو دفن کرکے آرہا ہوں۔ جب ضمرہ کو قبر میں لٹا کر قبر کو بند کر دیا اور آمادہ کر دیا تو میں نے اپنے چہرے کو قبر پر رکھا۔

Presented by Ziaraat.Com

خدا کی قسم قبر سے اسی لہجے میں آواز آرہی تھی کہ جو اس کا دنیا میں لہجہ تھا۔ وہ یہ کہہ رہا تھا: وای ہو تجھ پر اے ضمرہ بن معبد! آج تجھے تیرے تمام دوستوں نے چھوڑ دیا اور تیری آخرت جہنم قرار پائی۔ وہ تیرا اصل مسکن اور رات دن تیرے رہنے کی جگہ ہو گی۔

جابر کہتے ہیں: حضرت علی بن الحسین علیہ السلام نے فرمایا: ہم خداوند متعال سے عافیت کی دعا کرتے ہیں۔ یہ ہے حدیث رسول خداؐ کی مذاق اڑانے والے کی سزا اور انجام[1]۔

حضرت فاطمہ بنت اسد علیہا السلام کی حضرت رسول خداؐ کے ہاتھوں تجہیز و تکفین اور تدفین

محمد بن حسن صفّار "بصائر الدرجات"[2] میں کہ جس کا شیعوں کی نفیس کتب میں شمار ہوتا ہے اور علم اصول اعتقادات کی با اعتماد تالیفات میں سے ہے اور اس کے مولف زمانے کے اعتبار سے شیخ کلینی اور صدوق پر تقدم رکھتے ہیں اور انہوں نے امام حسن عسکری علیہ السلام کے زمانے کو بھی درک کیا ہے اور ان کی وفات ۲۹۰ھ میں ہوئی ہے، اپنی سند کے ساتھ ابراہیم بن ہاشم سے، وہ علی بن اسباط سے، وہ بکر بن جناح سے، وہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہیں کہ:

۱۔ فروع کافی، طبع سنگی، ج ۱، ص ۶۴ و اصول کافی، طبع مطبعہ حیدری، ج ۳، ص ۲۳۴ و ۲۳۵۔

۲۔ کتاب "بصائر الدرجات" کہ جس میں فقط آل محمد علیہم السلام کے فضائل پر روایات جمع آوری کی گئی ہیں۔ روش بے مثل و بے نظیر ہے اور معتبر ہونے کے اعتبار سے کتب معروفہ مشہورہ میں سے ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

جب امیر المومنین علیہ السلام کی مادر گرامی حضرت فاطمہ بنت اسد علیہا السلام کی رحلت ہوئی تو امیر المومنین علیہ السلام رسول خداﷺ کی خدمت میں تشریف لائے۔

رسول خداﷺ وآلہ وسلم نے سوال کیا: ای ابا الحسنؑ! کیا ہوا ہے؟

امیر المومنین علیہ السلام نے عرض کیا: میری مادر گرامی اس دنیا سے رحلت فرما گئی ہیں۔

رسول خداﷺ نے فرمایا: وہ فقط تمہاری ہی ماں نہیں تھیں بلکہ میری بھی ماں تھیں یہ کہہ کر آپ نے گریہ کرنا شروع کر دیا اور فرماتے تھے: **وا اُمّاہُ!** پھر اس کے بعد فرمایا: اے علی! یہ میرا پیراہن اور ردا لے جاؤ اور اسے کفن کے طور پر استعمال کرنا اور جب کفن پہنا چکو تو مجھے خبر دینا۔

جب حضرت فاطمہ بنت اسد کو غسل وکفن دے کر جنازہ باہر لائے تو رسول خداﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی آپؐ نے ایسی نماز جنازہ نہ اس سے پہلے کبھی پڑھائی تھی اور نہ اس کے بعد پڑھائی اور نماز کے بعد آپ قبر میں اترے اور پشت کے بل کچھ دیر قبر میں لیٹ گئے۔

اور جب فاطمہ کو قبر میں لٹا چکے تو آپؐ نے فرمایا: **یا فَاطِمَۃُ!** فاطمہ نے جواب دیا: **لَبَّیْکَ یا رَسُولَ اللہِ.** رسول خداؐ نے سوال کیا: کیا جو تمہارے پروردگار نے تمہیں وعدہ دیا تھا اسے حق پایا؟

فاطمہ نے جواب دیا: ہاں! اے رسول خداﷺ. خدا آپ کو جزائے خیر دے۔ رسول خداﷺ کی قبر میں کافی دیر گفتگو جاری رہی۔

Presented by Ziaraat.Com

جب رسول خداﷺ قبر سے باہر تشریف لائے تو اصحاب نے عرض کیا: یا رسول اللہﷺ آج آپ نے فاطمہ کے ساتھ جو کام انجام دیئے اس طرح کسی دوسرے کے ساتھ نہیں کئے۔ پہلے آپ نے اپنے لباس کا کفن دیا پھر آپ قبر میں داخل ہوئے اور پھر اتنی طویل گفتگو کی اور اتنی طویل نماز ہمیں پوری زندگی میں یاد نہیں ہے کہ جو آپ نے فاطمہ کے جنازے پر پڑھی!

رسول اللہﷺ نے فرمایا: میں نے اپنا لباس بطور کفن اس لئے دیا کیونکہ میں نے ایک دن کہا تھا کہ: لوگ عالم محشر میں قبروں سے عریاں اٹھائے جائیں گے یہ سن کر فاطمہ کی چیخ نکلی اور کہا: وَاسَوأتاهُ! پس میں نے اپنا لباس انہیں دے دیا اور فاطمہ کی نماز جنازہ میں میں نے خداوند متعال سے دعا کی کہ ان کا کفن اس وقت تک میلا نہ ہو جب تک وہ جنت میں وارد نہ ہو جائیں اور خدا نے میری اس دعا کو قبول کر لیا۔

اور میرا قبر میں داخل ہونا اس وجہ سے تھا کہ جس دن میں نے فرمایا کہ جب میت کو قبر میں دفن کر کے لوگ پلٹ جاتے ہیں تو منکر و نکیر آ کر سوال کرتے ہیں۔ فاطمہ نے یہ سن کر استغاثہ بلند کر دیا تھا۔ وَاغَوْثَاهُ باللہ. "خدا کی پناہ چاہتی ہوں"

میں نے قبر میں دوبارہ خدا سے سوال کیا کہ وہ قبر میں جنت کی طرف دروازہ کھول دے پس خداوند نے فاطمہ کی قبر کو جنت کے باغات کا ایک باغ بنا دیا[1]۔

۱۔ بصائر الدرجات، طبع سنگی، ص۸۱۔

Presented by Ziaraat.Com

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خدیجہ بنت خویلد اور حضرت فاطمہ بنت اسد علیہا السلام کے لیے صدقات دیتے تھے

علامہ مجلسی رضوان اللہ علیہ نے اس روایت کو بحار میں ذکر کیا ہے[۱] اور نیز بطور مفصل اس مضمون کو کتاب "فضائل" شاذان اور کتاب "روضہ" سے جو کہ فضائل اہل بیتؑ میں لکھی گئی ہیں، نقل کیا ہے[۲]۔

فاطمہ بنت اسد علیہا السلام اسلام کی عظیم خواتین میں سے تھیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت محبت کرتی تھیں سب سے پہلے مکہ سے مدینہ جس خاتون نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر ہجرت کی وہ آپ ہی کی ذات گرامی ہے بے حد سختیوں کو برداشت کرکے مدینہ میں وارد ہوئیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد قبا میں تشریف فرما تھے۔ فاطمہ کے پیر سفر کی صعوبت کی وجہ سے زخمی ہوگئے تھے اور پیروں میں چھالے پڑ چکے تھے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو آرام کرنے کا حکم دیا اور مدینہ کی خواتین آپ کے پیروں کے علاج کے لئے آئیں۔ آپ کی قبر مبارک چار معصوم اماموں کی قبور مطاہرہ کے سامنے جنت البقیع میں واقع ہے وہاں ہر انسان کو ضروری دعا کرنا چاہیئے اور آپ کے وسیلہ سے دعا کرنا چاہیے کیونکہ امیر المومنین علیہ السلام کی مادر گرامی کا مرتبہ خدا کے نزدیک بہت عظیم ہے۔

۱۔ بحار الانوار، طبع حیدری، ج ٦، ص ۲۳۲۔

۲۔ بحار الانوار، طبع حیدری، ج ٦، ص ۲۴۱۔

Presented by Ziaraat.Com

خود رسول خدا ﷺ فاطمہ بنت اسد علیہا السلام کے لئے دعا کرتے ہیں اور طلب مغفرت کرتے تھے اور آپؑ کی طرف سے صدقہ دیتے تھے۔

جناب خدیجہ کے اس دنیا سے جانے کے بعد بھی ان کی طرف سے رسول خدا ﷺ صدقات دیا کرتے تھے اور گوسفند ذبح کرکے فقراء کو کھانا کھلایا کرتے تھے۔ جبکہ رسول خدا ﷺ کا سن مبارک جناب خدیجہ سے پندرہ برس کم تھا اور یہ دیکھ کر عایشہ آپؐ پر اعتراضات کے انبار لگا دیتی تھیں کہ آپ قریش کی اس عورت کہ جس کو برسوں اس دنیا سے رحلت کئے ہو گئے، گوسفند ذبح کرتے ہو اور اسے یاد کرتے ہو؟

پیغمبر اکرم ﷺ فرماتے تھے: کیا تو جانتی ہے اس عورت کی کیا عظمت تھی؟ میں اسے کیسے فراموش کر سکتا ہوں اس نے میری اس وقت نصرت و مدد کی کہ جب سب نے مجھ سے منھ موڑ لیا تھا اور وہ اس وقت مجھ پر ایمان لائی کہ جب سب مشرک تھے اور ہر مشکل میں میرے قدم با قدم ہمراہ رہی۔

حضرت ابوطالب علیہ السلام نے ماہ رجب کے اواخر میں بعثت کے دسویں سال اس دنیا سے رحلت فرمائی پھر ان کے ۳۳ یا پینتیس روز بعد حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا بھی اس دار فانی سے دار بقاء کی طرف کوچ کر گئیں، پیغمبر اکرم ﷺ اس سال غمگین تھے اور گھر سے باہر نہیں نکلتے تھے۔ اسی سال کو عام الحزن کہتے ہیں کہ حقیقت میں وہ برس رسول خدا ﷺ پر بڑا ہی سخت گزرا۔

Presented by Ziaraat.Com

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی غیب کی خبریں اور آپ کی نماز جنازہ

جس وقت حضرت خدیجہ علیہا السلام کا انتقال ہوا تو آپؑ کی بیٹی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا سن مبارک پانچ برس سے زیادہ نہیں تھا، حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا بن ماں کے آغوش رسالت میں پروان چڑھیں۔ تین سال کے بعد حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ سے مدینہ ہجرت کرلی اور دس برس مدینہ کی زندگی گزار کر اس دار فانی سے خدا کے حضور ہجرت فرمائی اور آپؐ کی رحلت کے چند دن بعد حضرت زہرا سلام اللہ علیہا بھی اس دنیا سے جام شہادت نوش کرکے رخصت ہوگئیں۔

یعنی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے تیرہ برس بغیر ماں کے زندگی گزاری اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیر سایہ پروان چڑھیں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی روح، روح رسالت تھی اور آپ ملکوت کا مشاہدہ کرتی تھیں اور مردوں سے باتیں کیا کرتی تھیں اور آپؑ سے فرشتے ہم کلام ہوتے تھے اسی وجہ سے آپ کا ایک لقب مُحدِّثہ ہے۔ بعض اوقات امیر المومنین علیہ السلام اور اپنے بابا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے غیب کی خبریں بیان فرماتی تھیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا سے چلے گئے۔ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اچھی طرح جانتی ہیں کہ یہ تباہ کار لوگ کس طرح اسلام کی بنیاد کو مٹانا

Presented by Ziaraat.Com

چاہتے ہیں اور اسلام کے مسلم اصولوں کو حق کی شکل و صورت دکھا کر متغیر و متزلزل کرنا چاہتے ہیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا روحی و جسمی اذیتیں اٹھا کر کمسنی میں دنیا سے رحلت کر گئیں آپؑ کی وصیت کے مطابق آپؑ کو رات کی تاریکی میں غسل و کفن دیا گیا اور کسی کو نماز جنازہ اور دفن کی خبر نہ دی گئی اس شب کی تاریکی میں آپؑ کا جنازہ پر فقط سات افراد نے نماز پڑھی۔

چنانچہ شیخ کشّی نے جبرئیل بن احمد فاریابی سے انہوں نے حسین بن خُرّزاد سے انہوں نے ابن فضّال سے انہوں نے ثعلبة بن میمون سے انہوں نے زرارہ سے انہوں نے حضرت ابی جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار سے آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار اپنے جد حضرت علی بن ابی طالب علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

"ضَاقَتْ الْاَرْضُ بِسَبْعَة بِهِمْ تُرْزَقُوْنَ وَ بِهِمْ تُنْصَرُوْنَ وَبِهِمْ تُمْطَرُوْنَ منْ هُمْ سلمانُ الفارسیّ وَالمقْدَادُ وَ اَبُوْذَرٍّ وَ عَمَّارٌ وَحُذَیْفَةُ رَحْمَةُ اللهِ علیهم. وکان عَلِیٌّ علیه السَّلَامُ یقولُ: وَ اَنَا اِمَامُهُمْ، وَهُمْ الذینَ صَلُّوا عَلَی فَاطِمَةَ عَلَیْهَا السَّلامُ"[1]

زمین میں سات افراد کی عظمت اٹھانے کی تاب نہیں ہے اور انہیں کی برکت سے تمہیں رزق ملتا ہے اور غیبی امداد ملتی ہے اور رحمت کی بارش نازل ہوتی ہے ان سات افراد میں سلمان فارسی، مقداد، ابوذر، عمار اور حُذیفہ رحمۃ اللہ علیہم ہیں اور امیر المومنین علیہ السلام فرماتے تھے کہ میں ان کا امام

۱۔ رجال کشّی، طبع بمبئی، ص ۴ سلمان فارسی کی زندگی نامہ کے ضمن میں۔

Presented by Ziaraat.Com

ہوں اور یہی وہ افراد ہیں کہ جنہوں نے رسول خداﷺ کی بیٹی کی نماز جنازہ پڑھی ہے۔

اور اس روایت کو شیخ حر عاملی نے اپنے رسالہ "احوال الصحابہ" میں نقل کیا ہے اور نیز شیخ مفید اپنی سند کے ساتھ زرارہ سے روایت کرتے ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: خُلِقَتِ الْاَرْضُ لِسَبْعَةٍ بِهِمْ تُرْزَقُوْنَ.. تاآخر روایت مذکورہ[1]۔

لیکن شیخ صدوق نے "خصال" میں ص۳٦۰ و۳٦۱ پر اس روایت کو اس طرح نقل کیا ہے: حَدَّثنا محمّد بن عُمير (عمر) البغدادي الحافظ قال:حدثني أحمد بن الحسن بن عبد الكريم أبو عبد الله قال:حدّثني عتاب يعني ابن صُهَيب قال:حدثنا عيسى بن عبد الله العُمري قال:حدثني أبي عَن أبيه عن جدّه عن عليّ عليهم السلام قال:خُلقَت الْاَرْضُ لِسَبْعَةٍ بِهِمْ تُرْزَقُوْنَ وَبِهِمْ يُمْطَرُوْنَ وَ بِهِمْ يُنْصَرُوْنَ: أَبوذرٍّ وَسَلْمَانُ وَالْمِقْدادُ وَعَمّارٌ وَحُذَيْفَةُ وَعَبْدُ الله بنِ مَسْعُود. قَالَ عَلِيّ عليه السلام:وَأنَا إمَامُهُمْ وَهُمُ الَّذِيْنَ شَهِدُوْا الصَّلاة عَلَى فَاطِمَةَ عَلَيْها السلامُ۔

فاطمہ اس قدر اپنے دل میں رنج و غم کے داغ رکھتی تھیں مگر کسی سے بیان نہیں کرتی تھیں جب امیر المومنین علیہ السلام نے فاطمہ علیہا السلام کو قبر میں اتارا اور دفن کر دیا تو رسول خداﷺ سے اپنے درد دل کو بیان کرتے ہیں: اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ يَا رَسُوْلَ الله، عَنِّىْ وَ عَنِ ابْنَتِکَ النَّازِلَةِ فِى جِوَارِکَ، وَالسَّرِيْعَةِ اللَّحَاقِ بِکَ! قَلَّ يَا رَسُوْلَ الله عَنْ صَفِيَّتِکَ صَبْرِى، وَرَقَّ عَنهَا

۱۔ اختصاص، ص۵۔

Presented by Ziaraat.Com

تَجَلُّدِی، اِلَّا اَنَّ فِی التَّاَسِّی لِیْ بِعَظِیْمِ فُرْقَتِکَ، وَ فَادِحِ مُصِیْبَتِکَ، مَوْضِعَ تَعَزٍّ. اس کے بعد فرماتے ہیں: وَسَتُنَبِّئُکَ ابْنَتُکَ بِتَضَافُرِ اُمَّتِکَ عَلَی هَضْمِهَا فَاَحْفِهَا السُّوَالَ، وَاسْتَخْبِرْهَا الْحَالَ؛هَذَا وَ لَمْ یَطُلِ الْعَهْدُ، وَ لَمْ یَخْلُ مِنْکَ الذِّکْرُ، وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمَا سَلَامَ مُوَدِّعٍ لَا قَالٍ وَلَا سَئِمٍ، فَاِنْ اَنْصَرِفْ فَلَا عَنْ مَلَالَةٍ، وَ اِنْ اَقِمْ فَلَا عَنْ سُوئِ ظَنٍّ بِمَا وَعَدَ اللّٰهُ الصَّابِرِیْنَ[۱]۔

(اے رسول خداؐ آپ پر میری جانب اور آپ کی بیٹی کہ جو آپ کے جوار میں آچکی ہے اور آپ سے ملحق ہونے والی کی جانب سے سلام، اے رسول خداؐ آپ کی بیٹی پر مصیبتوں کے بارے میں میرا پیمانہ صبر لبریز ہو چکا ہے------)

اے رسول خداؐ آپ کی بیٹی فاطمہؑ آپؐ کو بہت جلد خبر دے گی کہ آپؐ کی امت نے کس طرح برتاؤ کیا ہے اور پہلو شکستہ کیا ہے فاطمہؑ سے سارا واقعہ سنیں۔

۱۔ نہج البلاغہ، عبدہ، طبع مصر، مطبعہ عیسی البابی الحلبی، ج۱، باب الخطب، ص۴۱۷، خطبہ ۲۰۰۔

Presented by Ziaraat.Com

Presented by Ziaraat.Com

چودہویں مجلس

برزخ میں انسان کا ملکوتی شکل و صورت میں ظاہر ہونا

Presented by Ziaraat.Com

Presented by Ziaraat.Com

أعوذُ بِالله منَ الشَّيطانِ الرَّجيم

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحيم

الْحَمْدُ لله رَبِّ الْعالَمينَ و الصَّلٰوةُ و السَّلامُ عَلَي سَيِّدنا مُحَمَّد و ءَاله الطّاهرينَ و لَعْنَةُ الله عَلَي أعْدآئهِمْ أجْمَعينَ منَ الآنَ إلَي قيامِ يَوْمِ الدّينِ و لا حَوْلَ و لا قُوَّةَ إلاّ بِالله الْعَليِّ الْعَظيم[1]

برزخ میں انسان اور اس کے اعمال ملکوتی صورت میں

قال الله الحكيم في كتابه الكريم: "أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللهُ مَثَلاً كلمَةً طيِّبَةً كَشجَرَةٍ طيِّبَةٍ أصلُهَا ثَابِتٌ وَ فَرْعُهَا فى السمَاء * تُؤْتى أُكلَهَا كلَّ حينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا وَ يَضرِبُ اللهُ الأَمْثَالَ للنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ * وَ مَثَلُ كلمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّت من فَوْقِ الأرْضِ مَا لَهَا من قَرَارٍ * يُثَبِّتُ اللهُ الَّذينَ ءامَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فى الحَيٰوة الدُّنْيَا وَ فى الآخرَةِ وَ يُضِلُّ اللهُ الظالمينَ وَ يَفْعَلُ اللهُ مَا يَشاءُ"[2]۔

گذشتہ جلسہ میں بیان ہوچکا ہے کہ جب انسان اس دنیا سے جاتا ہے اور اس کا رابطہ اس دنیا سے ختم ہوتا ہے تو اس کے نشر و نمو کا عالم بدل جاتا ہے۔

---

۱ - یہ مطالب چودہ ماہ رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ کو بیان ہوئے ہیں۔

۲۔ سورۂ ابراہیم، آیت ۲۴ تا ۲۷۔

Presented by Ziaraat.Com

عالم دنیا وہ عالم ہے کہ جس میں سعادت و شقاوت، حق و باطل، سچ و جھوٹ اور خلوص آپس میں مخلوط ہیں۔ لیکن عالم آخرت فقط سچا اور حقیقی عالم ہے۔

اس جہاں میں جو کبھی بھولے سے مکر و فریب سرزد ہو جاتا ہے وہاں اس کا بھی امکان نہیں ہے اور تمام چیزیں اپنی حقیقی شکل و صورت میں ظاہر ہوں گی۔ کوئی خود کو بدل کر پیش نہیں کر سکتا۔ انسان نے اس دنیا میں جو بھی اعمال انجام دیئے ہیں اخلاق وغیرہ، وہاں اپنے حقیقی چہرے کے ساتھ ظاہر ہوں گے اور وہاں ظاہر و باطن میں کسی طرح کا کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا ہے یعنی ایک واحد حقیقت ہے۔ اس دنیا میں انسان کے سامنے راہ سعادت و شقاوت اس کے مرنے تک معین نہیں ہوتی مگر مرنے کے فوراً بعد معین ہو جاتی ہے یا جہنم ہے یا جنت ہے یا سعادت ہے یا شقاوت۔

لہٰذا اس عالم میں جس موجود کا انسان مشاہدہ کرے گا وہ اس کی حقیقی شکل و صورت ہو گی۔ جن اعمال کو انسان نے انجام دیا ہے وہ اس کے سامنے ملکوتی، برزخی اور حقیقی شکل میں مجسم ہو کر آئیں گے انسان نے اس دنیا میں جن مراتب ملکوتی کو کسب کیا ہے اور اپنے اندر اخلاق کو پیدا کیا ہے وہ ملکوتی شکل و صورت میں مشاہدہ کرے گا۔

وہاں انسان اپنی حقیقی شکل و صورت اختیار کرے گا اور اپنی صورت مثالی میں وارد ہو گا۔

Presented by Ziaraat.Com

ہم نے اپنی آخری چند مجلسوں میں برزخ میں تجسم اعمال حسنہ وخبیثہ کے سلسلہ سے جن روایات کو بیان کیا ان سے معلوم ہو گیا کہ عالم برزخ میں اچھے اور برے اعمال مجسم ہو کر انسان کے سامنے ظاہر ہوں گے۔ جب نیک عمل خوبصورت شکل اور دلربا لہجہ کے ساتھ انسان کے روبرو ہوگا تو انسان اس سے سوال کرے گا کہ تو کون ہے میں نے آج تک تجھ سے زیادہ خوبصورت لباس شاہی میں اور خوشبو سے معطر کسی کو نہیں دیکھا؟

وہ جواب دے گا: میں وہی تیرا نیک عمل ہوں کہ جسے تو نے دنیا میں انجام دیا تھا روز قیامت تک میں تیرے ساتھ رہوں گا۔

اور اسی طرح اعمال بد حالت غیر کر دینے والے اپنی خاص بدبو کے ساتھ انسان کے روبرو ہوں گے۔ انسان ان سے پوچھے گا: تم کون ہو کہ آج سے پہلے اتنی بدشکل اور ایسی بدبو کہ جو حالت خراب کر دے، نہیں سونگھی؟

وہ جواب دے گا: میں وہی تیرا برا عمل ہوں کہ جس کو تو نے دنیا میں انجام دیا تھا اور اب میں تیرے ساتھ قیامت تک رہوں گا۔

موجودات کی صورتوں میں ملکوتی روابط

انسان اس دنیا میں اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ اس سے جو اعمال سرزد ہو رہے ہیں ان کی دو صورتیں ہیں ایک ظاہر شکل وصورت جو کہ وہی پیکر و جسم ہے اور دوسرے باطنی جو کہ روح عمل ہے۔ روح عمل یعنی اختیار، خلوص، پاکیزہ نیت اور تقرب خداوند متعال اور خدانہ کرے کہ انسان کوئی بھی عمل ریاکاری اور خود نمائی وغیرہ کی نیت سے انجام دے۔

Presented by Ziaraat.Com

انسان اس دنیا میں نماز پڑھتا ہے ممکن ہے خدا کے لئے پڑھے اور کبھی ممکن ہے خود نمائی کے لئے پڑھے دونوں مختلف نیتوں کے ساتھ پڑھنے کا امکان ہے پس اس بنا پر روح نماز دو ہو جاتی ہیں جبکہ پیکر نماز وہی عمل ظاہری ہے جو کہ واحد ہے۔

روح اور باطن اعمال کا علم عالم الغیب کے علاوہ کسی کو نہیں ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کوئی شخص نماز پڑھے اور اس کے پہلو میں پڑھنے والا دوست بھی نہ سمجھ پائے کہ یہ نماز اس نے خالصاً اللہ کی رضا کے لئے پڑھی ہے یا کوئی اور مقصد تھا اس کے انجام دینے کا۔

انسان اس دنیا میں روزہ رکھتا ہے، زکات ادا کرتا ہے، پل بناتا ہے، مسجد بناتا ہے اور کتاب چھپواتا ہے یہ وہ اعمال ہیں کہ ظاہر میں سب دیکھ رہے ہیں مگر کوئی ان کے باطن سے باخبر نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے یہ عمل اس نے رضائے خدا کے لئے انجام دیئے ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ شہرت و مال و متاع کی غرض سے بجالایا ہو۔

ظاہر میں عمل اچھا ہے مگر اس کے دو مختلف باطن ہیں۔ اگر رضائے الٰہی کے لئے انجام دیا ہے تو یہی عمل قرب خدا کا سبب ہے اور اس کا باطن نیک ہے اور یہ عمل دل انگیز ہے اور روح و نفس کو سکون و راحت عطا کرتا ہے اور اس کے تاریک حجابات کو نورانیت میں تبدیل کر دیتا ہے اور آہستہ آہستہ اس کو خدا کی پناہ گاہ میں پہنچا دیتا ہے۔ اور اگر اس نے اس عمل کو غیر خدا کے لئے انجام دیا ہے تو اس عمل کا باطن بدبودار اور فاسد ہے اور جنت میں لے جانے

Presented by Ziaraat.Com

کے بجائے اسے جہنم سے نزدیک کرتا ہے کیونکہ یہ ریا ہے اور ریاکاری حرام ہے۔ ریا، بت پرستی اور انسان پرستی و شرک ہے اور یہ عمل اس کی روح کو افسردہ کرتا ہے اور نفس کو تھکا دیتا ہے اور فضائے عالم قدس میں سیر کرنے کی قدرت کو اس سے سلب کرلیتا ہے اور آہستہ آہستہ اسے قرب الٰہی سے دور تر کردیتا ہے جس کے نتیجہ میں جہنم جو کہ عالم بُعد کا مظہر ہے۔ اس کی طرف لے جاتا ہے۔

اور جس قدر دنیا میں انسان برے عمل کے بعد عاجز و پشیمان ہوتا ہے اور اپنے پسندیدہ عمل سے لذت حاصل کرتا ہے عالم برزخ کہ جس میں پوشیدہ اعمال ظاہر نظر آئیں گے اور سارے جرائم منکشف ہوجائیں گے اور جو بھی اس نے عالم مادہ میں مادی سانچے میں انجام دیئے ہیں وہ روح ملکوتی اور حقیقت کے ساتھ ظاہر ہوں گے اور انسان کا ہر عمل اس عالم کے مناسب تجلی کرے گا۔ باطن اعمال کا اثر ہزار گنا قوی ہوگا اور یہ قوی آثار انسان کے دامن گیر ہوں گے۔ لہٰذا ظاہری گناہ اور پیکر عمل تو در کنار جھوٹ، زنا، معاملات میں دھوکا بازی، بے وجہ غصہ، شہوت، بخل، حسد و کینہ اور باطل کے مقابل سر تسلیم خم ہونا یہ سب اپنے باطنی حقائق کا اعلان کریں گے جس طرح اعمال صالحہ مانند نماز، زکات، غرباء کی مدد، عزت و شرف، حیاو عصمت، خدائے مطلق کی بندگی اور حق کے مقابل سر تسلیم خم کرنا اپنے باطنی حقائق کی خبر دیں گے۔

عالم بدل جائے گا اور ظاہری پیکر تبدیل ہوجائیں گے گویا اس عالم کو جو ستون اپنے دوش پر سنبھالے ہوئے ہیں اس عالم دنیا سے بالکل مختلف ہیں وہ

Presented by Ziaraat.Com

تعجب خیز ہیں اور اس عالم کی فضا بھی جدا ہے۔ جو لوگ اس دنیا میں زندگی بسر کرتے ہیں تمام انسانی شکل و صورت میں ہیں لیکن ان کے اخلاق میں فرق پایا جاتا ہے۔ اخلاق کا اختلاف اور غرائز کا جدا ہونا شکل و صورت کے اختلاف و فرق کا سبب بنا ہے اور یہی مسئلہ علوم الٰہیہ اور عالم کثرت میں وحدت کے نزول کی کیفیت کے دقیق ترین مسائل میں سے ہے۔

جیسا کہ اگر ہم فرض کریں کہ علوم مادی اتنی ترقی کرلیں کہ مادہ و عالم معنی کے روابط کو کشف کرلیں تو ایسی صورت میں انبیاء وائمہ اور اولیاء خدا کی مختلف شکل و صورتیں انہیں ان کے باطنی مقام حقیقت تک پہنچادیں گی اور ہر انسان کی جداگانہ خاص صفت اس کے غرائز اور اخلاقیات تک پہونچانے کا سبب قرار پائیں گی جس طرح سے یہ مطلب انبیاء اور اولیاء خدا کے لئے ثابت ہے کہ ہر انسان کا ایک بار مشاہدہ کرنے کے بعد اس کے اخلاق اور ملکۂ نفسانی کو درک کرلیتے تھے اور در حقیقت یہ قرآن کریم کا معجزہ کہا جاسکتا ہے کہ فرمایا: " وَ قُلِ اعْمَلُوا فَسيرَى اللهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسولُهُ وَ الْمُؤْمِنُونَ "[۱]۔

اے پیغمبرؐ کہہ دیجئے تم جو بھی عمل کرتے ہو بہت جلد ہی خدا اور اس کا رسول اور مومنین تمہارے عمل کو دیکھیں گے۔

حیوانات کی شکل و صورت میں اختلاف کا پایا جانا بھی ان کے غرائز اور صفات نفسانی کی بنا پر ہے۔ کوئی حیوان بلی کی شکل میں ہے تو کوئی کتے کی، کوئی لومڑی کی تو کوئی بھیڑیے کی، کوئی شیر کی، تو کوئی ہاتھی کی اسی طرح دیگر اقسام

۱۔ سورۂ توبہ کی ۱۰۵ آیت کا شروع کا حصہ۔

Presented by Ziaraat.Com

کے حیوانات مانند درندے و کیڑے مکوڑے دریائی مچھلیاں، ہوا میں اڑنے والی مرغابیاں یہاں تک کہ مکھی و مچھر وغیرہ میں صورتوں و شکلوں کا مختلف ہونا ان کے غرائز اور صفات کی کیفیت و کمیت کے اثر سے ہے۔

عالم طبع و مادہ، عالم ملکوت سے نچلا حصہ ہے

روح اور ملکوتی و نفسانی کیفیت کا اختلاف ان کی شکل و صورت اور بدن مادی اور جسم کے مختلف ہونے کا سبب بنا۔ ہر حیوان کا بدن جو اس حیوان کے نفس سے اتحاد رکھتا تھا اسی شکل کے نفس کے نزول پر تشکیل پایا ہے۔ جیسا کہ ہم اگر ایک حیوان کے بدن کو اس کی ماوراء حقیقت سے دیکھیں تو اس کے نفس ملکوتی تک پہنچ جائیں گے اور حقیقت میں اس نفس کا مشاہدہ کریں گے اور اسی طرح اگر حیوان کے نفس ملکوتی کہ جسے ہم نے ہرگز ظاہری اور پیکر جسمانی و مادی میں نہ دیکھا ہو، مشاہدہ کرادیا جائے تو ہم اپنی وجدانی معرفت کی طاقت سے اس حیوان کی ظاہری شکل و صورت کی تصویر کشی کرکے بیان کرسکتے ہیں۔

اور شاید عظیم فلسفی و عارف بزرگوار مرحوم میر فندرسکی کے مشہور قصیدے کے اشعار یہی معنی دیتے ہیں کہ جو ہم بیان کررہے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

چرخ با این اختران، نغز و خوش و زیباستي
صورتي در زیر دارد آنچه در بالاستي
صورت زیرین اگر بر نردبان معرفت
بر رود بالا، همان با اصل خود یکتاستي

Presented by Ziaraat.Com

این سخن را در نیابد هیچ وهم ظاهري
گر أبو نصرستي و گر بوعلي سيناستي
جان اگر نه عارض استي زير اين چرخ كبود
اين بدنها نيز دائم زنده و برپاستي
هرچه عارض باشد او را، جوهري بايد نخست
عقل بر اين دعوي ما شاهد گوياستي

....

هر كه فاني شد به او، يابد حياتي جاودان
ور به خود افتاد كارش بي‌شكّ ازموتاستي
اين گهر در رمز دانايان پيشين سفته‌اند
پي برد بر رمزها هركس كه او داناستي
زين سخن بگذر كه اين مهجور اهل عالم است
راستي پيدا كن و اين راه رو، گر راستي
هر چه بيرونست از ذاتت، نيايد سودمند
خويش را كن ساز اگر امروز اگر فرداستي

....

نفس را چون بندها بگسيخت، يابد نام عقل
چون به بي‌بندي رسد بند دگر برجاستي
گفت دانا، نفس ما را بعد ما حشر است و نشر
هر عمل كامروز كرد، او را جزا فرداستي

....

گفت دانا، نفس ما را بعد ما باشد وجود
در جزا و در عمل آزاد و بي‌همتاستي
گفت دانا، نفس را آغاز و انجامي بود
گفت دانا، نفس بي‌انجام و بي‌مَبداستي

....

....

Presented by Ziaraat.Com

نفس را این آرزو در بند دارد در جهان
تا به بند آرزوئي بند اندر پاستي
خواهشي اندر جهان هر خواهشي را در پي است
خواهشي بايد كه بعد از وي نباشد خواستي[۱]

(یہ زمین و آسمان یہ نظام شمسی ستاروں سے سجا ہوا آسمان کس قدر خوبصورت ہے یہ جو بھی ظاہری صورت میں ہے اس کے پس پردہ ایک اور صورت ہے، اگر یہ پس پردہ صورت معرفت کے زینہ پر سوار ہے تو اصلی انسان کو بھی بلند کر دیتی ہے کہ جو اصل میں یکتا پرستی ہے، اس کلام کا کسی کے ظاہر پر قیاس نہ کرو بلکہ جو ابونصر فارابی ہے یا بو علی سینا یہ ان کے پس پردہ حقیقت کی وجہ سے ہے، اس نیلے آسمان کے نیچے جو بھی عارضی چیز نظر آتی ہے اس کی حقیقت اپنے بدن کے ساتھ ہمیشہ زندہ و جاوید ہے، جو بھی عارضی چیز ہے اس کا حقیقت میں ایک جوہر ہے کہ جس پر ہماری عقل دلیل ہے۔

جو چیز بھی اس دنیا سے فنا ہو گئی اس نے حیات جاودانی پالی اور اس کا کام بال برابر بھی مٹتا نہیں ہے، یہ نایاب گہر بات بزرگ حکیموں کا تجربہ و بیان ہے کہ ہر شخص جو حکیم و دانا ہے وہ اس نکتہ کو درک کر لیتا ہے، اس بات کو چھوڑو کہ اس کو دنیا والوں نے چھوڑ رکھا ہے آپ اگر سچائی چاہتے ہو تو اپنے اندر بھی سچائی پیدا کرو، جو بھی آپ کی ذات سے باہر ہے وہ ضروری نہیں ہے کہ آپ کے لیے فائدہ مند ہو اپنے لیے ایسا ماحول بناؤ چاہے آج ہو یا کل کہ خود تمہارے ہی لیے مفید ہو۔

---

۱ - تحفۃ المراد، شرح میر فندرسکی، ص ۲۱۔

Presented by Ziaraat.Com

نفس کی گرہ گرہ کھول دے، عقل کے نام سے اور جب کوئی گرہ باقی نہ رہے تو پھر ایک گرہ آجاتی ہے، ایک حکیم نے کہا ہمارے نفس کا ہمارے بعد حشر ونشر ہے ہر وہ عمل کہ جو آج انجام دیا ہے اس کی کل کو جزا وسزا ملنی ہے۔

ایک حکیم نے کہا ہمارے نفس کا ہمارے بعد بھی وجود باقی ہے وہ عمل اور جزا میں بے نظیر ہے، حکیم نے کہا نفس کا آغاز اور انجام ہے، جب کہ ایک حکیم نے کہا نفس کا نہ کوئی آغاز ہے اور نہ کوئی انجام۔

نفس اس دنیا میں ایک آرزو میں گرفتار ہے کہ جب وہ آرزو پوری ہوتی ہے تو دوسری آرزو ایجاد ہو جاتی ہے، اس دنیا میں ہر خواہش پوری ہونے کے بعد پھر دوسری خواہش وجود پاتی ہے ایک خواہش کے بعد دوسری خواہش پھر کوئی ایسی خواہش ہو کہ جس کے بعد پھر کوئی خواہش نہ ہو)

آپ بلّی کو اس شکل و صورت کے ساتھ جو ملاحظہ کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اس کی ایک مخصوص ملکوتی شکل و صورت ہے کہ جس کو اگر ہم مادی جامہ پہنانا چاہیں تو بلی کی شکل کے علاوہ کچھ اور نہیں بنے گی۔

کتے کی ملکوتی شکل و صورت درندگی، غصہ، وفاداری اور مالداروں کا احترام اور فقراء پر بھونکنا و کاٹنا ہے۔ لہٰذا اس کا مادی جسم بھی اسی طرح کی شکل میں ہے۔

بھالو و ریچھ کو کیونکہ اس عالم سے نزول دیا گیا ہے لہٰذا طبیعتاً وہ اسی شکل میں ہے۔ آپ بھیڑ بکری کی آنکھوں کو غور سے ملاحظہ کریں جو ان کے سلامت نفس کی حکایت کرتی ہیں لہٰذا ان کا گوشت کھانا اسلام میں جائز ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

خنزیر ایک شہوتی اور نجس جانور ہے لہٰذا اس کی ملکوتی و روحی شکل اسی طرح ہے اور چونکہ اس کا گوشت کھانے سے جراثیم کھانے والے کے اندر منتقل ہو جاتے ہیں لہٰذا شریعت اسلام میں اس کا گوشت کھانا حرام قرار دیا ہے۔

گرچہ ان معیارات کو کہ جو جسم کے لئے مضرّ ہیں اسلام میں محرمات کا ملاک نہیں بنایا جاسکتا ہے بلکہ جسمانی ضرر سے بالاتر روحی ضرر ہے صفات معنوی کے منتقل ہونے پر کھانے والا متوجہ ہونا چاہیے۔

گھوڑے کی روح پاک و پاکیزہ ہے اور اس میں وفاداری پائی جاتی ہے اور ذاتی طور پر وہ نجیب ہے لہٰذا اسی شکل و صورت میں بنایا گیا ہے۔ اس کی آنکھوں کو اگر غور سے دیکھیں تو ان میں سکون و صبر اور تحمل نظر آتا ہے۔

شاید آپ نے کوئے کو جنگل میں دیکھا ہو گا اس کی آنکھوں سے حسد و کینہ صاف دکھائی دیتا ہے اور جو تعصب اس میں پایا جاتا ہے وہ اس کی نگاہوں سے واضح و ظاہر ہے۔

لیکن انسان ایسے معجونوں کا مجموعہ ہے کہ جس میں یہ تمام صفات و غرائز ودیعت کر دیئے گئے ہیں اگر وہ عقل کی اطاعت و پیروی کرے اور تمام اپنے غرائز کو نفس قدسیہ کے ذریعہ مغلوب کر دے تو عالم برزخ میں انسانی حقیقی شکل و صورت میں دکھائی دے گا۔

لیکن اگر اس نے عقل کو بالائے طاق رکھ کر خواہشات نفسانی کی پیروی کی اور شہوت اور وہمی تخیّلات کی وادی میں چلا گیا تو اسی حیوانی صورت میں محشور ہو گا جو اس حیوان میں پائی جاتی تھی۔

Presented by Ziaraat.Com

کیونکہ انسان کی انسانیت، عقل اور قوت ناطقہ ہے اور ملکہ عاقلہ ہی انسان کو حیوانات سے جدا کرتا ہے اگر انسان خود کو اس مقام و منزل پر نہ پہنچائے تو اس نے خود کو حقیقی مقام انسانیت پر نہیں پہنچایا ہے اب اگر وہ نہ چاہتے ہوئے بھی شیاطین یا حیوانات کی صفت میں چلا جائے تو عالم بزرخ میں اسی شیطان یا حیوان کی صورت برزخی میں اپنے آپ کو پائے گا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابو بصیر کو ملکوتی صورتیں دکھائیں

محمد بن حسن صفّار نے کتاب "بصائر الدرجات" میں عبد اللہ بن جبلۃ سے انہوں نے علی بن ابی حمزہ سے انہوں نے ابو بصیر سے روایت کی ہے کہ ابو بصیر نے کہا: میں حج کے موقع پر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوا جبکہ آپؑ طواف میں مشغول تھے۔ میں نے عرض کیا: اے فرزند رسول خداؐ میری جان آپؑ پر فدا ہو! **يَغْفِرَ اللهُ لِهَذَا الْخَلق؟** کیا خدا اس تمام مخلوق کو بخش دے گا؟

حضرت علیہ السلام نے فرمایا: اے ابو بصیر ان میں اکثر و بیشتر افراد بندر و خنزیر کی شکل میں ہیں! ابو بصیر کہتے ہیں کہ: میں نے حضرت سے عرض کیا: مجھے بھی دکھائیں۔ ابو بصیر کہتے ہیں کہ: حضرتؑ نے زیر لب کچھ کلمات پڑھے اور پھر اپنا دست مبارک میری آنکھوں پر پھیرا، میں نے دیکھا کہ وہ بندر اور خنزیر کی شکل میں تھے۔ یہ منظر میرے لئے دہشت کا سبب بنا لہذا حضرتؑ

Presented by Ziaraat.Com

نے دوبارہ میری آنکھوں پر اپنا دست مبارک پھیرا۔ پھر میں نے دوبارہ انہیں پہلی شکل میں پایا۔

اور پھر حضرتؑ نے فرمایا: **یَا اَبَا محمد! انتم فی الجنّة تُحبَرونَ وَ بَیْنَ اَطْبَاقِ النّار تُطْلَبُوْنَ فَلَا تُوجَدُوْنَ، وَاللهِ لَا یَجْمَعُ فِی النار مِنکم ثَلَاثَةٌ لا واللهِ ولا اثنانِ لا واللهِ ولا واحدٌ**[۱]

"اے ابا محمد! تم جنت میں مسرور و خوشحال رہوگے اور وہ تمہیں جہنم کے طبقات میں تلاش کریں گے مگر نہیں پائیں گے۔ خدا کی قسم تم میں سے تین افراد بھی جہنم میں ایک ساتھ نہیں رہوگے اور خدا کی قسم تم میں سے دو فرد بھی جہنم میں ایک ساتھ نہیں رہوگے اور خدا کی قسم تم میں سے ایک فرد بھی جہنم میں نہیں رہے گا"[۲]۔

۱۔ بصائر الدرجات، طبع سنگی، ص۷۵۔ بحار الانوار، طبع کمپانی، حالات امام صادق علیہ السلام ج۱۱، ص۱۲۶، واز طبع حروفی، ج۴۷، ص۷۹ از "بصائر الدرجات"۔

۲۔ اسی واقعہ کے مانند ابو بصیر نے امام محمد باقر علیہ السلام سے "مناقب" میں ابن شہر آشوب، طبع سنگی، جلد۲، ص۲۷۶ پر نقل کیا گیا ہے: **قال ابو بصیر للباقر علیه السلام: مَا اَکْثَرَ الحجیجَ وَ اَعْظَمَ الضَجیجَ: فَقَالَ: بَلْ مَا اَکْثَرَ الضَجِیج وَ اَقَلَّ الحَجِیْجَ! تُحبَّ اَنْ تَعْلَم صدْقَ مَا اَقُوْلُهُ وَ تَراهُ عیاناً؟ فَمَسَحَ عَلَی عَیْنَیْه وَ دَعا بِدَعَوات فَعادَ بَصیراً. فَقَالَ: اُنْظُرْ یَا اَبَا بصیر الی الحجیج. قَالَ: فَنَظَرْتُ فَاذَا اَکْثَرَ النَّاسِ قِدَدَةٌ وَ خَنَازِیرُ، وَالمُؤْمِنُ بَیْنَهُمْ کَالْکَوکَبِ اللامع فِی الظَّلمآء، فَقَالَ اَبو بَصیرِ: صَدَقْتَ یَا مَولایَ، مَا اَقَلَّ الحَجِیجَ وَ اَکْثَرَ الضَجیجَ! ثُمَّ دَعَا بِدَعوَاتٍ مَعَادَ ضَریراً. فَقَالَ ابو بصیر فِی ذَلک، فَقَالَ علیه السلام: مَا بَخلنا عَلَیک یَا اَبَا بَصیر، وَ انْ کانَ اللهُ تعالی مَا ظَلَمَکَ وَ اِنَّمَا خَارَ لَکَ، وَخَشینا فِتْنَةَ الناسِ بنا وَ اَنْ یَجْهَلوا فَضْلَ اللهِ عَلَیْنَا، وَ یجْعلونا ارباباً مِنْ دونِ اللهِ وَ نَحْنُ لَهُ عَبِیدٌ لا نَستَکْبِرُ عَنْ عِبادَتِه وَلَا نَسأَمُ مِنْ طَاعَته وَ نَحْنُ لَهُ مُسلمُوْنَ.** اور اس روایت کو علامہ مجلسی نے "بحار" میں ج۴۶، ص۲۶۱ پر "مناقب" سے نقل کیا ہے۔ ابو بصیر نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا: مولا اس سال کتنے زیادہ حاجی ہیں اور کتنی نالہ و فریادیں ہیں! حضرت نے فرمایا: ہاں! نالہ و فریادیں زیادہ ہیں اور حاجی کم ہیں!

Presented by Ziaraat.Com

ایک عارف کا ملکوتی صورت میں افراد کو دیکھنا

ہمارے ایک نابینا دوست نے ہم سے نقل کیا کہ: ایک مفکر و متقی شخص حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے ایک صحن میں بیٹھا ہوا افکار کے دریا میں غوطہ زن تھا اچانک اس نے صحن مطہر میں تمام افراد کو ان کی ملکوتی صورت میں مشاہدہ کیا۔ دیکھا عجیب و غیر مختلف اور حالت خراب کر دینے والے حیوانات کی شکل و صورت میں افراد ہیں۔ ان میں سے بعض صورتیں ایسی تھیں جو چند حیوانات کی عکاسی کر رہی تھیں کافی دیر لوگوں کا مشاہدہ کیا مگر اس بھیڑ میں کوئی ایسا نہیں تھا کہ جس کی شکل انسان کے مانند ہو۔ اچانک ایک حجام پر نظر پڑی جو کہ صحن کے ایک کونے میں اپنا تھیلا کھولے ہوئے

آیا چاہتے ہو کہ جو میں نے سچ کہا ہے اسے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرو؟

حضرت نے اپنا دست مبارک ابو بصیر کی آنکھوں پر پھیرا اور کچھ دعا پڑھی۔ ابو بصیر جو کہ نابینا تھے بصارت پلٹ آئی۔ حضرت نے فرمایا اے ابو بصیر اب حاجیوں کی طرف دیکھو!

ابو بصیر کہتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ اکثر افراد بندر و سور کی شکل میں ہیں اور مومن ان کے درمیان ایسے چمک رہے تھے جیسے تاریک رات میں ستارے چمکتے ہیں۔ ابو بصیر نے کہا: مولا آپ نے سچ فرمایا حاجی کتنے کم ہیں اور نالہ و فریاد کتنی زیادہ ہیں!

اس کے بعد حضرت نے پھر دعا پڑھی جس سے ابو بصیر کی آنکھیں پہلے جیسی نابینا ہو گئیں۔ ابو بصیر نے اپنی بے بصارتی کے سبب کو دریافت کیا۔ حضرت نے فرمایا: ہم تیرے حق میں کنجوس نہیں ہیں اور نہ ہی خدا نے تجھ پر ظلم کیا ہے بلکہ تیرے لئے اسی میں مصلحت جانا ہے اور ہم ڈرے کہ کہیں لوگوں کے درمیان فتنہ ہو جائے اور فضل خدا کو ہمارے حق میں نادیدہ لیں اور خدا کو بھول کر ہمیں اپنا رب تسلیم کریں جبکہ ہم بھی خدا ہی کے بندے ہیں اور اس کی عبادت سے گریز نہیں رکھتے اور اس کی اطاعت و پیروی سے پشیمان نہیں ہوتے اور اسی کے سامنے سر تسلیم خم کر چکے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

کسی کے سر کے بال بنانے میں مشغول تھا، دیکھا فقط وہ انسانی شکل و صورت رکھتا ہے۔

تمام جمعیت کو چیرتا ہوا جلدی سے اس کے پاس پہونچا اور سلام کیا۔ پھر کہا حضور آپ یہ منظر دیکھ رہے ہیں؟

حجام نے ہنستے ہوئے جواب دیا: تعجب نہ کرو آئینہ لو اور اس میں خود اپنا بھی مشاہدہ کرو! جب اس نے خود کو آئینہ میں دیکھا تو اس کی شکل و صورت بھی حیوانی تھی اس نے غصہ میں آکر آئینہ کو زمین پر مار کر توڑ دیا۔

حجام نے کہا: جاؤ اپنی اصلاح کرو آئینہ نے کیا گناہ کیا ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معراج میں بعض افراد کو ان کی ملکوتی صورت میں دیکھنا

علم حدیث و تفسیر کے ماہر، فخر مذہب شیعہ علی بن ابراہیم قمی صحیح سلسلۂ سند کے ساتھ اپنی تفسیر میں سورۂ اسراء کے آغاز میں کیفیت معراج کو بیان کرتے ہوئے حدیث نقل کرتے ہیں کہ میں نے اپنے بابا ابراہیم[1] سے انہوں نے محمد بن ابی عُمیر سے انہوں نے ہشام بن سالم سے انہوں نے حضرت

۱۔ محدثین قدما اس روایت کو کہ جس کا سلسلۂ سند ابراہیم بن ہاشم پر منتہی ہوتا تھا اسے حسن، مانند صحیح جانتے تھے اور اس کی وجہ یہ بیان کرتے تھے کہ دونوں قمیوں نے اس کی توثیق نہیں کی ہے۔ لیکن متاخرین ادلہ کے ذریعہ اس کی توثیق کا اثبات کرتے ہیں اور اس سے روایت کو صحیح جانتے ہیں اور اس کی تصدیق کے لئے کتاب "قصص العلماء" تنکابنی، (حالات شیخ بہائی)، ص ۱۷۷ طبع سنگی کی طرف مراجعہ فرمائیں۔

Presented by Ziaraat.Com

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مفصل روایت کی ہے جو کہ تقریباً دس صفحات پر مشتمل ہے اور عظیم نصیحت آمیز مطالب پائے جاتے ہیں اور ہم بحث کی مناسبت سے اس حدیث کے چند فقروں کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں:

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں شب معراج جب عرش پر گیا تو میں نے ایسے گروہ کو دیکھا کہ ان کے سامنے پاکیزہ اور نجس گوشت کے دستر خوان لگے ہوئے ہیں اور وہ پاکیزہ گوشت کو چھوڑ کر نجس و خبیث گوشت کھا رہے ہیں۔ میں نے جبرئیلؑ سے سوال کیا: یہ کون لوگ ہیں؟

جبرئیلؑ نے کہا: آپ کی امت کا وہ گروہ ہے کہ جو حلال کو چھور کر حرام کھاتے تھے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پھر میں وہاں سے آگے بڑھا تو ایسے گروہ سے ملاقات ہوئی کہ اس گروہ کے ہونٹ اونٹ کی طرح موٹے اور لٹکے ہوئے تھے اور ان کے بدن کا گوشت کاٹ کر ان کے منھ میں دیا جا رہا تھا۔

میں نے سوال کیا اے جبرئیلؑ یہ کون سا گروہ ہے؟

جبرئیلؑ نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں کہ جو ہمیشہ لوگوں کے عیب تلاش کرتے اور زبان یا اشارے کے ذریعہ لوگوں پر ان عیوب کو ظاہر کرتے تھے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پھر میں ایک ایسے گروہ کے قریب سے گزرا کہ جن کی شکل و صورت اور سر کو پتھر سے کچلا جا رہا تھا۔

میں نے سوال کیا: اے جبرئیلؑ یہ کون سا گروہ ہے؟

کہا: یہ وہ گروہ ہے کہ جو نماز عشاء کو ترک کرتا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

پھر وہاں سے گزرے یہاں تک کہ ایک ایسے گروہ کے نزدیک پہونچے کہ جن کے منھ سے آگ جاتی تھی اور مقعد سے نکل جاتی تھی۔ پس میں نے کہا: اے جبرئیلؑ یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیلؑ نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں کہ جو ظلم و ستم کے ذریعہ یتیموں کا مال لوٹ کر کھاتے ہیں۔ ایسے لوگ در حقیقت اپنے شکم کو آگ سے بھرتے ہیں اور بہت ہی جلد آگ سے جلائے جائیں گے۔

وہاں سے گزرے پھر ایک ایسے گروہ کو دیکھا کہ جن کے پیٹ بہت بڑے تھے اور وہ زمین سے جو بھی اٹھانا چاہتے تھے اٹھا نہیں سکتے تھے۔

میں نے سوال کیا: اے جبرئیلؑ! یہ کون سا گروہ ہے؟

جبرئیلؑ نے جواب دیا: یہ وہ لوگ ہیں کہ جو سود کھاتے تھے اور اپنے مقام سے اٹھ نہیں سکتے ہیں مگر اس طرح شخص کے مانند کہ جسے شیطان نے زمین پر گرا دیا ہو اور مکمل اپنی عقل کو کھو چکا ہو۔ ان کی راہ و روش آل فرعون کے مانند ہے، انہیں ہر صبح و شب آگ میں ڈالا جاتا ہے اور یہ ہمیشہ درخواست کرتے ہیں اے پروردگارا! قیامت کا وقت کب آئے گا اور یہ اس کے بارے میں بھی نہیں جانتے کہ ان کے لئے وہ وقت کتنا وحشتناک اور سخت ہوگا۔

اور پھر ہم اس جگہ سے گزرے کہ جہاں عورتوں کو ان کے پستانوں کے ساتھ لٹکایا گیا تھا میں نے سوال کیا: اے جبرئیلؑ! یہ عورتوں کا کون سا گروہ ہے؟

Presented by Ziaraat.Com

جبرئیلؑ نے کہا: یہ وہ عورتیں ہیں کہ جو شوہر کے باقیماندہ مال جو کہ اس کے بچوں کا حق ہے وہ دوسرے شوہر کے بچوں کو دیتی ہیں در حقیقت ان یتیم کی میراث کو ان کے غیر پر خرچ کرتی ہیں[۱]۔

قرآن مجید کی جو آیات تجسم اعمال پر واضح و روشن دلالت کرتی ہیں ان میں سے ذیل بھی ہے: إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَمَى ظلْماً إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِى بُطونِهِمْ ناراً وَسَيَصلَوْنَ سعِيراً[۲]۔

جو لوگ ظلم و ستم کرکے یتیموں کا مال کھاتے ہیں در حقیقت وہ اپنے پیٹ کو جہنم سے بھرتے ہیں اور بہت جلد ہی وہ لوگ جہنم کی آگ میں جلائے جائیں گے۔

اس آیت میں ظلم و ستم کے ذریعہ یتیم کا مال کھانے کو آگ کے کھانے سے تعبیر کیا ہے اور "انما" کے ذریعہ محصور کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ فقط و فقط آگ کھاتے ہیں اور اپنے پیٹ کو آگ سے بھر رہے ہیں۔

اور دوسری آیت ذیل بھی تجسم اعمال پر دلالت کرتی ہے: وَ الَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَب وَ الْفضة وَ لا يُنفقُونهَا فِى سبِيلِ الله فَبَشرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ يَوْمَ يحْمَى عَلَيْهَا فِى نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَى بِهَا جِباهُهُمْ وَ جُنُوبُهُمْ وَ ظهُورُهُمْ هَذَا مَا كنزْتُمْ لأنفُسكمْ فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ[۳]۔

۱۔ تفسیر علی بن ابراہیم، طبع سنگی، ص ۳۰۷ و ۳۰۸۔

۲۔ سورۂ نساء، آیت ۱۰۔

۳۔ سورۂ توبہ، آیت ۳۴ و ۳۵۔

Presented by Ziaraat.Com

اور وہ لوگ جو سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور راہ خدا میں انفاق نہیں کرتے، اے پیغمبرؐ ان کو اللہ کے دردناک و شدید عذاب سے ڈرائیں۔ ایک روز ایسا آئے گا کہ وہی سونا چاندی آگ میں پگھلایا جائے گا اور ان کی پیشانی، پہلوؤں اور کمر کو اس کے ذریعہ جلایا جائے گا۔اور فرشتے ان سے کہیں گے سونے اور چاندی کا مزہ چکھو کہ یہ وہی ہیں کہ جو تم نے اپنے لئے ذخیرہ کیا تھا۔

اور جیسا کہ ملاحظہ ہوتا ہے کہ اس آیہ مبارکہ میں گرم سونے اور چاندی کو خود ذخیرہ اور خزانہ شمار کیا گیا ہے کہ جس کو انہوں نے دنیا میں جمع کیا تھا۔

عالم برزخ و قیامت میں اعمال ملکوتی صورت میں ظاہر ہونے کے متعلق روایات

اور وہ روایات جو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ طاہرین علیہم السلام سے عالم برزخ یا قیامت میں حقیقت اعمال کے ظاہر ہونے کے سلسلہ سے ہم تک پہنچی ہیں بہت زیادہ ہیں اور ہم فقط بطور نمونہ چند چھوٹی روایات ان کے علاوہ جو ذکر کرچکے، بیان کررہے ہیں: غزالی نے "احیاء العلوم" میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ:

"ایّاکُمْ وَ الظُّلْمَ فانَّ الظّلمَ ظُلَماتٌ یَومِ القیٰمَة"[1]۔

ظلم سے پرہیز کرو کہ ظلم وستم روز قیامت کا اندھیرا ہے۔

---

[1] احیاء العلوم، ج ۳، ص ۲۱۹۔

Presented by Ziaraat.Com

" الجنّةُ قِيَحانٌ وَ اِنَّ غِرَاسَهَا لا اِلَه الّا الله "[۱]۔

جنت زمین ہے اور اس میں جو درخت بویا جاتا ہے وہ لا الہ الا اللہ ہے۔

اور نیز یہ بھی غزالی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت نقل کی ہے:

" الغضبُ قِطْعَةٌ مِنَ النار "[۲]۔

غضب آگ کا ایک ٹکڑا ہے۔ اور نیز رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت نقل کی ہے:

" مَنْ شَرِبَ فِی اَئِينَةِ مِنْ ذَهَبٍ اَوْ فِضَّةِ فَكَاَنَّمَا يُجَرْجِرُ فِی بَطْنِهِ نَارُ جهنّم "[۳]۔

جو شخص بھی سونے یا چاندی کے برتن میں کوئی سیال چیز پیتا ہے گویا اس نے اپنے شکم کو جہنم کی آگ سے بھرا ہے اور اس میں ابال آگیا اور وہ آواز کرنے لگا ہے۔

اور تعلیقہ میں کہا ہے کہ اس حدیث کے بارے میں کہ جو حضرت ام سلمہ علیہا السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کی ہے، سب کا اتفاق ہے لیکن مصنف نے اس کے حدیث ہونے کی وضاحت نہیں فرمائی ہے۔

۱۔ علامہ مجلسی نے " بحار " میں طبع آخوندی، ج ۷، ص ۲۲۹ پر ضمناً بیان کیا ہے کہ شیخ بہائی نے نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: " الجنةُ قِيعَانٌ وَ اِنَّ غِرَاسَهَا سُبحانَ اللهِ وَ بِحَمْدِه "۔

۲۔ احیاء العلوم، ج ۴، ص ۲۲ و ۷۹۔

۳۔ احیاء العلوم، ج ۴، ص ۲۲ و ۷۹۔

Presented by Ziaraat.Com

(کتاب"المغنی عَنِ حَملِ الاسفار فِی الاسفار فِی تَخریج ما فِی الاحیاء مِنَ الاحبار"لِلحافظِ زَیْنِ الدینَ عَبدِ الرَّحیم بن الحسین العراقی)

اور نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت نقل کرتے ہیں: "**اذا مررتم بِریاض، الجنة فَارتَعُوا! قیل وَما ریاضُ الجنة؟قال:مجالِسُ الذکرِ**"[۱]۔

جس وقت جنت کے باغات کی سیر کرو تو ان کے پھلوں سے فائدہ حاصل کرو! سوال کیا گیا: جنت کے باغات سے کیا مراد ہے۔ فرمایا: وہ مجالس جہاں ذکر خدا ہوتا ہے اور نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی گئی ہے کہ جس وقت آپؐ نے عبادۃ بن صامت کو صدقات کی جمع آوری کے لئے بھیجا تو اس سے فرمایا:" **اتّقِ اللہ یَا ابا الولید، لا تجی یَوْمَ القیٰمة بِبَعیرِ تَحْمِلُهُ عَلَی رَقَبَتِکَ لَهُ رُغَآء، أَوْ بَقَرَة لَهَا خُوار، اَوْ شَاة لَهَا تُوَاجٌ!**

فَقَالَ: یَا رَسول اللہ! أهکَذا یَکُوْنُ؟قَالَ:نَعَم وَالَّذِی نَفْسی بِیَدِہِ اِلَّا مَنْ رَحِمَ اللہُ.قَالَ:فَوَالَّذِی بَعَثکَ بِالحقِّ لَا اَعْمَلُ عَلَی شَیٍٔ أَبَداً"[۲]۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبادۃ بن صامت سے فرمایا: اے ابو ولید خدا سے ڈرو! روز قیامت کے لئے اپنے دوش پر اونٹ کو سوار نہ کرنا کہ جو ہمیشہ فریاد بلند کرے یا کسی گائے کو جو کہ مسلسل اپنی آواز کو بلند کرے یا گوسفند کو جو چیخ و پکار کرے۔ عبادہ نے کہا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ایسا بھی ہوگا؟

۱۔احیاء العلوم، ج۱، ص۳۰۔

۲۔احیاء العلوم، ج۲، ص۱۲۱۔

Presented by Ziaraat.Com

رسول خداﷺ نے فرمایا: جی ہاں قسم اس خدائے متعال کی کہ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے مگر وہ شخص اس سے بچ سکتا ہے کہ خدا کی رحمت جس کے شامل حال ہو جائے۔

عبادہ نے کہا: پس قسم ہے اس کی کہ جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں ہرگز اب زکات جمع نہیں کروں گا۔

رسول خداﷺ عبادہ کو سمجھانا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص زکات لینے میں لوگوں پر ظلم کرے یا معین مقدار سے زیادہ طلب کرے یا ان لوگوں سے زکات طلب کرے کہ جن پر واجب نہیں ہے تو یہ عمل روز قیامت اونٹ یا گائے یا گوسفند کی صورت میں اس کے دوش پر آواز بلند کرے گا[1]۔

اور رسول اللہﷺ سے یہ روایت بھی ہوئی ہے کہ:

"رِیحُ الوَلَدِ من ریح الجنَّةِ"[2]۔

۱۔ ممکن ہے نعرے لگانے والی گائے یا اونٹ و گوسفند سے مراد اس روایت میں وہ مال ہو جو حکام یا زکات جمع آوری کرنے والے لوگوں کو ہدیہ کے طور پر دے کر ان کے دلوں کو موہ لیتے تھے اور زکات جمع کرنے میں جو دقت انجام دینا چاہیئے اس سے غفلت برتیں اور اس مطلب پر "احیاء العلوم" ج۲، ص۱۳۷ پر جو روایت ذکر ہوئی ہے شاہد ہے: رَوَی ابو حمید السَاعدیّ اَنّ رسُولَ الله صلّی الله علیه وآله وَسَلَّمَ بَعَثَ والیاً عَلی صدقات الازد، فَلَمّا جَاءَ رَسولَ الله صلی الله علیهِ وآله وسلمِ وَ اَمْسَکَ بَعْضَ مَا مَعَهُ وَ قال: هذا لکَم وَ هَذا لی هدیَة،فَقَالَ علیه السلامُ:الا جَلَسْتَ فی بَیَت ابیکَ وَ بَیْت اُمِّکَ حَتَّی تاتیکَ هَدّیُتک انْ کُنْتَ صَادقاً؟ثُمَّ قَالَ: مَالی استعمِلُ الرّجُلَ مِنْکُمْ فَیَقولَ هذا لَکم وَهذا لی هَدّیةٌ؟الا جَلَسَ فَی بَیْت اُمِّه لیهْدَیِ لَهُ؟
وَالذّی نَفْسی بِیَده لا یاخُذُ منْکُمْ اَحَدٌ شَیئاً بِغیر حَقِّهُ اَلَّا اتی الله یَحْملُهُ، فَلَا یَاتینَّ اَحْدُکُمْ یَوْمَ القِیَمَةِ بِبَعیرِ لَهُ رُغَآء او بَقْرَةِ لَهَا خُوارٌ اَو شاةِ تَیْعرِ؛ ثُمَّ رَفَعَ یَدَیْهِ حَتَّی رَایتُ بَیاضَ اِبطَیهِ ثُم قَال: اللهُمّ هَلْ بَلَّغتُ؟

۲۔ احیاء العلوم، ج۲، ص۱۹۴۔

Presented by Ziaraat.Com

فرزند کی ولادت کی خوشبو، جنت کی خوشبو ہے۔

جنت کی عمارتوں میں فرشتوں کے نفقہ کے متعلق روایات

اور ان تمام روایات سے واضح و روشن تر وہ روایت ہے کہ جسے علی بن ابراہیم قمی نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں اپنے بابا سے انہوں نے حماد اور انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کی ہے، ذکر کیا ہے کہ: "قال النبّی صلی الله علیه وآله وسلم:

لَمّا أُسرِیَ بِی إِلَی السَّمَآءِ دَخَلْتُ الجَنَّة فَرَایْتُ فِیهَا قِیعَاناً یَقَقاً.١ وَرَایتُ فِیهَا مَلَائکَةً یَبْنُوْنَ، لَبْنَةٌ مِنْ ذَهَبٍ وَ لبنَةٌ مِنْ فِضَّةٍ وَ رُبَمَا اَمسکوا فقُلْتُ لَهُمْ: مَا لَکُمْ رُبَمَا بَنَیتُمْ وَ رُبَمَا اَمْسَکْتُمْ؟

فَقَالُوا:حَتّی تجیئَنَا امْسَکْتُمْ؟

قُلتُ: وَمَا نَفَقَتُکُمْ؟

قَالُوا: قَولُ المُوْمِنِ فِی الدنیا سبحانَ اللهِ وَالحَمدُ لِلهِ وَلَا اِلَه اِلّا اللهُ وَاللهُ اکبَرُ.فَاذَا قال: بَنَیْنا، وَ اذَا امسَکَ، امْسَکْنَا"[٢]۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب مجھے معراج پر لے جایا گیا تو میں جنت میں داخل ہوا میں نے دیکھا کہ وہاں بہت زیادہ زمین پر روشن و سفید نور چمک رہا ہے اور اس جگہ کچھ نہیں ہے لیکن فرشتوں کو دیکھا کہ عمارت بنا رہے ہیں کہ جس کی ایک اینٹ سونے کی اینٹوں سے اور دوسری چاندی سے چن رہے

١۔ "یقق" کے معنی روشن سپیدی کے ہیں۔

٢۔ تفسیر علی بن ابراہیم، طبع سنگی (١٣١٣)، ص ٢٠۔

Presented by Ziaraat.Com

ہیں اور کبھی رک جاتے ہیں۔ میں نے ان فرشتوں سے سوال کیا: کیوں تم کبھی اس عمارت کو چننے لگتے ہو اور کبھی رک جاتے ہو؟

فرشتوں نے جواب دیا: جب ہمارے پاس مال پہنچ جاتا ہے ہم چننے لگتے ہیں اور جب نہیں پہنچتا تو رک جاتے ہیں اور اس کے پہنچنے تک صبر کرتے ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوال کیا وہ مال کیا ہے؟

انہوں نے جواب دیا: مومن کا دنیا میں "سبحان الله والحمدُ لِلهِ وَلَا اِلَه الّا اللهُ وَاللهُ اکبَرُ" کہنا ہے۔

پس جب مومن اس کو اپنی زبان پر جاری کرتا ہے ہم عمارت بنانے میں مشغول ہو جاتے ہیں اور جب چھوڑ دیتا ہے تو ہم بھی رک جاتے ہیں۔

امت کے دس قسم کے لوگوں کی صورتیں تبدیل ہو جائیں گی

اور اس آیۂ مبارکہ: يَوْمَ يُنفَخُ فِى الصورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجاً[1] کی تفسیر کے ذیل میں براء بن عازب سے روایت نقل ہوئی ہے کہتے ہیں کہ:

معاذ بن جبل ابو ایوب انصاری کے گھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ معاذ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس آیت: يَوْمَ يُنفَخُ فِى الصورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجاً اور اس کے بعد والی آیت کے بارے میں سوال کیا۔

۱۔ سورۂ نباء، آیت ۱۸۔

Presented by Ziaraat.Com

آنحضرت نے جواب میں فرمایا: اے معاذ تم نے بہت عظیم امر کے بارے میں سوال کیا ہے! اور آپؐ نے گریہ کرتے ہوئے فرمایا: میری امت کے دس گروہ مجھ سے جدا محشور ہوں گے اس طرح کہ خدا انہیں مسلمانوں سے علیحدہ کرے گا اور ان کی صورتوں کو تبدیل کر دے گا۔ ان میں سے بعض گروہ بندر اور بعض خنزیر کی شکل میں محشور ہوں گے اور بعض اس طرح محشور ہوں گے کہ ان کے سر زمین پر ہوں گے اور پیر آسمان کی طرف۔

اور بعض نابینا حالت میں پریشان ادھر اُدھر بھاگ رہے ہوں گے اور بعض بہرے ہوں گے کہ جن کے اندر عقل و شعور نام کی کوئی چیز نہیں ہوگی اور بعض اس حالت میں ہوں گے کہ سینے کے بل اوندھے منھ پڑے ہوں گے اور ان کے منھ سے خون اور مواد نکل رہا ہوگا کہ اس منظر کو دیکھ کر اہل محشر نفرت و کراہیت کر رہے ہوں گے بعض کے ہاتھ پیر کٹے ہوں گے اور ان میں سے بعض آگ کی جلتی ہوئی شاخ پر لٹکے ہوں گے، بعض کے جسم سے مردار سے بھی زیادہ بدبو آرہی ہوگی اور بعض کے جسموں پر تار کول کا لباس ہوگا۔

وہ گروہ کہ جو بندروں کی شکل کا ہوگا وہ چغل خور و سخن چین افراد کا ہوگا اور جو خنزیر کی شکل میں ہوں گے حرام مال کھانے والے ہوں گے اور جو زمین پر اوندھے منھ پڑے ہوں گے وہ سود خوار ہیں اور جو نابینا ہیں یہ وہ افراد ہیں کہ جنہوں نے عدالت کی رعایت نہیں کی ہوگی اور لوگوں پر ظلم و ستم کیا ہوگا اور جو گروہ بہرہ ہوگا وہ ان افراد کا ہے کہ جو اپنے کردار میں خودپسندی رکھتے ہیں اور جو اپنی زبان کو دانتوں سے چاب رہے ہوں گے یہ علماء و خطباء کا وہ گروہ ہے

Presented by Ziaraat.Com

کہ جو زبان سے پند و نصائح کرتے ہیں مگر خود بے عمل ہیں اور جن کے ہاتھ پیر کٹے ہوں گے یہ وہ لوگ ہیں کہ جو اپنے پڑوسیوں کو تکلیف دیتے ہیں اور جو آگ کی سولی پر لٹے ہوں گے یہ وہ لوگ ہیں کہ جو بادشاہوں اور حکمرانوں کی جاسوسی کرتے ہیں اور وہ لوگ کہ جن کے جسم سے مردار سے بھی زیادہ بدبو آتی ہے وہ ہوں گے جنہوں نے شہوت پرستی میں زندگی گزاری ہوگی اور اپنے مال و متاع سے حقوق الٰہی ادا نہ کیا ہوگا اور وہ لوگ کہ جو تار کول کے لباس میں ہوں گے وہ اہل تکبر و خود پسند افراد ہوں گے[1]۔

اس روایت میں متکبرین کی صورت ملکوتی کو بیان کیا گیا ہے۔ بالخصوص وہ لوگ بندر اور خنزیر کی صورت میں خدا کے حضور پیش ہوں گے۔

مومن کی غیبت کرنا گویا مردار کا گوشت کھانا ہے:

" وَلا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضاً أَيحِب أَحَدُكمْ أَن يَأكلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتاً فَكَرِهْتُمُوهُ "[2] تم میں سے کوئی مومن ایک دوسرے کی غیبت نہ کرے کیا تم محبوب رکھتے ہو کہ تم میں سے کوئی مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے پس یہ عمل تمہارے لئے مناسب نہیں ہے۔

۱۔اس روایت کو مفسرین نے زیادہ تر آیہ مبارکہ فَتَأتُونَ اَفْوَاجاً کے ذیل میں ذکر فرمایا ہے: من جملہ: زمخشری نے "کشاف" ج ۲، ص ۵۱۸ پر۔اور " مجمع البیان " ج ۵، ص ۴۲۳۔اور ابو الفتوح رازی، ج ۵، ص ۴۶۲۔امام فخر رازی، ج ۸، ص ۴۳۳ و ۴۳۴۔ الدرّ المنثور، ج ۶، ص ۳۰۷۔ تفسیر صافی، ص ۵۵۵۔ تفسیر برھان، ج ۲، ص ۱۱۶۹۔ تفسیر روح البیان، ج ۱۰، ص ۲۹۹۔ بحار، ج ۷، طبع حروفی صف محشر، ص ۸۹، مجمع البیان سے نقل فرمایا ہے۔

۲۔ سورۂ حجرات، آیت ۱۲۔

Presented by Ziaraat.Com

آیئے اب ہم اس آیت کی تفسیر میں چلتے ہیں کہ جسے ہم نے عنوان بحث میں بیان کیا:

"أَلَمْ تَرَ كَيفَ ضَرَبَ اللهُ مَثَلاً كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصلُهَا ثَابِتٌ وَ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ" غور کریں کہ خدا کس طرح مثال بیان کرتا ہے، کلمہ طیبہ (مومن کی پاکیزہ) روح کی۔

تمام موجودات کلمہ خدا ہیں، لیکن اپنی ماہیت و حقیقت وسعت و تنگی کے اعتبار سے۔

به نزد آنکه جانش در تجلّي است
همه عالم كتاب حقّ تعالي است
عَرَض إعراب و جوهر چون حروفست
مراتب همچو آيات وقوفست
از و هر عالمي چون سورۀ خاصّ
يكي زان فاتحه ديگر چو إخلاص[1]

(اس کے نزدیک کہ جس کی جان متجلی و روشن ہے اس کے لیے پوری کائنات ایک کھلی کتاب حق کی مانند ہے، عرض اعراب اور جوہر حروف کی طرح ہیں اور مراتب؛ آیات کے وقوف کی طرح ہیں، ہر عالمی ایک خاص سورہ ہے کہ گویا ایک سورہ فاتحہ ہے تو دوسرا سورہ اخلاص)

ایک چیز یا کلمۂ حسنہ ہے یا کلمۂ طیبہ ہے یا کلمہ عالیہ، یہ کلمات خداوند متعال کے اسماء صفات ہیں کہ جو انسان کے مختلف ظرفوں کے اعتبار سے تجلی کرتے ہیں اور انسانوں میں اس کا مظہر بنتے ہیں۔

۱۔ گلشن راز، ص۱۹۔

Presented by Ziaraat.Com

پاکیزہ مومن کہ جس نے مرحلۂ اخلاص کو طے کرکے عالم خلوص میں قدم رکھ دیا ہے اور صفت مُخلَصین میں شامل ہوچکا ہے وہ ایک ایسے پاکیزہ و طیب درخت کے مانند ہے کہ جس کی جڑیں تو زمین میں مستحکم ہیں لیکن شاخیں آسمان کی بلندیوں تک پھیلی ہوئی ہیں۔

مومن کلمہ طیبہ ہے

"تُؤْتِیْ أُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِاذْنِ رَبِّهَا"

یہ درخت ہمیشہ اپنے خدا کے اذن سے کھانے کے لئے پھل دیتا ہے۔

مومن جو کہ درجہ یقین پر فائز ہوچکا ہے اور اس کے وجود میں اطمینان وسکون پیدا ہوچکا ہے اس کی اصل واساس ثابت ہے جو کہ خداوند متعال سے مستحکم رابطہ ہے۔ مومن اپنے پروردگار سے عہد کرتا ہے اور یہ عہد ہی اس کا رابطہ ہے اور یہی اس کی اصل وجڑ ہے۔

لیکن اس درخت کی شاخیں کہ جو عالم ملکوت میں پھیلی ہوئی ہیں ہمیشہ پھل دیتی ہیں جن سے یہ سارا عالم فیضیاب ہورہا ہے اور یہی خیر وبرکت اور رحمت الٰہی کا وسیلہ ہیں۔

مومن اس عالم کے تمام مراحل چاہے وہ عالم سکرات واحتضار، منکر و نکیر کے سوال وجواب، بشارت کی منزل، عالم قبر ودوزخ، عالم محشر و مواطن قیامت، میزان و صراط، روز جزاء و نامۂ اعمال کا ملنا وغیرہ کو آسانی سے یک بعد

Presented by Ziaraat.Com

دیگر طے کرتا ہوا "فِی مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِیکٍ مُّقْتَدِرٍ"[1] پہنچ جائے گا۔ کیونکہ اس کا رابطہ خدا سے مستحکم ہے اور اس کے دل کا چشمہ علوم و اسرار خداوند کا خزانہ ہوتا ہے اور تمام مخلوق اس کے حکمت کے چشمہ سے کہ جسے خداوند سے اس کے قلب سے زبان پر جاری کیا ہے خیر و برکت و حکمت حاصل کرتی ہے۔

"وَیَضْرِبُ اللہُ الامثال لِلنَّاسِ لَعَلَّھُمْ یَتَذَکَّرُوْنَ"

مومن حقیقت میں درخت نہیں ہے مگر خداوند متعال اسے ثابت و اصل اور پھلوں سے بھرے ہوئے درخت کی مثال بنا کر پیش کر رہا ہے۔ یہ اس وجہ سے ہے تاکہ لوگ مقام و عظمت مومن کا اندازہ کریں کہ اوامر خدا کی پیروی کے ذریعہ کس عظیم کامیابی پر فائز ہوا ہے۔

کافر خبیث درخت کی مانند ہے کہ جو زمین سے اکھڑ چکا ہے

" وَمَثَلُ کَلِمَۃٍ خَبِیْثَۃٍ کَشَجَرَۃٍ خَبِیْثَۃٍ اجْتُثَّتْ مِن فَوْقِ الاَرْضِ مَا لَھَا مِنْ قرار "۔ اور کافر و منکر اور ظالم و ستمگر کی مثال جو کہ اپنے وجود سے نہ یہ کہ خود فائدہ حاصل نہیں کرتا ہے بلکہ چشمہ زلال حقیقت کی مختلف اقسام سے محرومیت کا سبب بنتا ہے، خبیث و منکر اس درخت کے مانند ہے کہ جو زمین سے اکھڑ چکا ہے اور اس کی جڑیں اپنے مبدا سے ربط چھوڑ چکیں ہیں اور وہ بغیر کسی اعتماد کے زمین پر پڑا ہے نہ اس میں ثبات ہے اور نہ قرار۔

کافر و ظالم اور جس کا رابطہ عالم سر و خفیات سے ٹوٹا ہو وہ ایک ایسے خشک درخت کے مانند ہے کہ جو نہ غذا حاصل کرتا ہے اور نہ پانی پیتا ہے۔

۱۔ سورۂ قمر، آیت ۵۵۔

Presented by Ziaraat.Com

یہ ایسے افراد ہیں کہ جنہوں نے اپنے باطن کو پاکیزہ نہیں کیا ہے۔ ان کا باطن مختلف قسم کے صفات رذیلہ سے بھرا ہوا ہے یہ امور میں مشکوک اور خدا کی ذات میں تردید کے شکار اور اپنی نسبت متکبر و خودپسند اور اپنے نفس سے راضی اور حقیقی امور میں مشکوک ہیں اور بے بنیاد و وہمی امور پر ان کا اعتماد ہے۔

گرچہ دنیا اور امور اجتماعی میں باوقار اور مال و متاع و شان و شوکت میں قدرتمند ہوں مگر عالم حقیقی اور میزان اعمال میں دست خالی بغیر کسی مقام و منزلت کے ہوں گے۔

" اَتبَاعُ كُلِّ نَاعِقٍ يَمِيلُونَ مَعَ كُلِّ رِيحٍ لَمْ يَسْتَضِيئُوا بِنُورِ الْعِلْمِ وَ لَمْ يَلْجَئُوا الِىَ رُكْنٍ وَثِيْقٍ "[۱]۔

کیونکہ انہوں نے اپنے اور خدا کے درمیان رابطہ کی رسی کو توڑ دیا ہے لہٰذا ان کی کوئی تکیہ گاہ نہیں ہے اور ان کا دل نور علم سے روشن نہیں ہوا ہے اسی وجہ سے ہواؤں کے جھونکے کے ساتھ اسی سمت چلے جاتے ہیں جس سمت ہوا کا رخ ہوتا ہے۔

" يُثَبِّتُ اللهُ الَّذِينَ ءَامَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا وَ فِي الاخِرَةِ "۔

۱۔ نہج البلاغہ، باب المواعظ والحکم، ص ۱۷۲، ج ۲ طبع عمدہ، مصر۔

Presented by Ziaraat.Com

خداوند متعال ان لوگوں کو کہ جو اس پر ایمان لائے ہیں یعنی ریسمان الٰہی کو مضبوطی سے پکڑ لیا ہے اور ذات الٰہی کی طرف راغب ہو گئے ہیں، دنیا اور آخرت کہ جو اصل مقام ہے ثابت قول پر باقی رکھتا ہے۔

قول ثابت یعنی کلمۂ طیبہ اور وہی ریسمان الٰہی ہے جو خالق و مخلوق کے درمیان رابطہ ہے خداوند متعال انہیں اسی قول ثابت پر تمام عوالم میں دنیا سے لے کر آخری منزل تک ثابت قدم رکھتا ہے تاکہ اس راہ کو مستحکم ارادہ و قدم اور قدرتمند دل کے ساتھ طے کریں۔

کلم طیب روح مومن، اور عمل صالح اس کو بلند کرنے والا ہے

"إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ"[1]

کلمہ طیب کہ جسے روح پاکیزہ کہا جاتا ہے پروردگار عالم کی طرف جاتی ہے اور عمل صالح اس بلندی کی طرف جانے کا سبب بنتا ہے۔

اور وہ مقام عزت مطلقہ کا مقام ہے جیسا کہ اس سے پہلے والا جملہ شاہد ہے کہ فرمایا:

"مَن كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَلِلَّهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا"[2]۔

جو کوئی بھی طالب عزت ہے وہ یہ جان لے کہ عزت کے تمام درجات ذات خدا میں منحصر ہیں اور مورد بحث آیت میں کلمۂ طیبہ سے مراد یہی کلمہ

۱۔ سورۂ فاطر، آیت ۱۰۔

۲۔ سورۂ فاطر، آیت ۱۰۱۔

Presented by Ziaraat.Com

طیب ہے کہ جو خدا کی طرف جاتا ہے اور عزت مطلقہ تک پہنچتا ہے جس طرح مناجات شعبانیہ میں وارد ہوا ہے۔

" اِلٰهِیْ وَاَلْحِقْنِی بِنور عِزّکَ الاَبْهَجِ فَاکونَ لک عَارِفاً وَ عَنْ سِوَاکَ مُنْحَرِفاً"[۱]۔

عمل صالح پیٹرول کے مانند ہے کہ جو طائر روح کے لئے عالم قدس میں پرواز کا سبب بنتا ہے عالم قدس میں ایسی حیات ہے کہ جسے فنا نہیں ہے ایسی عزت ہے جہاں ذلت کا وجود نہیں ہے ایسی بے نیازی ہے کہ فقر کا نام و نشان نہیں پایا جاتا۔

پس قول ثابت ہے کہ جسے خداوند متعال نے ثابت و مستحکم فرمایا ہے وہی رابطہ و رغبت ہے جو کہ خالق و مخلوق کے درمیان برقرار ہے اور یہی عمل صالح کا سبب بنتا ہے اور عمل صالح سبب بنتا ہے کہ کلمہ طیبہ اور مومن کی پاکیزہ روح عالم قدس کی طرف حرکت کرے۔

اور یہ حرکت انسان کی صورت میں انسان حقیقی کی طرف ہے اور یہ خداوند متعال جانتا ہے کہ جس لذت و نور اور خوشحالی سے انسانیت کی شکل میں اپنے میزبان کی طرف آرہی ہے کتنی قدر و منزلت کی حامل ہے یہ اولیاء خدا، صالحین، شہداء اور انبیاء کے ساتھ رہے گی اور اس کا مقام:

" لَا یَسْعُنی ارضِی ولا سَمَآئِی بل یَسْعُنِی قَلْبُ عَبْدِی المومنِ بِی"[۱] ہوگا۔

۱۔ "اقبال" طبع سنگی، ص ۶۸۷۔

Presented by Ziaraat.Com

"وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ وَ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ"۔[1]

خداوند متعال ظالموں کو عالم نور کی ہدایت نہیں کرتا بلکہ انکا راستہ خود انہیں کی نفسیاتی رغبت کے مطابق تاریکی و گمراہی ہے۔ ان کا نفس چونکہ نفسیاتی صورت کی حکایت نہیں کرتا ہے لہٰذا مقام انسانیت کی طرف چلنے کا راستہ ہی نہیں ہے بلکہ ان کی راہ اسی عالم تک منحصر ہے کہ جسے انہوں نے اپنے نفس کے سانچے میں ڈھالا ہے۔

اگر صورت شیطان ہے تو عالم شیطان اور صورت حیوان ہے تو اسی عالم کی طرف چلے گی اور اس کی شناخت، نام ونشان اور اس کی حقیقت مقام انسان میں اور عالم انسان میں گم ہو جائے گی۔

"وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِن كَانُوٓاْ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ"[2]۔

اور سورۂ آل عمران میں اس طرح ہے: "وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلَكِنْ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ"[3]۔

خداوند ان پر ظلم و ستم نہیں کرتا ہے بلکہ یہ خود ہی اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں۔

"ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيكُمْ وَأَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ"[4]۔

۱۔ رسالہ "مرصاد" طبع بنگاہ ترجمہ و نشر کتاب، ص ۲۰۸ و ۴۷۲ اور ۶۱۳ پر اس عبارت کے ساتھ وارد ہوا ہے: "لا يَسْعُنِى ارضى وَلا سَمآئى، و اِنَّما يَسْعُنى قَلْبُ عَبْدِى المُومِنِ"۔

۲۔ سورۂ نحل، آیت ۳۳۔

۳۔ سورۂ آل عمران، آیت ۱۱۷۔

۴۔ سورۂ آل عمران، آیت ۱۸۲۔ و سورۂ انفال، آیت ۵۱۔

Presented by Ziaraat.Com

اور ان سے یہ کہا جائے گا کہ یہ تمہارا جہنم خریدنا اور اپنی صورت انسانی کو ابلیس و حیوان کی شکل میں بدلنا تمہارے بد کردار و رفتار کی وجہ سے تھا کہ جو تم نے اپنے لیے بھیجا تھا اور خداوند اپنے بندوں پر کبھی ظلم نہیں کرے گا۔

مردوں سے بات کرنا ان کی برزخی صورت میں ہے

بہت سی ان روایات میں کہ جن میں مرنے کے بعد کی کیفیت و حالات کو بیان کیا گیا ہے چاہے وہ خود ائمہ علیہم السلام نے انہیں دیکھا ہو اور اس سے گفتگو کی ہے یا کسی دوسرے طریقہ سے یا دیگر افراد نے مردوں سے باتیں کی ہیں یا ان کا مشاہدہ کیا ہے تمام یہ مردوں سے باتیں کرنا عالم برزخ ومثال میں قرار پایا ہے اور ملاقات مکاشفہ صورت مثالی کے ذریعہ ہوتی ہے اور کبھی کبھی انھیں عادی حالت میں بھی دیکھا گیا ہے اور بعض نے صورت برزخی نورانی یا ظلمانی میں۔

شیخ مفید نے اختصاص میں اپنی سند کے ساتھ ادریس بن عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ آپؑ فرمارہے تھے کہ:

میں اپنے بابا جان کے ساتھ مکہ کے لئے روانہ ہوا میرے بابا میرے آگے چل رہے تھے جب ہم ضجنان پہنچے اچانک ایک شخص ظاہر ہوا کہ جس کی گردن میں زنجیر بندھی تھی اور وہ اسے کھینچ رہا تھا۔

اس نے اپنے چہرے کو میری طرف کیا اور کہا مجھے پانی دو، مجھے پانی دو!

Presented by Ziaraat.Com

میرے بابا نے پکار کر مجھ سے کہا اسے پانی نہ دینا۔ خدا اسے ہرگز سیراب نہ کرے!

اور اس کے پیچھے دوسرا شخص تھا جو اس کے ساتھ ساتھ تھا اس نے زنجیر کو کھینچا اور اسے آگ کے سب سے نیچے طبقہ میں گرادیا[1]۔

شیخ مفید نے اختصاص میں اس روایت کے مضمون کو دیگر چار سند کے ساتھ امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام سے نقل کیا ہے کہ جن میں ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی واقعہ کی طرح امام باقر علیہ السلام جو کہ اپنے باباجان حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے ساتھ مکہ کے سفر پر جاتے وقت دوسرا واقعہ رونما ہوا ہے[2]۔

شیخ محمد بن حسن صفار نے بصائر الدرجات میں محمد بن عیسی سے انہوں نے عثمان بن عیسیٰ سے انہوں نے عبایۃ بن رِبعی اسدی سے روایت نقل کی ہے کہ اس نے کہا: میں امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں مشرف ہوا کیا دیکھا کہ حضرت کے پاس ایک شخص شکستہ صورت اور بوسیدہ لباس میں بیٹھا ہوا ہے اور حضرت اس کے ساتھ محو گفتگو ہیں۔

جب وہ شخص چلا گیا تو میں نے عرض کیا اے امیر المومنینؑ! یہ کون شخص تھا؟

۱۔ اختصاص، ص۲۷۵ تا ۲۷۷۔ بصائر الدرجات، ص۸۰ و ۸۱۔

۲۔ اختصاص، ص۲۷۵ تا ۲۷۷۔ بصائر الدرجات، ص۸۰ و ۸۱۔

Presented by Ziaraat.Com

حضرت نے جواب میں فرمایا: وصی حضرت موسیؑ؛ یوشع بن نون تھے[۱]۔

حضرت عیسی کے وصی شمعون کا جنگ صفین میں اپنی برزخی حالت میں آنا

شیخ مفید نے مجالس میں اپنی سند سے متصل کرتے ہوئے امیر المومنین علیہ السلام کے غلام سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا: امیر المومنین علیہ السلام نے صفین میں نماز مغرب کے وقت کچھ دور جا کر اذان کہی: جب اذان سے فارغ ہوئے تو ایک شخص حضرت کے پاس آیا جس کے سر و داڑھی کے بال سفید ہیں اور نورانی و روشن صورت ہے۔

آ کر کہا: اے امیر المومنینؑ آپ پر خدا کا سلام ہو اور خدا کی رحمت و برکات کا سایہ آپ پر ہے! مرحبا اے وصی خاتم النبیین و بزرگوں کے رہبر اور جنت کی نشانی! مرحبا اے بارگاہ الہی کے امین و محبوب ترین شخص اور جس کے وسیلہ سے صدیقین کو فیض پہنچتا ہے اور آپ ہی نبیوں کے اوصیاء کے سید و سردار ہو۔

امیر المومنین علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: وَ علیک السلامُ تمہارا کیا حال ہے؟

۱۔ بصائر الدرجات، ص ۸۰۔

Presented by Ziaraat.Com

اس شخص نے جواب دیا: خدا کا شکر ہے اور میں روح القدس کا انتظار کر رہا ہوں۔ مجھے یاد نہیں ہے کہ خداوند متعال کی رضا پانے کے لئے کسی کا امتحان آپ سے سخت تر ہو اور اس کا ثواب آپ سے زیادہ ہو اور خدا کے نزدیک مقام و منزل کے اعتبار سے آپ سے بلند تر ہو۔

اے میرے بھائی! جن رنج و مصیبت میں تم گرفتار ہو ان کے مقابل استقامت و پایداری کا مظاہرہ کرتے رہو یہاں تک کہ اپنے حبیب سے ملاقات کر لو۔

میں نے اپنے اصحاب اور ناصرین کو قریب سے دیکھا ہے کہ کل تک بنی اسرائیل کی طرف سے ان تک کتنے مصائب ڈھائے جاتے تھے ان کے بدن کو آرے سے چیر دیا کرتے تھے اور ان کے جسم کو تختہ پر کیلوں و میخوں سے گاڑ کر اٹھایا جاتا تھا۔

پھر اہل شام کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرکے فرمایا: اگر یہ فقراء و مساکین جانتے کہ آپ سے جنگ کرنے کی کتنی سخت سزا ہے اور جزا میں کتنا سخت عذاب ان کے نصیب ہونے والا ہے فوراً جنگ سے دست بردار ہو جائیں۔

اور پھر اسی طرح اپنے ہاتھ سے اہل عراق کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: اگر یہ نورانی چہرے جان جاتے کہ آپ کی اطاعت و فرمابرداری کا انہیں کتنا عظیم اجر ملا ہے تو یہ اپنے بدن کو قینچی سے ٹکڑے ٹکڑے کرانے پر راضی ہوتے تاکہ آپ کی نصرت میں مقاومت کریں اور اس کے بعد یہ کہہ

Presented by Ziaraat.Com

کر: وَالسَّلامُ عَلَیْکَ وَرَحْمَۃُ اللهِ وَ بَرَکَاتُہُ سلام ہو تم پر اور خدا کی رحمت و برکت نازل ہو، نظروں سے غائب ہو گئے۔

اسی وقت عمار بن یاسر، ابو الھیثَم بن التَّیّھان، ابو ایوب انصاری، عبادۃ بن صامت، خُزَیمۃ بن ثابت، ہاشم مرِقال اور امیر المومنین علیہ السلام کے اصحاب کی ایک جماعت کہ جس نے اس پوری گفتگو کو سنا تھا، اپنی جگہ سے اٹھے اور آپؑ کی خدمت میں عرض کیا: اے امیر المومنینؑ! یہ شخص کون تھا؟

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: یہ شمعون بن صَفا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وصی و جانشین تھے کہ جو خدا کے حکم سے آئے تھے تاکہ اس جنگ میں میری حوصلہ افزائی کریں۔ حضرتؑ کے تمام اصحاب نے کہا:

" فِدَاکَ أَبَاؤُنَا وَ أُمَّهَاتُنَا، وَاللهِ لَنَنْصُرَکَ نَصْرَنَا لِرَسُوْلِ اللهِ صَلّی اللهُ علیه وَ اٰلِه، وَلا یَتَخَلَّفُ عَنْکَ مِنَ الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ الاشَقِیّ!"

ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں خدا کی قسم آپ کے ہم رکاب ہو کر اسی طرح جنگ کریں گے اور آپ کی اسی طرح مدد کریں گے کہ جس طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم رکاب کی تھی اور مہاجرین و انصار میں سے کوئی بھی آپؑ کی نصرت سے دست بردار نہیں ہوگا مگر وہ کہ جو شقی و بد بخت ہو۔

امیر المومنین علیہ السلام نے ان کے حق میں دعائے خیر کی اور ان کے کردار کی تعریف کی[۱]۔

۱۔ مجالس مفید، ص۶۰ تا ۶۲۔

Presented by Ziaraat.Com

امیر المومنین علیہ السلام کے جنگ صفین میں وفادار اصحاب

ان تمام اصحاب نے جنگ صفین میں عظیم جہاد کیا اور حضرت کے خاص اصحاب مانند عمار، ہاشم مِرقال، خُزیمہ، عبادہ اور ابو ایوب انصاری اسی میں شہید ہوگئے۔

انہی سو افراد میں سے تھے کہ جنہوں نے امیر المومنین علیہ السلام کی بیعت کی تھی کہ بیعت سے دست بردار نہیں ہوں گے چاہے قتل کر دیئے جائیں ۔ اویس قرنی بھی تھے ان پاکیزہ طیب و طاہر، عاشقان اہلبیت ، عابد و عارف اور اصحاب رسول اللہ کا واقعہ شہادت اتنا تعجب خیز ہے کہ ہر سننے والے کے ضمیر و وجدان کو حیرت میں ڈال دیتا ہے۔

معاویہ نے عمرو عاص کی شیطنت پر عمل کرتے ہوئے قرآن کو نیزوں پر بلند کر دیا اور خود کو مسلمان اور قرآن کا تابع دکھا کر قرآن کو حکم قرار دینے لگا۔اور لشکر عراق میں اس طرح پھوٹ ڈالی کہ مقدس ترین افراد کو شک و تردید کا شکار بنا دیا اور وہ سوءِ ظن میں پڑ گئے۔

لیکن عمار یاسر ان افراد میں سے تھے کہ جنہوں نے میدان میں باآواز بلند کہا خدا کی قسم اگر لشکر معاویہ ہم پر غالب ہی کیوں نہ آجائے اور ہمیں "سَعَفات هَجَر"[۱] سے دور کر دے اور اس علاقہ کے تمام شہروں پر غالب آجائے پھر بھی ہمیں یقین ہے کہ ہم حق پر ہیں اور وہ باطل پر ہیں ایمان خدا

۱۔ "سَعَفات هَجَر" سے مراد مدینہ یا یمن کا نخلستان ہے اور قاموس نے "هَجَر" لکھا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

عمار اور ان کے ساتھیوں کے دل میں اتنا راسخ ہو چکا ہے کہ اگر دنیا کی ساری طاقتیں ملکر بھی چاہیں کہ ایسے مردان خدا کو فریب و دھوکے بازی کے جال میں گرفتار کرلیں، تو نہیں کر سکتیں۔

یہی وجہ ہے کہ قطب عالم امکان، محور ولایت و مرکز حق حضرت امیر المومنین علیہ السلام ان کے غم میں اشک رحمت بہاتے ہیں اور ان شجاع مجاہدین اسلام کی یاد میں آہ و فغاں کرتے ہیں اور ان کے دیدار کے لئے موت کی تمنا کرتے ہیں۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا اپنی شہادت سے ایک ہفتہ پہلے خطبہ

ابھی کچھ وقت ہی گزرا تھا کہ ابن ملجم مرادی کی ضربت سے آپؑ کا سر مبارک شگافتہ ہوا کہ آپؑ نے مسجد کوفہ میں خطبہ ارشاد فرمایا کہ جس کے آخر میں فرمایا: " أَلاَ إِنَّهُ قَدْ أَدْبَرَ مِنَ اَلدُّنْيَا مَا كَانَ مُقْبِلاً وَ أَقْبَلَ مِنْهَا مَا كَانَ مُدْبِراً وَ أَزْمَعَ اَلتَّرْحَالَ عِبَادُ اَللَّهِ اَلْأَخْيَارُ وَ بَاعُوا قَلِيلاً مِنَ اَلدُّنْيَا لاَ يَبْقَى بِكَثِيرٍ مِنَ اَلْآخِرَةِ لاَ يَفْنَى"

آگاہ ہو جاؤ کہ جس دنیا نے تمہیں اپنا جلوہ دکھایا تھا اس نے اب تم سے منھ موڑ لیا ہے اور دنیا کی جن چیزوں نے تم سے منھ موڑا تھا ظاہر ہو کر سامنے آ گئی ہیں۔ خدا کی اطاعت گزار بندوں نے اس کی آواز پر لبیک کہا اور اس فانی دنیا کی مختصر مقدار کے بدلے بہت زیادہ آخرت کی غیر فانی مقدار کا سودا کرلیا۔

Presented by Ziaraat.Com

"مَا ضَرَّ اِخْوَانُنَا الَّذِیْنَ سُفِکَتْ دِمَآؤُھُمْ وَ ھُمْ بِصِفِّیْنَ أنْ لَا یَکُوْنُوْا الْیَوْمَ أحْیَآءِ"

میرے ان بھائیوں نے کہ جن کا جنگ صفین میں خون بہا دیا گیا کوئی ضرر و نقصان نہیں اٹھایا جو کہ آج زندہ نہیں ہیں۔ یہاں تک کہ فرماتے ہیں:

"اَیْنَ اخْوَانیَ الَّذِیْنَ رَکِبُوْا الطَّرِیْقَ وَ مَضَوْا عَلَی الحَقِّ؟اَیْنَ عَمَّارٌ؟وَ اَیْنَ ابْنُ التَّیِّھانِ؟وَ اَیْنَ ذُو الشَّھَادَتَیْنِ؟وَ اَیْنَ نُظَرَآؤُھُمْ مِنْ اخْوَانِھِمُ الَّذِیْنَ تَعَاقَدُوْا عَلَی الْمَنِیَّۃِ وَ أبْرِدَ بِرُؤُسِھِمْ اِلَی الْفَجْرَۃ"

کہاں ہیں میرے وہ بھائی کہ جنگی سواری یقین اور راہ ایمان مستحکم ہے اور اس پر سوار ہو کر حق کے راستے سے گزر گئے؟ عمار کہاں ہے؟ ابن التیھان کہاں ہے؟ ذو الشہادتین کہاں ہے؟ اور کہاں ہیں انہیں کے مثل وہ بھائی کہ جنہوں نے راہ خدا میں جان نثار کرنے کا ایک دوسرے سے عہد و پیمان باندھا تھا اور تمام کے تمام مقام شہادت پر فائز ہوگئے اور ان کے سر کو تن سے جدا کر کے شام کے فاسق و فاجر کے پاس بھیج دیا گیا؟

خطبہ کے دوران حضرت نے اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیرا اور طولانی گریہ کیا اور پھر فرمایا:

"أوَّہُ عَلَی اخْوَانیَ الَّذِیْنَ تَلَوُا الْقُرْآنَ فَأحْکَمُوْہُ وَ تَدَبَّرُوْا الفَرْضَ فَأقَامُوْہُ، أحیَوُا السُّنَّۃَ وَ أمَاتُوْا البِدْعَۃ.دُعُوا لِلْجِھَادِ فَأجَابُوْا وَ وَثِقُوْا بِالْقَآئِدِ فَاتَّبَعُوْہُ"[1]۔

ہائے کہاں ہیں میرے وہ بھائی کہ جو قرآن کی تلاوت کرتے تھے اور اسی کے ذریعہ حکم کرتے تھے اور واجبات کی فکر میں رہتے اور اسے ادا کرتے

۱۔ نہج البلاغہ، طبع عبدہ، مصر، ص ۳۴۳ و ۳۴۴ و ملا فتح اللہ، طبع سنگی، ص ۳۱۸ و ۳۱۹۔

Presented by Ziaraat.Com

تھے جنہوں نے شریعت وسنت رسول اللہ ﷺ کو زندہ کیا اور بدعت کو دفن کرتے تھے جب انہیں جہاد کی دعوت دی گئی اسے قبول کیا اور اپنے رہبر پر مکمل اعتماد رکھتے تھے اور اس کی پیروی کرتے تھے۔

جی ہاں یہ مردان خدا کہ جنہیں حضرت علی علیہ السلام بھائی سے مخاطب قرار دے رہے تھے کلمہ طیبہ ہیں کہ قرآن نے کہا: "تُؤْتِيَ أُكُلَهَا كُلَّ حِيْنِ بِإِذْنِ رَبِّهَا" جو بھی خداوند متعال کی رحمت سے ان تک فیض پہنچتا ہے میٹھے پھل اور حیات معنوی کو اس عالم میں تمام باظرف افراد پر نثار کرتے ہیں۔

ہمارے لئے وہ کلمہ طیبہ ہیں کیونکہ چودہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی ان کا ذکر، ان کی فکر، ان کی سیرت وحیات اور زہد وبندگی، اماموں کی اطاعت و پیروی اور ایثار و محبت یہ تمام صفات ہمارے وجود کو حیات عطا کرنے والے اور واضح نمونہ و روشن آئین اور ہمارے وجود کے لئے اصلی وطن کی طرف ایمان ویقین کے ساتھ ہدایت گر ہیں۔

روزہ عاشورا مسلم ابن عوسجہ کی شہادت

حضرت سید الشہداء علیہ السلام کا ہر ایک صحابی کلمہ طیبہ ہے کہ جس نے اپنے ظرف وجود کی وسعت و قدرت کے اعتبار سے آسمان توحید کو روشن کیا ہے اور اپنی حیات پر برکت کے ثمرات سے فیض نور عطا کیا ہے۔

مسلم بن عَوسجہ ایک بوڑھے شخص فقیہ اور قاری قرآن، کوفہ کے رہنے والے حضرت کے صحابی تھے یہ شجاع، فاضل، فقیہ، قاری، کوفہ میں

Presented by Ziaraat.Com

حضرت مسلم کے وکیل، عاشق ولایت اور اس مذہب پر جانثار کرنے والے ہیں۔

یہ عاشور کے دن حضرت حسین بن علی علیہ السلام کے لشکر کے ایک شجاع ترین سپاہی تھے۔

حرّ بن یزید ریاحی و عبد اللہ بن عمیر ابو وہب اور بُریر بن حُضَیر اور دیگر کچھ افراد کے بعد سید الشہداءؑ کے ایک صحابی نافع بن ہلال میدان میں آئے یہ بہت شجاع انسان تھے آپ کی بہادری کی وجہ سے عمر بن سعد کے لشکر کا سردار آپ کے مقابلہ کو آیا۔ نافع نے تلوار کے ایک ہی وار سے اس کا کام تمام کردیا تاریخ نے اس کا نام مزاحم بن حُریث لکھا ہے۔

اس منظر کو دیکھ کر عمرو بن حجّاج زبیدی جو کہ عمر سعد کے اس چار ہزار لشکر کا سردار تھا جو فرات کی حفاظت کر رہا تھا، چیخ کر کہا: کوئی بھی ان سے تنہا جنگ نہ کرے یہ شجاعت کا مجسمہ ہیں اور موت کو ہاتھ کی ہتھیلی پر لیے ہوئے ہیں۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تلوار کے ایک وار سے ہمارے دوست کا کس طرح خاتمہ کرڈالا؟! اگر تم نے ان سے ایک ایک کرکے جنگ کی تو یہ تم سب کا خاتمہ کردیں گے لیکن اگر سب مل کر ان کا احاطہ کرلو نہ ان پر تلوار سے وار کرو نہ نیزہ استعمال کرو فقط پتھروں کی بارش بھی کروگے تو سب کو ختم کردوگے پس ایک دوسرے کے ساتھ مل جاؤ اور ان کا چاروں طرف سے محاصرہ کرلو! عمر بن سعد نے کہا: یہی مشورہ صحیح ہے لہٰذا عمر بن سعد نے چند افراد کے ذریعہ قلب لشکر میں اعلان کرادیا کہ ایک ایک کرکے جنگ کرنے کا کسی کو حق نہیں

Presented by Ziaraat.Com

ہے۔ عمرو بن حجاج جو کہ چار ہزار گھوڑے سوار سپاہیوں کا میمنہ پر سردار مقرر تھا اپنا لشکر لے کر سید الشہداءؑ کے قریب ہوا اور عمر بن سعد قلب لشکر کے ساتھ آگے آیا۔

حضرت کے اصحاب تیس ہزار کے مقابلہ سے روبرو ہوگئے اور ان کے بقول اگر پتھروں سے بھی وار کریں تو اصحاب امام کو پتھروں کے نیچے کچل دیں گے۔

حضرت کے اصحاب نے دفاع کیا۔ کس طرح کیا کامل خصوصیات سے ہم لاعلم ہیں فقط اتنا اجمالاً نقل ہوا ہے کہ اپنے گھوڑوں سے نیچے اترے اور ایک ساتھ صف بنا کر پہاڑ کی مانند کھڑے ہوگئے، نیزوں کے ذریعہ دشمن کو مضطرب کر دیا کچھ دیر جنگ جاری رہی۔ اس کے بعد عمر سعد اپنے لشکر گاہ کی طرف پلٹ گیا اور عمرو بن حجاج بھی واپس ہوگیا، گرد و غبار نے آسمان و زمین کو اس طرح گھیر رکھا تھا کہ کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

جب غبار کم ہوا دیکھا کہ مسلم بن عوسجہ زمین پر پڑے ہیں حضرت نے دوڑ کر خود کو مسلم کے پاس پہنچایا اور ان کی طرف دیکھ کر فرمایا: اے مسلم خدا تم پر رحمت نازل کرے۔" فَمِنْهُم مَّن قَضَى نحْبَهُ وَ مِنهُم مَّن يَنتَظِرُ وَ مَا بَدَّلُوا تَبْدِيلا "[۱]

---

۱ - سورہ احزاب، آیت ۲۳۔